ماہنامہ

# حکمت بالغہ

## ستمبر 2012

## مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:- 0092-47-77628261

ای میل:hikmabaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ:

http://www.hikmatbaalgha.com

http://www.hamditabligh.net

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے

| جلد 6 | شمارہ 9 | شوال1433ھ | ستمبر2012ء |
|---|---|---|---|

ماھنامہ

# حکمت بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی — مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

حافظ مختار احمد گوندل — تزئین وگرافکس: سعد حسن خان

پروفیسر خلیل الرحمٰن — قانونی مشاورت:

محمد فیاض عادل فاروقی — محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرتعاون پندرہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 350روپے، قیمت فی شمارہ 35روپے

(اس شمارہ کی قیمت 120روپے)

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ35200

047-7628561-7628361

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض حسین مطبع: سلطان باہو پریس فوارچوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ چیز ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

# مشمولات


| | | | |
|---|---|---|---|
| 1 | قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات | | 3 |
| 2 | حرفِ آرزو | انجینئر مختار فاروقی | 6 |
| 3 | باب 1۔ یاجوج ماجوج کے تذکرے | | 11 |
| 4 | باب 2۔ روئے ارضی پر نسل انسانی کا پھیلاؤ | | 59 |
| 5 | باب 3۔ چند منہ بولتے حقائق ____ چند ضمنی باتیں | | 115 |
| 6 | حاصل کلام | | 135 |


قارئین کرام! قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

# قرآن مجید

کے ساتھ

## چند لمحات

(سورة الکهف)

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

1 اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰى عَبۡدِهِ الۡكِتٰبَ

سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے اپنے بندے (محمدﷺ) پر (یہ) کتاب نازل کی

وَلَمۡ يَجۡعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؕ‏ قَيِّمًا

اور اس میں کسی طرح کی کجی (اور پیچیدگی) نہ رکھی (بلکہ) سیدھی (اور سلیس اُتاری)

لِّيُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِيۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡهُ

تاکہ (لوگوں کو) سخت عذاب سے ڈرائے جو اس کی طرف سے (آنے والا) ہے

وَيُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ

اور خوشخبری سنائے مؤمنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں

اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ‏ مَّاكِثِيۡنَ فِيۡهِ اَبَدًا ۙ‏

کہ ان کے لئے (ان کے کاموں کا) نیک بدلہ

(یعنی بہشت) ہے جس میں وہ ابدالآباد رہیں گے

وَّ يُنۡذِرَ الَّذِيۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا

اوران لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے (کسی کو) بیٹا بنالیا ہے

مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمۡ

ان کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں اور نہ ان کے باپ دادا ہی کو تھا

كَبُرَتۡ كَلِمَةً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ اِنۡ يَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا كَذِبًا

(یہ) بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے

(اور کچھ شک نہیں کہ) جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا

(اے پیغمبر ﷺ) تو شاید تم ان کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک کردو گے

اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں رنج کر کر کے

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى الۡاَرۡضِ زِيۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا

جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لئے آرائش بنایا ہے

تا کہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے

وَ اِنَّا لَجَاعِلُوۡنَ مَا عَلَيۡهَا صَعِيۡدًا جُرُزًا

اور جو چیز زمین پر ہے ہم اس کو (نابود کرکے) بنجر میدان کردیں گے

اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا

کیا تم خیال کرتے ہو کہ غار اور لوح والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے

---

2 وَاتۡلُ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ مِنۡ كِتَابِ رَبِّكَ

اور اپنے پروردگار کی کتاب کو جو تمہارے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کرو

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مُلۡتَحَدًا

اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور اس کے سوا تم کہیں پناہ بھی نہیں پاؤ گے

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ

اور صبر کرتے رہو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اپنے پروردگار کو

پکارتے ہیں اوراس کی خوشنودی کے طالب ہیں
وَ لَا تَعۡدُ عَیۡنٰکَ عَنۡہُمۡ تُرِیۡدُ زِیۡنَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا
اورتمہاری نگاہیں ان میں سے (گزرکراورطرف) نہ دوڑیں
کہ تم آرائش زندگانی دنیا کے خواستگار ہوجاؤ
وَلَاتُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَاتَّبَعَ ہَوٰہُ وَکَانَ اَمۡرُہٗ فُرُطًا
اوراس شخص کا کہا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے
اوروہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہےاوراس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے

---

3 قَالُوۡا یٰذَا الۡقَرۡنَیۡنِ اِنَّ یَاۡجُوۡجَ وَمَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ
ان لوگوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد مچاتے رہتے ہیں
فَہَلۡ نَجۡعَلُ لَکَ خَرۡجًا عَلٰۤی اَنۡ تَجۡعَلَ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَہُمۡ سَدًّا
بھلا ہم آپ کے لیے مالی وسائل (کا انتظام) کردیں
کہ آپ ہمارے اوران کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیں
قَالَ مَا مَکَّنِّیۡ فِیۡہِ رَبِّیۡ خَیۡرٌ فَاَعِیۡنُوۡنِیۡ بِقُوَّۃٍ اَجۡعَلۡ بَیۡنَکُمۡ وَبَیۡنَہُمۡ رَدۡمًا
(ذوالقرنین نے) کہا کہ خرچ کا جو مقدوراللہ نے مجھے بخشا ہے وہ بہت اچھا ہے
تم مجھے قوت (بازو) سے مدد دو میں تمہارے اوراُن کے درمیان ایک مضبوط اُوٹ بنادوں گا

---

4 سورة الانبياء (95-96)
وَ حَرٰمٌ عَلٰی قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَاۤ اَنَّہُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ O
اورجس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کردیا محال ہے کہ
(رجوع کریں) رجوع نہیں کریں گے
حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَہُمۡ مِّنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ O
یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں اوروہ ہر بلندی سے تیزی سے اُتر رہے ہوں

صدق الله العظيم

---

# حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

01 چند ماہ پہلے حکمت بالغہ کے صفحات میں اس بات کا اعلان کرتے ہوئے کہ ان شاءاللہ ہماری آئندہ خصوصی اشاعت 'یاجوج ماجوج نمبر' ہوگی، اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ موضوع کتنا گھمبیر اور وسیع الاطراف ہے اور کس کس پہلو سے اس کا تعلق ہماری عملی زندگی اور دینی جدوجہد سے بنتا ہے۔ جب مطالعہ شروع کیا تو اندازہ ہوا کہ یہ موضوع یا عنوان تو بھڑوں کے چھتّے میں ہاتھ ڈالنے والی بات نہ ہو جائے۔ درمیان میں وقفے سے یہ خیال بھی آیا کہ اس خصوصی نمبر کی اشاعت منسوخ کردی جائے تاہم کچھ عوامل ایسے سامنے آئے اور اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید ونصرت سے کچھ ایسی رہنمائی ملتی گئی کہ کچھ بات کہنے کے قابل ہوگئی۔

ہم نے موضوع کا حق ادا کیا ہے یا نہیں؟ یا کیا ہے تو کتنا کیا ہے؟ اس کا اندازہ قارئین کرام کی طرف سے خطوط وآراء کے بعد ہی ہو سکے گا۔

02. ہمارے نزدیک بنی اسرائیل (یعنی ملک اسرائیل) کا دورِ نبوی c سے پہلے بھی اور آج بھی ـــــــ سائبیریا کے برفانی علاقوں سے اُٹھنے والی وحشی، بے لگام، بے رحم اور آسمانی وحی سے محروم طاقتوں ـــــــ سے ایک گٹھ جوڑ ہے۔ عصرِ حاضر میں اسرائیل کے سارے سرپرست بشمول UNO کی سلامتی کونسل کے پانچوں مستقل ارکان جو اسرائیل کی ہر جائز وناجائز خواہش اور اُمنگ کے مخالف UNO کی ہر قرارداد اور فیصلے کو VETO کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں

سب ماجوج ماجوج ہیں یہ اقوام کئی صدیوں سے اپنے علاقے سے نکل کر بنی اسرائیل کے ساتھی بن کر یورپ وغیرہ میں آباد ہوئے، امریکہ میں آ بسے غرض جہاں سینگ سمائے اور مقصد کا تقاضا ہوا وہاں پہنچ گئے۔ بنی اسرائیل کا خاتمہ حضرت عیسیٰ d کی تشریف آوری پر یقینی بات ہے یہ قوم عذابِ خداوندی کا نشانہ بننے والی ہے اس کے ساتھ اس کے حمایتی، وابستگان اور بہی خواہان سب کے سب اپنے کیفر کردار تک پہنچیں گے۔

03. یاجوج ماجوج کا خاتمہ ـــــ قیامِ نظامِ خلافت کے عالمی سطح پر پھیلنے کے لئے ازحد ضروری ہے کہ اسرائیل کے ساتھ ان کا بھی صفایا ہو اور یہ مسلمانوں کی بحیثیت اُمّت ذمہ داری ہے کہ اس کام کی تیاری کریں اور اس جنگ کے لئے اپنے گھوڑے تیار رکھے اور ایٹم بم بھی۔

04. ہم مسلمانانِ پاکستان اور افغانستان اور کشمیر کی یہ خوش قسمتی ہے کہ گزشتہ ایک صدی میں یاجوج ماجوج کے لشکروں میں تین عالمی طاقتیں یکے بعد دیگرے اس علاقے میں آ کر فنا ہو چکی ہیں پہلے برطانیہ کو شکست ہوئی پھر روس نے شکست کھائی وہ USSR تو نہیں رہا مگر RUSSIA ابھی موجود ہے۔ اب امریکہ بہادر NATO افواج کے جلو میں یہاں براجمان ہے اور ذلّت آمیز شکست سے دوچار ہے۔

مسلمانانِ پاکستان کے لئے یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ ایک طرف ملک پاکستان اسلام کے عالمی نظامِ خلافت کے نقطۂ آغاز بننے کا اہل ہے اور اس کی طرف بڑھ رہا ہے اور دوسری طرف یہ علاقے عالمی طاقتوں کا قبرستان بنتے جا رہے ہیں۔ امریکہ کے بعد روس شاید دوبارہ سر اُٹھائے گا اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ اس دفعہ میدانِ جنگ روس، ایران اور اسرائیل کے درمیان کہیں واقع ہو گا۔

دورِ حاضر میں قیامِ نظامِ خلافت کے سفر میں یاجوج ماجوج کے خاتمے کے سفر میں مسلمان پاکستان و افغانستان نے تقریباً آدھے سے ذرا زیادہ سفر طے کر لیا ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا (اور ہمیں اپنے رب سے اپنی کوتاہیوں کے باوجود اُمید ہے) تو وہ ہمیں اس جدوجہد میں کامیابی سے ہمکنار فرمائے گا کہ پاکستان آئندہ دس پندرہ سالوں میں عالمی خلافت کا نقطۂ آغاز بن سکے گا۔

05. اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس خصوصی اشاعت کو مسلمانانِ پاکستان اور اُمت مسلمہ

کے ذہین عناصر کے لئے اپنی ذمہ داریوں کے شعور کو اجاگر کرنے کا ذریعہ بنادے، اور ہمیں بھی توفیق بخشے کہ ہم بھی اپنی دینی ذمہ داریاں پہلے سے زیادہ تندہی سے ادا کرنے والے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ درخواست بھی ہے کہ وہ ہماری خطاؤں غلطیوں اور لغزشوں سے درگزر فرما کر اپنے دین کی خدمت میں لگائے رکھے۔ آمین

اے اللہ! یہ دنیا ظلم سے بھر گئی ہے، تو جلد حالات پیدا فرمادے، مسلمانوں کو ہمت دے، حوصلہ دے، جہاد کی توفیق دے کہ دنیا میں قیامِ نظامِ خلافت کی جدوجہد میں لگ جائیں تا کہ یہی دنیا ظلم کی بجائے عدل وانصاف کا گہوارہ بن جائے۔ آمین، اے اللہ وہ دور ہمیں اپنی آنکھوں سے دکھا۔ آمین یارب العالمین۔ وما ذالك على الله بعزيز

---

ہماری اس کاوش کی بنیاد چند محکمات پر ہے جو یہ ہیں:

1۔ حضرت آدم d اور ان کے بعد حضرت ابراہیم d تک کے انبیاء کرام f دنیا کے جو متمدن علاقے میں آئے تھے جہاں زندگی کے لئے نہایت سازگار ماحول تھا اور دن رات کے معمولات دینی و دنیاوی سرگرمیوں کے لئے موزوں ترین تھے، ان علاقوں سے باہر پیغمبر تشریف نہیں لائے۔

2۔ حضرت ابراہیم d کے بعد اللہ تعالیٰ نے پیغمبری صرف اُن کی اولاد میں مختص فرمادی اور بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل ہی اس کام کے لئے چنے گئے۔

3۔ حضرت ابراہیم d کے بعد پیدا ہونے والا کوئی نبی حضرت ابراہیم d کی اولاد سے باہر نہیں ہے۔

4۔ بنی اسرائیل نے قتل انبیاء کرام f کا جرم کیا اور یوں 600ق م سے حضرت عیسیٰ d تک مصنوعی انقطاع وحی ہوگیا اور حضرت عیسیٰ d سے حضرت محمد ﷺ تک فترۃ الوحی منشاء الٰہی قرار پایا۔ گویا یہ بارہ صدیاں دنیا میں کوئی نبی نہیں تھا اور کوئی آسمانی وحی نہیں تھی تورات، زبور اور انجیل چھپادی گئیں تھیں۔ تا آنکہ حضرت محمد ﷺ تشریف لے آئے۔

5۔ ان بارہ صدیوں میں دنیا کے تمام لادین فلسفیانہ مذاہب پیدا ہوئے اور جوان ہوکر

دین کے مقابل ہوگئے۔ یونان، ایران، ہند، چین کے تمام معروف فلاسفہ اسی دور میں آئے تا آنکہ حضرت محمدﷺ کی تشریف آوری کے بعد چھ صدیوں تک کوئی معروف فلسفی دنیا کے کسی کونے میں پیدا نہیں ہوا اور نہ کوئی باطل فلسفہ حیات پروان چڑھ سکا۔

6 بنی اسرائیل نے یونانی فلاسفہ کی سرپرستی کی اور ان نظریات کو موقع ملتے ہی موجود عالمی حکومت میں اہمیت دی تاکہ مذہب کا توڑ کیا جا سکے۔

7 مدینے میں جو یہودی آباد تھے وہ غالب اکثریت صہیونیت کے پرستار تھے اور قتل انبیاء f کی اپنی روش کے مطابق آپﷺ اور آپ کے مشن کو ختم کرنے آئے تھے اور اسی کے درپے رہے اگرچہ اپنے مشن میں وہ بری طرح ناکام ہوئے اس لئے کہ آپﷺ آخری رسول تھے اور قرآن مجید آخری کتاب جس کی خصوصی حفاظت کا اہتمام کیا گیا تھا۔

# باب 1

## تمہید

## یاجوج وماجوج کے تذکرے

(ا) قرآن مجید میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ

(ب) لسانِ رسالت ﷺ سے یاجوج ماجوج کا تذکرہ

(ج) یاجوج ماجوج کا تذکرہ ہندوروایات میں

(د) یاجوج ماجوج کے بارے میں مسیحی نقطہ نظر

(ہ) یاجوج ماجوج سے متعلق یہودی نقطہ نظر

مختلف نقطہ ہائے نظر کا تجزیہ وتبصرہ

## مقابیس الحکمت

(دوسری مطبوعات سے اقتباسات)

مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا مناظر احسن گیلانی

محمد انیس الرحمٰن

# تمہید

## حصہ اوّل

1۔ آسمانی مذاہب جن کی بنیاد آسمانی وحی اور نبوت پر ہے وہ تین ہیں یہودیت، نصرانیت اور اسلام۔ آغاز سے آج تک ان مذاہب کے ماننے والوں میں یاجوج وماجوج اور دجال کے الفاظ بڑے مانوس ہیں اور زبان زدعوام بھی ہیں۔ جہاں تک آج کے فلسفیانہ مذاہب کا تعلق ہے یعنی ہندوازم، سیکولرازم، جین مت، بدھ ازم وغیرہ ـــــ ان میں بھی بعض اصطلاحات اور الفاظ جو 'شرّ محض' کے نمائندے کے طور پر پائے جاتے ہیں۔ شاید یہ ان مذاہب کے عروج کے دور میں شر کے نمائندے تھے یا ان مذاہب کے مخالف اور معاند تھے۔ واللہ اعلم

2۔ ذرا گہرائی میں جائیں اور غور کریں تو تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ بعض فلسفیانہ مذاہب کی بنیاد بھی دراصل اپنے قدیمی آسمانی مذاہب اور وحی ونبوت کی تعلیمات پر ہی تھی جو مرور زمانہ سے خالص مادی نظریہ یا سیکولر طرزِ زندگی کی شکل اختیار کر گئے۔

3۔ تاریخ انسانی اور سوشل سائنسز پر جو بھی کام ہوا ہے کہا جا سکتا ہے اور آج کے انسان کا بظاہر یہی دعویٰ ہے کہ ہم نے غیر جانبدارانہ انداز میں تاریخ اور واقعات کا جائزہ لے کر بعض نظریات اختیار کیے ہیں یا ردّ کیے ہیں۔ مگر یہ بات صرف سطحی طور پر ہی صحیح ہے اور ہمارے نزدیک فطرتاً کوئی شخص 'غیر مذہبی' ہو ہی نہیں سکتا چاہے وہ کتنا ہی جدّت پسند، ماڈرن اور آزاد خیال نظر آئے۔ لہٰذا آج تک کوئی تاریخی تجزیہ، تاریخ نگاری کی کوئی کاوش، کوئی منظّم اجتماعی نظام، کوئی اجتماعی نظریہ یا سوچ، کائنات کے آغاز وانجام کا کوئی نقطہ نظر ـــــ درحقیقت غیر مذہبی ہو ہی نہیں سکتا ہے مذہب دوستی نہ سہی مذہب دشمنی ضرور اس کے خمیر میں شامل ہوگی۔

4۔ روئے ارضی پر انسانیت کی تاریخ میں خیر وشر کی ایک مسلسل جاری جنگ کا تصور ہر دور میں موجود ہے اور یہ تلخ حقیقت بھی سامنے ہے کہ شعورِ انسانی میں 'خیر' اور فلاحِ انسانی کا دور ہمیشہ 'آسمانی وحی' کی بنیاد پر ہی آیا ہے اور 'شر' ہمیشہ خدا بیزار، وحی دشمن، اخلاق دشمن، انسان دشمن، علم دشمن رویوں اور اس کے علمبردار معاشروں کو ہی سمجھا گیا ہے۔ خیر وشر کا یہ معرکہ زمانہ قبل از تاریخ سے لے کر مستقبل میں 'الملحمۃ الکبریٰ' یا "ARMAGADON" تک کے تصوّر میں بھی مضمر نظر آتا ہے۔

خیر وشر کی اس جاری جنگ میں جو حقیقتاً آغاز سے آج تک دن کے چوبیس گھنٹے اور ہفتے کے سات دن (24/7) جاری رہی ہے اور رات دن میں ایک سکینڈ کا وقفہ بھی نہیں آیا۔ اس جنگ میں پراپیگنڈا اور میڈیا کے زور پر زمانہ قدیم میں بھی اور آج بھی یہ ضرور سامنے آتا ہے کہ حق تو حق ہے وہ اپنے آپ کو بارہا منوالیتا ہے مگر باطل نظریات، قوتیں اور نقطہ ہائے نظر جو دراصل ابلیسی اور شیطانی ہی ہوتے ہیں ——— جب غلبہ حاصل کرتے ہیں تو اپنے آپ کو بطور 'حق' پیش کرتے ہیں اور 'الحق' کو بطور اپنے 'دشمن' اور اپنے جدید، لبرل اور حیوانی معاشرتی اقدار کے دشمن اور ANTI کے طور پر پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

5۔ یہ بات اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ روئے ارضی پر تاریخ انسانی کی سب سے قدیم مستند اور منطقی (LOGICAL) تشریح وتعبیر مذہب کی دنیا میں ہی موجود ہے اور وہ بھی آسمانی وحی کی شکل میں ہے۔ آج مغرب نے ترقی کر کے اعداد وشمار اور STATISTICAL TACTICS کے ذریعے زمین کی عمر، کائنات کا آغاز، BIG BANG، انسان کی تخلیق اور اس کے مراحل کے بارے میں کچھ توجیہات پیش کر کے قدیم تاریخی شواہد کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کام ابھی جاری ہے مگر دن بدن سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ چونکہ قدیم آسمانی مذہبی حقائق کی بھی تصدیق وتائید ہو رہی ہے لہٰذا جدید مغربی مفکّرین کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود، قدیم آسمانی شواہد کی اہمیت کم نہیں ہوسکی۔ نہ مذہب کو انسان سے غیر متعلق قرار دیا جاسکا ہے بلکہ عوامی اور اجتماعی سطح پر انسانی شعور میں مذہب کی اہمیّت اور حقّانیت میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

6۔ اُوپر درج حقائق اور مفروضات کی بنیاد پر ہم ان سطور میں 'یاجوج ماجوج' کی

وضاحت مذہب کے نقطہ نظر سے ہی کرنے پر مجبور ہیں۔ اگرچہ اپنی بات کی تائید اور مخالفت میں آنے والے سیکولر خیالات کا تذکرہ بھی ناگزیر ہوگا۔

## حصہ دوم

گزشتہ نصف صدی سے علوم و معارف تک رسائی جتنی آسان ہوئی ہے اس سے قبل یہ ممکن نہیں تھی اور اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ مسلمانوں میں تو عربی زبان قرآن و حدیث کی زبان تھی جو 'عالم اسلام' میں علم کی زبان تھی اس کے ذریعے مقامی سطح کی معلومات بھی حاصل کی جا سکتی تھیں۔ مگر غیر مسلم دنیا میں کوئی ایک زبان نہیں تھی۔ آج انگریزی ایک لحاظ سے بین الاقوامی زبان ہے اور اس زبان میں دنیا بھر کا 'علم' موجود ہے۔

مزید برآں آج سے دو تین صدیاں پہلے جب پریس آیا ہے اور کتابیں چھپنا شروع ہوئی ہیں تو فروغِ علم کو ایک شاندار مہمیز ملی ہے اس سے پہلے کتابوں کی خرید اور ان تک رسائی بہت مشکل کام تھا، اصل کتابوں کا حصول ایک مسئلہ ہوتا تھا کہ کتابیں نقل ہوتی تھیں گروہی، انسانی، مذہبی اور علاقائی مفادات کتابوں اور علم کی ترویج میں رُکاوٹ بن جاتے تھے۔ کتابوں کا عام ہونا ایک نہایت سست رفتار عمل تھا۔ مسلمانوں میں صحیح بخاری کتنی اہم کتاب ہے امام بخاری کی وفات 214ھ کی ہے مگر دہلی تک اس کتاب کے پہنچنے اور پھیلنے میں 750 سال لگ گئے۔ اس لئے کہ یہ کام شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا جو گیارہویں صدی ہجری کے آدمی ہیں۔ غیر اسلامی دنیا اور غیر مسلم آثار ابھی ظاہر نہیں تھے لہٰذا کسی بھی عنوان پر تحقیق آج کی طرح نہیں تھی۔ یاجوج ماجوج یا سائبریا اور روسی علاقہ جات کے علوم تک رسائی آج سے ہزار سال پہلے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا لہٰذا ہمارے اسلاف نے اس معاملے میں جو سطحی معلومات دی ہیں اُن حالات میں یہی کچھ ممکن تھا اور ہمیں اپنے اسلاف سے بدظن ہونے یا اُن کے بارے میں کوئی منفی تبصرہ کرنے سے اس وقت کے معروضی حالات کی وجہ سے گریز کرنا چاہیے۔ ان کے تبصروں اور تجزیوں کو بس قرآن و حدیث کے دلائل یا حقائق کی تشریح کی حیثیت سے قابل اعتناء سمجھنا چاہیے۔ تاریخی جغرافیائی اور دیگر تمدّنی معلومات کے باب میں اُن کی معلومات کی کمزوری سے صرف نظر کرنا ضروری ہے۔

## حصہ سوم

یاجوج و ماجوج کے بارے میں لکھتے ہوئے عصر حاضر میں ایک بات پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اب علم تک رسائی بہت آسان ہے، انٹرنیٹ کے ذریعے انسان دنیا بھر کی معلومات کا جائزہ لے سکتا ہے۔ جغرافیائی طور پر GOOGLE EARTH سے زمین کے چپے چپے کے بارے میں معلومات ہر شخص کی دسترس میں ہیں۔ کتابیں ہیں رسائل ہیں دیگر معلومات کے ذرائع ہیں لوگ ملکوں ملکوں میں سفر کر رہے ہیں علاقائی معلومات اب عام ہیں۔ پاکستان میں مکہ مدینہ کی معلومات رکھنے والے اب ہزاروں لاکھوں لوگ ہوں گے۔ امریکہ، برطانیہ کے معاملات اور حالات کے عینی شاہد لاکھوں ہوں گے۔ یہ معلومات کی سہولت ایک طرف ——— مگر اس کے ساتھ ساتھ چونکہ عالمی سطح پر یہود اور نصاریٰ بڑے مؤثر ہیں اور چھائے ہوئے ہیں۔ یہ بات حقیقت ہے کہ یہ قوتیں اپنے تبصروں اور تجزیوں میں دجال، آرمیگاڈان اور یاجوج و ماجوج کا نام تک لینے سے گریزاں ہیں۔ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس قضیئے اور عمل کی کچھ خاص، گہری اور عالمی وجوہات ہیں جس کی وجہ سے عالمی طاقتیں معلومات کے باوجود شر کی قوتوں کی نشاندہی کرنے سے گریزاں ہیں جبکہ خیر کی قوتوں کو 'شر' قرار دے کر ان سے نبرد آزما ہیں اور صلیبی جنگوں کے الفاظ تک ادا کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ آخر کیوں؟ اس سوال کا کسی قدر تفصیلی جواب تو اس پوری تحریر اور یاجوج ماجوج نمبر کے مطالعے سے ہی ان شاء اللہ سامنے آئے گا۔ مگر ایک بات بڑی واضح اور نوشتہ دیوار ہے کہ آج کی عالمی طاقتیں دجال اور یاجوج ماجوج کے بارے میں صحیح معلومات رکھنے کے باوجود اس کو صیغہ راز میں رکھ رہی ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ میڈیا اور کتابوں میں ہے وہ اصل حقائق کا ایک 'بے ضرر' سا حصہ ہوگا جو عام کرنے میں ان 'قوتوں' کا کوئی نقصان نہیں ہے اور دشمن ان معلومات کو حاصل کر بھی لے تو ان کی بنیاد پر وہ ان حالیہ مقتدر مغربی طاقتوں کو کوئی بڑا نقصان (DENT) نہیں پہنچا سکتا۔

پس ——— قارئین اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ سابقہ دور میں تو دجال اور یاجوج و ماجوج سے متعلق معلومات حاصل کرنا کچھ اور وجوہات سے مشکل تھا مگر آج معلومات ہونے کے باوجود ان تک رسائی جان بوجھ کر مشکل بنا دی گئی ہے۔ لہٰذا آج جس قدر معلومات میسر آسکیں تو وہ

بھی شیر کے منہ سے نوالہ چھیننے کے مترادف عمل ہے یا اس سے بھی زیادہ مشکل کام۔

---

اس خصوصی اشاعت کے ذریعے ہماری خواہش ہے کہ ہم قارئین حکمت بالغہ اور مسلمان اہل علم اور دیگر زعماء ملت وبہی خواہانِ اُمت تک ایسی معلومات بہم پہنچا سکیں جو مستقبل قریب میں آنے والے حالات و واقعات کو سمجھنے اور اپنے لئے کوئی فائدہ مند، محفوظ اور اسلام کی سربلندی کی طرف لے جانے والا راستہ نکال سکیں۔وما ذالك على الله بعزيز

---

# یاجوج وماجوج کے تذکرے

تاریخی اعتبار سے یاجوج وماجوج کے تذکرے تین انداز سے ملتے ہیں۔سب سے مستند شہادت اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید کی ہے۔ پھر اہل کتاب کے ہاں بائبل میں اشارۃً اس گروہ کا تذکرہ ہے۔اسی طرح اس گروہ کا تذکرہ قدیم ہندو روایات میں بھی ملتا ہے۔

گواہی کے انداز، اس کی حقیقت اور لہجے کے لحاظ سے یہ تینوں تذکرے الگ الگ درجے کی شہادتیں ہیں۔قرآن مجید کی شہادت میں اس گروہ کا تعارف ایک شریر اور ابلیسی رویوں کے حامل گروہ کے طور پر ہے جس کا طرزِعمل خدا بیزار، مذہب دشمن، انسان دشمن اور اخلاق دشمن ہے اور اس کا وجود نسل انسانی کے لئے ایک خطرے کی علامت ہے۔اس گروہ سے متنبہ ہو کر اس سے بچاؤ کی تدابیر کرنا نہایت ضروری ہے۔

جبکہ بھارت کی قدیم روایات اور مذہبی کتابوں میں اس خطرناک گروہ کا تذکرہ ایک خبریہ انداز میں ہے کہ اس طرح کا ایک گروہ دنیا میں پایا جاتا ہے جس نے انسانیت کو ہمیشہ نقصان پہنچایا ہے اور اس نے انسان کے جان و مال کے علاوہ اخلاق واطوار کا بھی جنازہ نکال دیا ہے۔

تیسری طرف اہل کتاب کے ہاں اس کا تذکرہ ایسے اشاروں اور کتابوں میں ملتا ہے جو جاننے والوں کے لئے تو بڑے واضح ہیں مگر عام آدمی کیا پڑھا لکھا آدمی بھی پہلی دفعہ اس سے کچھ نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہے۔اس تذکرہ میں دجال اور یاجوج وماجوج کے تصورات کو یکجا کر دیا گیا ہے جس سے معاملہ مزید الجھا ہوا ہے۔

یہ تینوں شہادتیں درج ذیل ہیں:

## (ا) قرآن مجید میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ

(1) قرآن پاک میں یاجوج ماجوج کا ایک تذکرہ سورۃ الانبیاء میں آیا ہے

وَ حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ O حَتّٰیٓ اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ O(21--95-96)

''اور جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کردیا مجال ہے کہ (رجوع کریں) رجوع نہیں کریں گے یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے اُتر رہے ہوں''

یعنی ـــــ اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو پیغمبروں کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کیا وہ اللہ تعالیٰ کے اٹل قانون کے مطابق دوبارہ دنیا میں کبھی اپنی جگہ آباد نہیں ہوسکیں اور نہ اقتدار پاسکیں سوائے۔ ایک استثناء کے کہ جب یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے پھیل رہے ہوں گے۔ اس بیان میں بہت سی باتیں وضاحت طلب ہیں جن کا تذکرہ آگے اپنی جگہ پر آئے گا۔

(2) یاجوج و ماجوج کا دوسری مرتبہ تذکرہ حضرت ذوالقرنین کے اپنی سلطنت کے ایک دور دراز (REMOTE) علاقے کے دورے کے موقع پر ایک مقامی قوم کی شکایت میں آیا ہے

قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَدًّا O (18-94)

''ان لوگوں نے کہا کہ ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد مچاتے رہتے ہیں بھلا ہم آپ کے لیے مالی وسائل (کا انتظام) کردیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیں''

یہ علاقہ کونسا ہے؟ یہ قوم کونسی قوم ہے؟ یاجوج ماجوج کیا کرتے تھے؟ وہ آکر کس طرح کا فساد مچاتے تھے؟ تاریخ کے اوراق اس 'دہشت گردی' کا کوئی ریکارڈ پیش کرتے ہیں یا نہیں؟ یاجوج و ماجوج صرف اسی جگہ سے دراندازی کرکے علاقوں اور آبادیوں کو تاخت و تاراج کرتے تھے یا روئے ارضی پر اس علاقے کے علاوہ اور بھی راستے ہیں جہاں اس طرح کے حملے ہوتے رہتے تھے؟ ـــــ یہ اور اس قسم کے دیگر سوالات ان آیات میں جواب طلب ہیں۔ آئندہ صفحات

میں ان شاءاللہ ان سوالوں کا مناسب جواب سامنے آئے گا۔

یہاں حضرت ذوالقرنین کے جس سفر کا ذکر ہے اس کے ساتھ ہی قرآن مجید میں دو اور اسفار کا بھی ذکر ہے ایک مغرب کی طرف بحیرۂ روم کے کنارے تک، دوسرا مشرق میں بولان RANGE کے پہاڑ عبور کر کے موجودہ پاکستان کے علاقے میں اور تیسرا اوپر مذکور مقام ہے۔ ہماری دانست میں قربِ قیامت میں یاجوج ماجوج کی تباہ کاریوں کے میدان کا حدود اربعہ انہیں مقامات سے معین کر دیا گیا ہے اور یہی علاقے اب مستقبل قریب میں دجال اور یاجوج ماجوج کی انسان دشمن کاروائیوں کے میدان کارزار بننے والے ہیں۔ (واللہ اعلم)

## (ب) لسانِ رسالت ﷺ سے یاجوج ماجوج کا تذکرہ

ہم یہاں پر مختلف احادیث علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجی رحمہ اللہ (1103ھ) کی کتاب سے نقل کر رہے ہیں:

### نسب یاجوج وماجوج

''وہ بنوآدم ہیں از بنو یافث بن نوح d۔ اسی پر وہب بن منبہ نے جزم فرمایا۔ اسی پر بہت سے متاخرین نے اعتماد کیا ہے۔ بعض نے کہا وہ ترک سے ہوں گے۔ یہ ضحاک نے کہا ہے اور بعض نے کہا کہ یاجوج ترک سے ہوں گے اور ماجوج دیلم سے۔''

### حلیہ یاجوج ماجوج

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یاجوج وماجوج تین قسم کے ہیں (I) ان کے اجسام ارز کی طرح ہیں اَرْ ز (بفتح الھمزہ وسکون الراء پھر زاء) وہ ایک بڑا درخت ہے۔ (ابن حاتم) نہایہ میں ہے کہ ارز ایک لکڑی مشہور ہے بعض نے کہا یہی صنوبر ارز ہے۔ (II) چار ہاتھ لمبے چار ہاتھ چوڑے ہیں۔ (III) ان کی ایک قسم ایسی ہے کہ ایک کان ان کا زمین پر ہوتا ہے دوسرے سے سارے جسم کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ حدیث سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ میں ایسے ہی وارد ہوا ہے۔

**فائدہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ یاجوج وماجوج میں سے بعض کا قد صرف ایک بالشت، بعض کا دو بالشت، سب سے لمبا صرف تین بالشت۔ (والحاکم من طریق ابی الجوزاء)

حضرت قتادہ نے فرمایا کہ یاجوج وماجوج کے بائیس (22) قبیلے ہیں۔ (حضرت سلطان سکندرؒ نے

اکیس (21) کے آگے دیوار کھینچ دی تھی ایک قبیلہ جنگ سے بھاگ نکلا وہ یہی ترک ہیں ان کے اکیس (21) قبیلوں کو دیوار حائل ہے۔)

سدّی نے فرمایا کہ ترک یاجوج و ماجوج کے سرایا میں سے ایک سریہ ہے وہ عرصہ سے غائب ہے۔ حضرت سکندرؒ نے یاجوج و ماجوج کے آگے دیوار کھینچی تو باہر والے باہر رہے۔ (ابن مردویہ) حضرت خالد بن عبداللہ بن حرملہ اپنی خالہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ تمہارا کوئی دشمن نہیں (یہ خام خیالی ہے اس لیے) کہ تم دشمنوں سے لڑتے رہو گے یہاں تک کہ تمہاری آخری جنگ یاجوج و ماجوج سے ہوگی وہ چوڑے چہرے والے، چھوٹی آنکھوں والے، سخت بالوں والے، وہ ہر ڈھلان سے نیچے اتریں گے گویا ان کے چہرے المجان المطرقہ ہیں (احمد، طبرانی)..........اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ ترک یاجوج و ماجوج کے قبائل سے ایک قبیلہ ہے۔ سخت قسم کے سرخ و سیاہی کے درمیان میں ہوں گے۔

(یاد رہے کہ چند صدیاں قبل تک مسلمانوں کا ایک طبقہ بھی 'سکندر' کو ذوالقرنین سمجھتا رہا ہے یہ ان کی کوتاہی تھی)

## سیرت یاجوج وماجوج

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ہر یاجوج و ماجوج ایک ہزار اولاد چھوڑ کر مرتا ہے۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ)

عمرو بن اوس اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ یاجوج و ماجوج جتنا چاہیں جماع کریں۔ ان میں کوئی ایک مرتا ہے تو ایک ہزار اولاد چھوڑ جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ (رواہ النسائی)

یاجوج و ماجوج سدِّ سکندری کو روزانہ کھودتے رہتے ہیں (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یاجوج و ماجوج روزانہ سدِّ سکندری کو کھودتے رہتے ہیں یہاں تک کہ قریب ہے کہ وہ اسے توڑ ڈالیں ان کا سربراہ کہتا ہے چلو اسے کل ہی توڑ ڈالیں گے۔ اللہ تعالیٰ دوسرے روز اسے پہلے سے بھی زیادہ سخت بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ انہیں لوگوں پر بھیجے تو آخر میں ان کا سردار کہے گا چلو کل ان شاء اللہ پڑھا ہوگا پھر جب اسی کل آئیں گے تو دیوار اتنا ہی باقی ہوگی

جہاں اسے چھوڑ کر گئے تھے اسے توڑ کر لوگوں پر ٹوٹ پڑیں گے۔

## شب معراج اور یاجوج ماجوج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب اسراء اللہ تعالیٰ نے مجھے یاجوج وماجوج کو دعوت اسلام دینے کے لیے بھیجا۔ میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی عبادت کی دعوت دی تو انہوں نے میری دعوت سے انکار کیا اور وہ دوزخ میں جائیں گے ان بنو آدم کے ساتھ جو میرے نافرمان ہیں اور اولاد ابلیس کے ساتھ۔ (رواہ نعیم بن حماد)

## یاجوج ماجوج کے خروج کا وقت

خروج یاجوج ماجوج کے بارے میں احادیث وارد ہیں:

1۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نے دجال کے ذکر اور اس کی سیدنا عیسیٰ d کے ہاتھوں ہلاکت کے بعد ذکر فرمایا کہ............عیسیٰ d کے پاس ایک قوم آئے گی جنہیں دجال سے اللہ تعالیٰ نے بچایا ہوگا ان کے چہروں پر حضرت عیسیٰ d ہاتھ پھیر کر ان کے جنت میں درجات بیان فرمائیں گے وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ d کو وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ ان کے ساتھ لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ میرے ان بندوں (جو آپ کے پاس حاضر ہوں گے) کو پہاڑ پر لے جایئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو خروج کا حکم فرمائے گا وہ لوگوں پر خروج کریں گے۔ آتے ہی تمام پانی پی جائیں گے اور لوگ (مؤمن) ان سے بچ کر قلعوں میں محفوظ ہو جائیں گے اور اپنے مویشی (جانور) بھی ساتھ لے جائیں گے یاجوج وماجوج تمام روئے زمین کا پانی چٹ کر جائیں گے یہاں تک کہ ان کا کوئی کسی نہر سے گزرے گا تو وہ اکیلا ہی تمام نہر کا پانی پی جائے گا یہاں تک کہ وہ نہر خشک ہو کر رہ جائے گی۔ لوگ ان کے بعد وہاں سے گزریں گے تو کہیں گے یہاں تو پانی کی نہر تھی۔ مؤمن لوگ سب کے سب قلعوں میں محفوظ ہوں گے یا شہروں میں ہوں گے۔

یاجوج ماجوج بحیرۂ طبریہ سے گزریں گے تو اس کا تمام پانی نگل جائیں گے یہاں تک کہ ان کے بعد بعض لوگ گزریں گے تو کہیں گے یہاں تو بڑی نہر (طبریہ) تھی لیکن اس وقت اس میں معمولی سا پانی ہوگا۔ حضرت عیسیٰ d اور آپ کے رفقاء قلعوں میں محصور ہوں گے خوراک وغیرہ

سب ختم ہوجائے گی اس وقت بیل اور گدھے کا ایک سر سو دینار سے زیادہ بہتر ہوگا۔(رواہ مسلم)

مسلم شریف وغیرہ کی ایک روایت میں ہے کہ یاجوج ماجوج کہیں گے ہم نے تمام اہل زمین کو مارڈالا اب چلو آسمان والوں کو بھی قتل کردیں وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلود کرکے واپس کرے گا۔

بعض روایات میں ہے کہ یاجوج وماجوج کا کوئی ایک اپنا حربہ لہرا کر آسمان کی طرف پھینکے گا تو اس کی طرف خون آلود ہوکر واپس آئے گا۔ یہ بھی ایک بڑی آزمائش اور فتنہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نبی حضرت عیسیٰ d اور آپ کے رفقاء اللہ تعالیٰ کی طرف التجاء کریں گے اللہ تعالیٰ کیڑے بھیجے گا جو یاجوج وماجوج کی گردنوں میں لٹک جائیں گے۔

<u>یاجوج ماجوج کی ہلاکت:</u>

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کے لئے کیڑوں جیسی شے بھیجے گا وہ کیڑوں کی طرح ہوگی جیسے اُونٹوں اور بکریوں کی ناک میں ہوتی ہے۔(نغف بفتح النون و الغین المعجمہ) وہ کیڑا جو اُونٹوں اور بکریوں کی ناک میں ہوتا ہے۔) یاجوج ماجوج صبح کے وقت مرے پڑے ہوں گے۔ گویا وہ ایک ہی آن میں تمام ہلاک ہوں گے ان کی کسی قسم کی آواز سنائی نہ دے گی۔ مسلمان کہیں گے کوئی ہے جو جان کی بازی لگا کر ان دشمنوں (یاجوج وماجوج) کی خبر لے آئے۔ ایک مرد مولیٰ اپنی جان اللہ کے نام پر قربان کرکے نیچے اُترے گا اسے یقین ہوگا کہ میں بچ کر واپس نہیں لوٹ سکوں گا جب وہ اُترے گا تو دیکھے گا کہ وہ (یاجوج و ماجوج) ایک دوسرے پر مرے پڑے ہیں۔ وہاں سے پکارے گا مسلمانو! مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری دشمن سے کفایت کی ہے۔ تمام لوگ اپنے شہروں اور قلعوں سے نکل کھڑے ہوں گے اور اپنے مویشی (جانور) بھی ساتھ لائیں گے لیکن ان جانوروں کے لیے گھاس وغیرہ نہ ہوگا بس اب ان کا اپنا گوشت ہی ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ خود بخود ہی موٹے ہوجائیں گے ایسے کہ جیسے بہترین جانور موٹے ہوتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ d اپنے رفقاء سمیت زمین کی طرف تشریف لائیں گے زمین کے چپہ چپہ پر یاجوج ماجوج کی بدبو پھیلی ہوگی لوگوں کو وہ بدبو کھا رہی ہوگی وہ اس وقت کہیں گے اس جینے

سے موت بھلی۔ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کریں گے اللہ تعالیٰ آٹھ دنوں تک غبار آلود ہوا بھیجے گا لوگوں پر غبار اور دھواں ہی ہوگا اس سے وہ زُکام (نزلہ وغیرہ) میں مبتلا ہو جائیں گے اس کے بعد تین دنوں کے بعد نجات پائیں گے۔ وہ ہوا یاجوج وماجوج کے مردار کو دریا میں پھینک دے گی۔

## یاجوج وماجوج کی لغوی تحقیق:

یاجوج وماجوج کے اشتقاق میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا أجج النار سے ہے بمعنی آگ کا شعلہ بعض نے کہا الأجة (بالتشدید) سے ہے بمعنی اختلاط یا سخت گرمی۔ بعض نے کہا ألاج سے ہے بمعنی تیز دوڑنا۔ بعض نے کہا الأجاجة سے ہے بمعنی سخت کڑوا پانی۔ بہر حال جو بھی ہے یاجوج وماجوج وزن یفعول مفعول ہیں، یہی عاصم کی قرأت ہے، یہی واحد امام ہیں جو انہیں ہمزہ پڑھتے ہیں باقی ائمہ تجوید الف مہملہ از ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ دونوں بروزن فاعول یجّ و مجّ۔ بعض نے کہا کہ یہ یاجوج وماجوج سے ہے بمعنی اضطرب اس کا وزن مفعول ہے یہ ابوحاتم نے کہا ہے اور فرمایا کہ یہ دراصل مؤجوج تھا (ہمزہ الف سے تبدیل ہوا) جملہ اشتقاقات ان کے حال کے مطابق ہیں بعض نے کہا کہ ان کا اشتقاق ماج سے موزوں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فرمایا: وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوجُ فِي بَعْضٍ۔ (الکہف آیت 99) ''اور اُس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر ریلا (سیلاب کی طرح) آوے گا۔''

## (ج) یاجوج ماجوج کا تذکرہ ہندو روایات میں

☆ دنیا کے قدیم لٹریچر میں ہندو مذہب کی روایات میں ایک ایسی قوم کا ذکر ملتا ہے جس کے رویے 'یاجوج وماجوج' کی طرح ہی ہیں۔ 'کوکا' اور 'وی کوکا' کے دو الفاظ حیران کن حد تک اسی گروہ پر صادق آتے ہیں۔ جناب عمران این حسین اپنی کتاب

AN ISLAMIC VIEW OF GOG AND MAGOG
IN THE MODREN WORLD

کے صفحہ 97 پر رقم طراز ہیں:

"It is only when one is convinced that one has

penetrated and understood the subject as explained rom the blessed Qur'an as well as from the supporting data provided by Prophet Muhammad (sallalahu 'alaihi wa sallam) that additional material located in previous scriptures can be included in the study of the subject. Such material, located in the Bible as well as in such Hindi scriptures as the Kalki Purana (which makes mention of Koka and Vikoka who will fight against Kalki) should be very carefully studied and analyzed to determine harmony or discord with the system of meaning derived from the Qur'an and Ahadith. Only thus can such data be validated, and only then can such data shed legitimate additional light on the subject."

''جب کوئی شخص اس موضوع پر قرآن و حدیث میں موجود مواد کو سمجھ چکا ہو پھر وہ پرانی مذہبی صحیفوں میں موجود مواد کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ یہ مواد جو بائبل کے علاوہ ہندی صحیفوں جیسے کالکی پرانہ (جو کوکا اور وِکوکا کا ذکر کرتا ہے جو کالکی کے خلاف جنگ کرے گا) میں ہے، کا احتیاط سے مطالعہ اور تجزیہ کرنا چاہیے تاکہ اس کی قرآن و حدیث سے ہم آہنگی یا اختلاف کا تعین کیا جا سکے۔ صرف اس طرح ایسی معلومات کی توثیق کی جا سکتی ہے اور صرف اسی صورت میں یہ مواد اس موضوع پر اضافی روشنی ڈال سکتے ہیں''

☆ یہاں ایک قابل ذکر بات ہے کہ یاجوج ماجوج والوں کی فسادی فطرت کا تجربہ ماقبل از تاریخ ایام میں بھی ہوتا رہا ہے اور اگرچہ یہ بات قرآن ہی سے معلوم ہوتی ہے کہ ذوالقرنین کے عہد میں اسی کی شکایت کی گئی۔ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی معمولی لفظی تغیر یعنی بجائے یاجوج ماجوج کے کوک وکوک کے الفاظ ملتے ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے اسی یاجوج ماجوج کا تلفظ گوگ ماگوگ، غوغ وماغوغ وغیرہ شکلوں میں پایا جاتا ہے۔ رگ وید میں رچا 22 سکتہ 4 منڈل 7

کا ایک دُعائی فقرہ ہے کہ ''رہے مالک! ہماری عبادت گاہوں کو کوک کی کھنڈت سے بچا''
اس میں تو صرف کوک کا ذکر ہے لیکن ''کلکی پران'' کے نام سے جو کتاب ہندوؤں کے ہاں پائی جاتی ہے اس میں کوک کے ساتھ وکوک کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی کہ ان کے رتھ (سواری) کا رنگ کالا ہوگا اور چھچھوندر، کتے، گدھے وغیرہ کی آواز اس سے نکلے گی اور ان کی آنکھیں کنجی ہوں گی۔
(دیکھو مقدمہ تفسیر غایۃ البرھان) (تذکیر بسورۃ الکھف، حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی)

## (د) یاجوج ماجوج کے بارے میں مسیحی نقطہ نظر

مسیحی نقطہ نظر بائبل کے عہد نامہ جدید سے لیا جاسکتا ہے تاہم اس کے مندرجات میں اتنی گنجلک اور بات کو چھپانے کی کوشش شامل ہے کہ غیر مسیحی لوگوں کے لئے سمجھنا مشکل ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم ان اشاروں سے براہ راست کوئی قابل فہم نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہیں۔ پہلے بھی مشاہدہ یہی ہے کہ اہل علم تو بعض دیگر ذرائع سے رہنمائی پا کر کسی حقیقت کے بہت قریب پہنچ جاتے ہیں اور اس طرح مسیحی نقطہ نظر کے اشاروں کو زبان دینا آسان ہوجاتا ہے مگر عام قاری کے لیے یہ بات تقریباً ناممکن ہے۔

اس باب میں ہم چونکہ براہ راست مسیحی نقطہ نظر سامنے لانا چاہتے ہیں اس لئے ہم عصر حاضر کے ایک مشہور مسیحی خطیب JEREMIAH کے ایک خطاب کا ایک حصہ نقل کر رہے ہیں۔ یہ خطاب درج ذیل ایڈریس پر کمپیوٹر پر دیکھا جاسکتا ہے۔

http://www.arewelivinginthelastdays.com/article/gogmagog/gogmagog.htm

One of the most important and dramatic prophecies in all of the Bible, which is given by Ezekiel some 2600 year ago, this prophecy commonly referred to as prophecy of Gog and Magog, is the most detailed prophecy concerning a war found in all of the Bible. This prophecy predicts a last day invasion of Israel from every direction by an incredibly huge coalition of nations led by Russia and Iran. At the time of this invasion Israel will just have signed a covenant with a new leader

of European Union. Because of this agreement Israel will be with peace with his Islamic neighbors. The people of Israel who have come to believe that it last all of conflict they have experienced in all of their history is over and the European powers will now step along side of them and protect them from any outside trouble especially from Russia who has this time joined forces with Iran to develop weapons for the purpose of destroying Israel. The Bible say that at this particular time when Israel is at peace a coalition of nations will arise under the leadership of Russia and will march against Israel in a battle like no battle that ever been fought in history. Here from the book of Ezekiel are the

words that predict that part of our story today: (Ezekiel 38:1-6) And the word of the LORD came to me saying, "Son of Man, Set your face toward Gog of the land of Magog, the prince of Rosh, Meshech and Tubal and prophesy against him and say 'thus says the Lord GOD, behold, I'm against you O Gog, prince of Rosh, Meshech and Tubal. I will turn you about and put hooks into your jaws and I will bring you out and all your army, horses and horsemen all of them splendidly attired, a great company with buckler and shield. All of them welding swords. Persia (Cush) Ethiopia and Put with them. All of them with shield and helmet. Gomer with all its troops. Beth-togarma from the remote part of the north with all its troops -many people with you. And you will come up against my people Israel like a cloud to cover the land. It shall come about in the last days that I will bring you

against my land.

The prophecy of Ezekiel is a prophecy of Gog & Magog and it begins with list of proper names. The identity of these nations here is an interesting study. The nations of Ezekiel prophecy are the grand children & great grand children of Noah. These nations which no longer most of them go by their original names will ultimately form a coalition that will march against Israel. As we take note of these names, we will identify them on today's world map. And we will be able to see the awesome picture of this feeder of war that Ezekiel predicts for the future.

In beginning of prophecy, we run into the name Gog. Gog is found 11 times in Ezekiel Chapter 38 & 39 and it is often listed among nations but Gog is not a nation. It is a name of ruler or the man at top. It is clear that the Gog is an individual because GOD addresses him as such several times. So in the beginning of this prophecy we have this important person, this person is called Gog, the ruler the one who is at the top. It could be well reference to the person who is President of Russia or premier of Russia at the time because Russia will surely take the lead and all of this.

Magog is the land where Gog is, where the leader is. Magog in today's map is that part of Soviet Union that was lost when the Soviet Union splits apart. All of these nations are gathered in one place. The nations like Kazakhstan, Karghistan, Uzbekistan, Tajikistan, Turkmenistan, possibly even Afghanistan. Magog is made up of

nations that were formally a part of Soviet Union. One thing is certain, all these names that I read, refer to a territory either now included in the boundary of or immediately adjacent to what is now, Asiatic Russia.

Rosh, when the Soviet Union collapsed back in 90s, many of us thought that Russia's day of power and prominent were over. We thought that unless we were student of Bible. Unless the two decades later, we find Russia resurging itself, seeking to reclaim all the ground that they lost. Someone is said that the Russia is a bear. Now she is like a mama bear and she is trying to get back the place of recognition. Puton & Russia will do every thing to reclaim its center stage in world's theater. So if you look at Rosh at map it is the modern day Russia. The term Rosh is found over 600 times in Bible and during Ezekiel's time Rosh were all those who living north of Black Sea. In the prophecy of Ezekiel 38 & 39, we were told three times that the part of invading force that coming against in Israel in future, is coming from extreme north and the only nation in the extreme north of Israel is Russia. And so on the map, in the language of Ezekiel, the term Rosh is synonyms for Russia.

Meshech and Tubal (often read together) are the nations that are the part of Turkey. In this prophecy of Ezekiel, there are many terms that are referred to the sections of Turkey and you will see that Meshech and Tubal will also a part of this coalition.

Persia is found 35 times in Old Testament. Persia is the old name for Iran. In March 1935, the

ancient nation of Persia became the nation of Iran and after four and half decades, Iran officially changed his name and now it is called Islamic Republic of Iran. Its population is 70 Million peoples. Iran is the heart beat of militant Islam. So, Persia on map, you will see the Iran, a very very dangerous neighbor to Israel.

Cush, on the map is current Ethiopia. And the Libya is Put, as refer to inciat map. Gomer & Beth-togarma are also referred to part of Turkey.

ترجمہ: بائبل کی سب سے اہم اور ڈرامائی پیشین گوئیوں میں سے ایک یاجوج ماجوج کی پیشین گوئی ہے جو کہ حضرت حزقیل نبی نے 2600 سال پہلے پیش کی۔ یہ جنگ کے حوالے سے بائبل کی سب سے تفصیلی پیشین گوئی ہے۔ یہ پیشین گوئی آخری دنوں میں روس اور ایران کی قیادت میں ایک بہت بڑے اقوامی اتحاد کی اسرائیل پر حملے کی پیشین گوئی ہے۔ اس حملے کے وقت اسرائیل نے یورپین یونین کے نئے لیڈر سے ایک معاہدہ پر دستخط کیے ہوں گے۔ اس معاہدے کی وجہ سے اسرائیل اپنے اسلامی پڑوسیوں سے امن میں ہوگا۔

اسرائیل کی عوام کو یقین ہوگا کہ ان کی تاریخ کے سارے تنازع ختم ہوگئے ہیں اور یورپی طاقتیں اب ان کے ساتھ ہوں گی اور بیرونی مشکلات سے ان کو بچائیں گی خاص طور پر روس سے جس نے اسرائیل کو تباہ کرنے کے لیے ایران کے ساتھ مل کر ہتھیار بنانے شروع کر دیے ہیں۔ بائبل کہتی ہے کہ جب اسرائیل اپنے پڑوسیوں سے امن میں ہوگا اس وقت روس کی قیادت میں اتحادی اقوام کھڑی ہوں گی اور اسرائیل پر ایسے حملے کے لیے نکلیں گی جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا ہوگا۔

حزقیل نبی کی کتاب سے کچھ الفاظ جو ہمارے بیان کی تائید کرتے ہیں:

حزقیل نبی (38:1 تا 6) ''اور خدا کا مجھے یہ حکم آیا ہے کہ بنی آدم اپنا چہرہ یاجوج (ماجوج کی زمین سے ہے) روش کے شہزادے، مشیش اور تابول کی طرف کرلو' اور ان کے خلاف پیشین گوئی کی اور کہا'' خدا کہتا ہے کہ اے یاجوج، روش کے شہزادے، مشیش اور تابول رکو میں تمہارے خلاف ہوں۔ میں تمہارا رُخ پھیر دوں گا اور تمہارے جبڑوں میں لگام ڈال دوں گا اور

میں سب کو اور تمہاری فوج، گھوڑوں اور سواروں کو جن کے پاس ڈھالیں ہوں گی اور ہر ایک نے تلوار اُٹھا رکھی ہوگی باہر نکال لاؤں گا۔ ایران (کوش) ایتھوپیا اور پٹ ان کے ساتھ ہوں گے ہر کسی کے پاس ڈھال اور خود ہوں گے۔ گومر اپنے تمام افواج کے ساتھ اور بیتھ ٹاگورنا (شمال کے دور دراز کے علاقے سے) اپنی افواج کے ساتھ تمہارے ساتھ ہوں گے اور تم مرے لوگوں یعنی اسرائیل کے خلاف آؤ گے ایک بادل کی طرح جو زمین کو ڈھانک لیتا ہے۔ یہ آخری دنوں میں ہوگا اور میں تمہیں اپنی زمین کے خلاف لاؤں گا۔''

حزقیل نبی کی پیشین گوئی ''یاجوج ماجوج کی پیشین گوئی ہے اور اس میں باقاعدہ نام ہیں ان اقوام کی پہچان ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔ **حزقیل** کی اقوام نوح علیہ السلام کے پڑپوتوں کے پڑپوتے ہیں۔ زیادہ تر اقوام (جو اپنے اصل نام سے باقی نہیں ہیں) اسرائیل کے خلاف ایک اتحاد بنائیں گی۔

اب ہم انہیں آج کی دنیا کے نقشے پر دیکھتے ہیں اور اس طرح مستقبل کے لیے ہمارے سامنے **حزقیل** کی پیشین گوئی کی عجیب تصویر سامنے آتی ہے۔

یاجوج: سب سے پہلے یاجوج کا نام ہے۔ یاجوج کا نام کتاب **حزقیل** باب (38 اور 39) میں 11 مرتبہ آیا ہے اور عام طور پر اسے اقوام کے ساتھ لکھا گیا ہے مگر یہ قوم نہیں ہے بلکہ یہ ایک بادشاہ یا کمانڈر کا نام ہے۔ یہ واضح ہے کہ یاجوج ایک فرد ہے کیونکہ خدا اُس سے کئی مرتبہ مخاطب ہوا ہے۔ پس یاجوج ایک اہم فرد ہوگا جو اس وقت سب سے اُوپر (کمانڈر) ہوگا۔ یہ روس کا صدر یا وزیر اعظم بھی ہوسکتا ہے کیونکہ روس اس وقت ان سب اقوام کی قیادت کر رہا ہوگا۔

ماجوج: ماجوج ایک جگہ کا نام ہے جہاں یاجوج ہوگا۔ ماجوج آج کل کے نقشے میں سوویت یونین کا وہ حصہ ہے جو سوویت یونین کے ٹکڑے ہونے پر بکھر گیا تھا۔ یہ ساری اقوام ایک جگہ پر اکٹھی ہیں۔ قازغستان، کرغستان، ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان اور شاید افغانستان بھی ماجوج اقوام کا مجموعہ ہے جو کہ کبھی سوویت یونین کا حصہ تھے۔ یہ بات یقینی ہے کہ یہ ساری اقوام اسی علاقے میں ہیں جو ایشیائی روس کے اندر یا اس کے آس پاس واقع ہیں۔

روش: جب 90 میں سوویت یونین ٹوٹا تو ہم میں سے اکثر کا خیال تھا کہ روس کی طاقت کے دن اب ختم ہو چکے ہیں۔ ہم یہی سمجھتے رہے جب تک کہ ہم نے بائبل کا مطالعہ نہ کیا۔ اب دوعشروں

کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ روس اپنی طاقت پھر جمع کر رہا ہے اور اپنی ساری زمین واپس لینا چاہتا ہے کسی نے کہا تھا کہ روس ریچھ ہے مگر اب وہ ریچھ کی ماں بن چکا ہے اور اپنی پہچان واپس چاہتا ہے۔ پیوٹن اور روس دنیا میں اپنا مقام واپس حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کرنے پر تیار ہیں۔ چنانچہ روش نقشے پر آج کل کا روس ہے۔ ''روش'' 600 سے زائد مرتبہ بائبل میں استعمال ہوا ہے اور حزقیل کے وقت روش وہ تھے جو کالے سمندر کے شمال میں رہتے تھے۔ اور حزقیل کی پیشین گوئی 38 اور 39 میں ہمیں 3 مرتبہ بتایا گیا ہے کہ اسرائیل پر حملہ کرنے والی فوج کا ایک حصہ شمال بعید سے آئے گا اور اسرائیل کے شمال بعید میں صرف روس ہے۔ پس نقشہ پر حزقیل کے مطابق روش سے مراد روس ہے۔

<u>مشیش اور تابول</u>: (عام طور پر اکٹھے پڑھے جاتے ہیں) یہ وہ اقوام ہیں جو ترکی کا حصہ ہیں اور حزقیل کی پیشین گوئی میں کئی باتیں ترکی کے مختلف حصوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور مشیش اور تابول بھی اقوام کے اتحاد کا حصہ ہوں گی۔

<u>فارس</u>: فارس پرانے عہد نامہ میں 35 مرتبہ پایا جاتا ہے۔ فارس ایران کا پرانا نام ہے مارچ 1935ء میں فارس کی قدیم قوم ایران کی قوم بن گئی اور ساڑھے چار دہائیوں کے بعد ایران نے باضابطہ طور پر اپنا نام تبدیل کر لیا ہے اور اب یہ اسلامی جمہوریہ ایران کہلاتا ہے۔ اس کی آبادی 70 ملین ہے۔ ایران اسلامی عسکریت پسندوں کے دل کی دھڑکن ہے۔ پس نقشے پر فارس ایران ہے جو کہ اسرائیل کا بہت ہی خطرناک پڑوسی ہوگا۔

<u>کوش، پٹ، گومر اور بیتھ ٹاگورنا</u>: نقشے پر کوش موجودہ ایتھوپیا ہے اور لیبیا پٹ ہے جیسا کہ قدیم نقشوں میں ہے جبکہ گومر اور بیتھ ٹاگورنا بھی ترکی کے حصے ہیں۔

## (۶) یاجوج ماجوج سے متعلق یہودی نقطہ نظر

یاجوج ماجوج کا یہودی نقطہ نظر پیش کرنا ـــــ مسیحی نقطہ نظر سامنے لانے سے بھی کہیں زیادہ کٹھن کام ہے۔ یہود بنی اسرائیل کا ایک ایسا گروہ ہے جو طویل تاریخ رکھتے ہیں اور پوری تاریخ میں منظّم رہے ہیں اور بعض داخلی اور خارجی عوامل (جن کا تعلق صہیونیت یا ZIONISM سے بنتا ہے) کی وجہ سے وہ اپنی تاریخ اور قومی عزائم باقی دنیا سے چھپا کر رکھنے پر

مجبور ہیں۔ کسی غیر یہودی شخص کا اس راستے کا سفر اور تحقیق وجستجو کا عزم کرنا اور آگے بڑھنا خطرات جان و مال سے اٹا ہوا ہے۔ دنیا بھر کی خفیہ تنظیموں کے ڈانڈے اسی صیہونیت سے جا کر ملتے ہیں اور انسانی بدقسمتی کی انتہا یہ ہے کہ یہ گروہ آسمانی ہدایت اور پیغمبروں f کو ماننے کا دعویدار بھی ہے۔ اس مبارک دعوے کے ساتھ ساتھ اس گروہ کی تاریخ میں پیغمبروں f (جب تک وہ آتے رہے اور ختم نبوت کا اعلان نہیں ہوا) کی مسلسل نافرمانی کرتے رہنا بھی شامل ہے۔ قرآن مجید اور بائبل کے دعوے کے مطابق یہ گروہ اپنی ابلیسی سرشت اور انسان دشمنی کی وجہ سے انبیاء f کے قتل کرنے کے جرائم کی طویل فہرست بھی اپنے دامن تاریخ میں چھپائے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں کسی معاملے سے متعلق اس گروہ کا صحیح اور حقیقی موقف معلوم کرنا جس میں خود اس گروہ کا بھی نام آتا ہے ـــــ قارئین کرام! اگر ناممکن نہیں تو ہمارے نزدیک دنیا کا مشکل ترین کام ضرور ہے۔

یہودی یا بنی اسرائیل کا نقطہ نظر کسی مدوّن شکل میں ہمارے سامنے نہیں آ سکا؛ لہٰذا ہم اس کو پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

## مختلف نقطہ ہائے نظر کا تجزیہ وتبصرہ

یاجوج وماجوج سے متعلق اُوپر درج نقطہ ہائے نظر کا ایک سادہ اور عام فہم تجزیہ اور تبصرہ یہاں پیش خدمت ہے (تفصیلی اور DEEP تجزیہ ان شاء اللہ کتاب کے آخری حصے میں ہوگا۔)

مسیحی نقطہ نظر اور یہودی نقطہ نظر میں کوئی نوعیّت کا فرق نہیں ہے حقائق بیان کرنے کے لیول کا فرق ہے۔ یہودی بات کو چھپانے کے عزم کے ساتھ کوئی تحریر سامنے لاتے ہیں (یا زبان کھولتے ہیں) جبکہ مسیحی کچھ معیّن نام اور کردار بھی بیان کر دیتے ہیں جس سے یاجوج ماجوج کے تعیّن میں راہنمائی ملتی ہے۔

گزشتہ چھ صدیوں سے چونکہ مغرب کی بالادستی ہے اور بظاہر تحقیق وجستجو کے نام پر اور آثارِ قدیمہ کی کھدائی اور قدیم شہروں، بستیوں، دارالحکومتوں، تہذیبوں کی دریافت اور پردہ کشائی سے علم کے بے شمار گوشے سامنے آئے ہیں اور وہ بہت حد تک مفید بھی ہیں۔ تاہم یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ مغربی دانشور، مؤرخین، مشترقین، ماہرین آثارِ قدیمہ اور ماہرین لسانیات وغیرہ سب کا فراہم کردہ تحقیقاتی مواد اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت اور نوع انسانی کی مشترکہ علمی

متاع ہے۔ مگران آثار سے نتائج نکال کر جو کچھ بیرونی دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے وہ ایک خاص نقطہ نظر ہی کو سامنے رکھ کر دنیا کو فراہم کیا گیا ہے۔ اگر چہ کہنے کی حد تک مغرب کا دعویٰ تو یہی ہے کہ اُنہوں نے علم، شوق اور تحقیق کی خدمت کی ہے اور بے شمار حقائق انسانیت کے سامنے رکھ دیے ہیں اور کام غیر جانبدارانہ اور "AS IT IS" کے انداز میں کر کے 'جوں کا توں' دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ مگر حقائق مغرب کے اس دعویٰ کی نفی کرتے ہیں بلکہ مغرب کے مسلسل جانبدارانہ انداز تحقیق و جستجو سے آگے بڑھنے کے عمل نے 'حقیقی علم' تک رسائی ناممکن بنا دی ہے۔

ہمارے نزدیک آج کا مغرب اپنی تحقیق و جستجو کا جو حصہ علمی دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے وہ سو فیصد جانبدارانہ ایک خاص (مغربی صہیونی) نقطہ نظر کا حامل اور خاص اہداف لیے ہوتا ہے۔

یہی صورتِ حال مغرب کے علمی خزانہ میں یاجوج و ماجوج سے متعلق معلومات کی بھی ہے۔ یہ ساری معلومات ایک خاص نقطہ نظر کو ہدف بنا کر اپنے مخصوص نقطہ نظر کے فروغ کے پیش نظر سامنے لائی گئیں ہیں۔

یاجوج و ماجوج انسان ہیں۔ مغرب تو یقیناً بات یہیں تک پہنچا کر اب اس سوچ کو EXPLOIT کر کے اپنے مقاصد کا حصول چاہتا ہے اور وہ اس میں کامیاب بھی ہے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں نے اپنے نقطہ نظر کے فروغ کے لئے مغرب پر تنقید بھی کی ہے اور مسلم نقطہ نظر کو آگے بڑھانے کی کوشش بھی۔ تاہم افسوس کہ مسلمان اہل قلم کا بڑا حصہ انسان کا وہی تصور پیش کرتا ہے جو آج 'مغرب' اور 'مغربی فلسفہ' نے عام کر دیا ہے۔ 'انسان' کا وہ تصور جو قرآن پیش کرتا ہے اور جس کی ناگزیر ضرورت وحیٔ آسمانی اور تصورِ الٰہ ہے وہ عام طور پر سامنے نہیں لایا جاتا۔ مصر اور پاکستان کے بعض اہل قلم نے قرآن کا نقطہ نظر پیش کیا ہے مگر اُن کا اپنا انداز ہے جس سے مغربی مفکرین اس 'علمی جواب' کو اپنے فکر کے لئے کوئی خطرہ (CHALLENGE) تصور نہیں کرتے۔

(1)

(ماخوذ از ''اصحابِ کہف اور یاجوج وماجوج''۔ مصنفہ مولانا ابوالکلام آزاد)

## یاجوج ماجوج کا اطلاق

تقریباً 700 قبل مسیح سے لے کر پانچویں صدی مسیحی تک یاجوج ماجوج یا گاگ اور مے گاگ کا اطلاق پہلی دو قسموں پر ہوتا رہا، پہلی پر اس لئے کہ قومیت اور مقام کے لحاظ سے وہی یاجوج ماجوج تھی، دوسری پر اس لئے کہ گو اپنے مولد و مقام سے الگ ہو چکی تھی لیکن اپنی وحشیانہ خصوصیات میں بالکل متغیر نہیں ہوئی تھی۔ تیسری قسم چونکہ یک قلم منقلب ہو چکی تھی اس لئے وہ اب یاجوج ماجوج نہیں رہی تھی بلکہ خود یاجوج ماجوج کی غارت گریوں کا نشانہ بن گئی تھی۔ البتہ جب پانچویں صدی مسیحی میں یورپ کے قبائل کی حالت بھی منقلب ہونا شروع ہوگئی اور مسیحیت اختیار کر کے تہذیب و حضارت کی طرف بڑھنے لگے تو قوموں کے حافظے سے ان کا نام بھی اتر گیا اور یاجوج ماجوج کا اطلاق صرف اس حصے میں سمٹ آیا جہاں سے پھیلنا شروع ہوا تھا یعنی صرف منگولیا کہ صحرانورد قبائل ہی یاجوج ماجوج سمجھے جانے لگے۔ چنانچہ قرآن نے سورۃ انبیاء میں ان کے جس خروج کی خبر دی ہے، وہ منگولیا کے تاتاریوں کا آخری خروج تھا۔

یورپ کی تمام موجودہ قومیں (بعض چھوٹی قوموں کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد) براہ راست انہیں قبائل کی نسل کے سے ہی جیسا کی معلوم و مسلّم ہے۔

---

## یاجوج ماجوج صحرانوردی کی خوفناک قوت تھی

چنانچہ ان شمالی مشرقی قبائل کی پوری تاریخ اسی کی حقیقت کا افسانہ ہے۔ اس کی جن شاخوں نے اقامت گزینی اختیار کر لی تھی وہ بالکل ایک دوسری قوم بن گئی اور جنہیں ایسے حالات میسر نہیں آئے وہ بدستور صحرانورد ہیں۔ اقامت گزیں قبائل کے لیے صحرانورد قبائل صرف اجنبی ہی نہیں ہو گئے تھے بلکہ خوفناک بھی ہو گئے تھے، کیونکہ ان کی روز افزوں شہریت ان کی صحرائی وحشت ناکیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ یہ جب کبھی موقع پاتے قرب جوار کی آبادیاں غارت کرتے اور اگر قبائل کا کوئی قائد نکل آتا تو ان کی غارت گریاں دور دور تک بھی پہنچ جاتیں۔ صدیوں تک ان کی حالت ایسی ہی رہی۔ پھر جب چوتھی صدی مسیح سے ان کے اندر ایسے قائد پیدا ہونے لگے جنہوں نے نظم و اطاعت کا راز پالیا تھا تو اچانک ان کی طاقت کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پانچویں صدی میں اٹیلا (ATTILA) نے جو ہن قبیلہ کا قائد تھا، ایک عظیم فاتح کی حیثیت اختیار کر لی اور رومن امپائر کی دونوں مشرقی و مغربی مملکتوں کو لرزہ براندام کر دیا۔ پھر یہی قبائل ہیں جو بالآخر اس طرح تمام یورپ پر چھا گئے کہ نہ صرف رومن امپائر کو بلکہ رومی تمدن کو ہمیشہ کے لئے پامال کر دیا۔

چند صدیوں کہ بعد تاریخ یہ منظر پھر دہراتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خود منگولیا میں ایک نیا منگولی قائد چنگیز خان پیدا ہو گیا۔ وہ تمام تاتاری قبائل کو اپنے ماتحت ایک قوم بنا دیتا ہے اور پھر فتح و تسخیر کا ایک ایسا ہولناک سیلاب امنڈتا ہے جسے اسلامی ممالک کی کوئی متمدن قوت بھی نہ روک سکی۔ وسط ایشیا سے لے کر عراق تک جو ملک اس کے سامنے آیا، خس و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔

## منگولی نسل کے انشعاب

بہر حال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یاجوج ماجوج سے مقصود یہی منگولین قوم اور اس کی تمام صحرانورد اور وحشی شاخیں ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں ان کے خروج و ظہور کے مختلف دور تاریخی ترتیب سے منضبط کر لیں۔ اسی ضمن میں یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ سائرس کے زمانے میں یہ قوم کہاں تھی اور کیوں اسے سد تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ اس بارے میں تاریخ کی شہادتوں کا

خلاصہ حسب ذیل ہے:

1۔ پہلا دور تاریخی عہد سے پہلے کا ہے جب شمال مشرق سے ان قبائل کے ابتدائی گروہ نکلے اور وسط ایشیا میں آباد ہو گئے، پھر جنوب اور مغرب میں پھیلنے لگے، اس خروج وانشعاب کی رفتار بہت سست رہی ہوگی اور بے شمار منزلیں پیش آئی ہوں گی۔

2۔ دوسرا دور صبح تاریخ کا ہے لیکن روشنی ابھی دھندلی ہے۔ اب اقامت گزینی اور صحرانوردی کی دو مختلف اور متوازی معیشتوں کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ شمالی ہند، ایران اور اناتولیا کے قبائل اقامت گزینی کی زندگی میں بدل چکے ہیں مگر وسط ایشیا سے لے کر بحر اسود تک صحرانورد کے جتھے پھیلتے جاتے ہیں اور مشرق سے نئے نئے قبیلوں کے اقدام کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ یہ زمانہ تقریباً 3000 قبل مسیح سے 1500 قبل مسیح تک کا تصور کرنا چاہیے۔

3۔ تیسرا دور تاریخ کی روشنی میں پوری طرح نمایاں ہے یہ تقریباً ایک ہزار سال قبل مسیح سے شروع ہو جاتا ہے۔ اب بحر خزر اور بحر اسود کا علاقہ وحشی اور خونخوار قوم کا مرکز بن چکا ہے اور مختلف ناموں میں اور مختلف جہتوں سے نمایاں ہوتی رہتی ہے۔ پھر اچانک تاریخ کے افق پر سیتھین قوم کا نام ابھرتا ہے۔ یہ وسط ایشیا سے لے کر بحر اسود کے شمالی کناروں تک آباد ہے اور اطراف و جوانب میں برابر حملہ آور ہوتی رہتی ہے۔ یہ زمانہ آشوری تمدن کے ظہور اور بابل اور نینوا کے عروج کا تھا اور ہیروڈوٹس کی زبانی ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آشورین کی شمالی سرحد پر سیتھین قبائل کی غارت گریاں برابر جاری ہیں، یہ شمالی سرحد بحر خزر کے جنوبی ساحل اور آرمینیا کے سلسلۂ کوہ تک پہنچی ہوئی تھی اور وہ کاکیشیا کے درے سے اتر کر آشوری آبادیوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ پھر 630 قبل مسیح میں اچانک ان کا ایک عظیم گروہ اس راہ سے اترتا ہے اور ایران کا تمام مغربی حصہ پامال کر دیتا ہے۔ یونانی مورخ کہتے ہیں کہ آشوری مملکت کی تباہی کا ایک بڑا باعث یہی غارت گری تھی۔

4۔ چوتھا دور 550 قبل مسیح کا قرار دینا چاہیے، جب سائرس کا ظہور ہوا اور فارس اور میڈیا کی متحدہ شہنشاہی کی بنیاد پڑی۔ اس عہد میں مغرب ایشیا کا تمام علاقہ سیتھین حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور صدیوں تک ان کے حملوں کی کوئی صدا تاریخ کی سماعت تک نہیں پہنچتی۔ اس عہد میں صرف دو موقعوں پر ان کا ذکر آتا ہے پہلا سائرس کے زمانے میں جب وہ فتح بابل سے پہلے

''سیتھین'' قبائل کے سرحدی حملوں کا تدارک کرتا ہے۔ دوسرا دارا کے زمانے میں جب وہ باسفورس عبور کر کے دریائے ڈینیوب کی وادیوں میں پہنچ جاتا ہے اوران قبائل کو دور تک بھگا دیتا ہے۔

دارا کے حملے کے بعد ان کا دباؤ شمالی یورپ کی طرف بڑھنے لگا۔

5۔ پانچواں دور تیسری صدی قبل مسیح کا ہے۔اس عہد میں منگولین قبائل کا ایک نیا سیلاب اٹھتا ہے اور پہلے چین کی آبادیوں پر ٹوٹتا ہے، پھر آہستہ آہستہ وسط ایشیا کی قدیم شاہراہ اختیار کرتا ہے۔چین کی تاریخ میں انہیں ہیونگ نو (HIUNG-NU) کے نام سے پکارا گیا ہے اور یہی نام آگے چل کر ''ہن'' ہوگیا ہے۔

یہی زمانہ ہے جب شہنشاہ چین شین شیہ ہوانگ ٹی (CH'IN SHIH HUANG TI) نے ان حملوں کے روکنے کے لئے وہ عظیم الشان دیوار تعمیر کی جو دیوارِ چین کے نام سے مشہور ہے اور پندرہ سو میل تک چلی گئی ہے۔اس کی تعمیر 214 قبل مسیح میں شروع ہوئی اور بیان کیا جاتا ہے کہ دس برس میں ختم ہوئی۔اس نے شمال اور مغرب کی طرف سے منگولین قبائل کے حملوں کی تمام راہیں مسدود کردی تھیں۔اس لئے ان کا رخ پھر وسط ایشیا کی طرف مڑ گیا۔

6۔ چھٹا دور تیسری صدی مسیحی کا ہے جب ان قبائل نے یورپ میں ایک نئی کروٹ لی اور بالآخر رومی مملکت اور رومی تمدن کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔

7۔ ساتواں اور آخری دور بارہویں صدی مسیحی اور چھٹی صدی ہجری کا ہے جب منگولیا میں تازہ دم قبائل کی ایک بڑی تعداد پھر تیار ہوگئی اور چنگیز خان نے انہیں متحد کر کے ایک نئی فتح مند طاقت پیدا کر دی۔

---

(2)

# تذکیر بسورۃ الکہف

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی

## یاجوج وماجوج

'یاجوج وماجوج' کے الفاظ کی نوعیت قرآن کے ان اجمالی الفاظ واشارات کی نہیں ہے جن کی تفصیل وتشریح قرآنی مطالب ومقاصد کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے غیر ضروری ہو۔

اہمیت ان الفاظ کی یوں بھی ظاہر ہے کہ سورۂ کہف میں ذوالقرنین کے اس قصہ کے سوا قرآن ہی کی دوسری سورۃ الانبیاء نامی میں بھی ان دونوں الفاظ 'یاجوج وماجوج' کو ہم اس مشہور آیت میں پاتے ہیں

حَتّیٰ اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ ھُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ O

''تا آنکہ جب کھول دیے جائیں یاجوج وماجوج ہر حدب(1) سے تیزی کے ساتھ وہ چل نکلے''

## ایک غلط فہمی کا ازالہ

دو مختلف سورتوں کی دو مختلف آیتوں میں 'یاجوج وماجوج' کے ان الفاظ کو پا کر حضرت الاستاذ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ من تبادر الاوھام فقط (یعنی خواہ مخواہ اس وہم میں لوگ مبتلا ہوگئے) کہ ذوالقرنین کی حکومت کی طرف سے دونوں پہاڑوں کے بیچ میں یہ دیوار جو بنائی گئی تھی اسی دیوار کو توڑ کر یاجوج وماجوج نکل پڑیں گے۔ حالانکہ بقول شاہ صاحب:

ولیس فی القراٰن ان ھذا الخروج یکون عقیب الاندکاك متقبلا' بل فیه وعد باندکاکه فقط۔ فقد اندك کما وعد۔ اما ان خروجھم موعود بعد اندکاکه بدون فصل فلا حرف فیه (فیض الباری شرح بخاری، جلد 4 صفحہ 23)

’’قرآن میں یہ کہیں نہیں ہے کہ یاجوج و ماجوج کے خروج کا واقعہ دیوار کے ڈھے جانے کے ساتھ ہی پیش آئے گا بلکہ دیوار کے ڈھے جانے صرف وعدہ (سورۃ الکہف) والی آیت میں کیا گیا ہے اور دیوار حسب وعدہ ڈھے گئی لیکن یہ بات کہ دیوار کے ڈھے جانے کے ساتھ اسی وقت بغیر کسی وقفہ کے یاجوج و ماجوج نکل پڑیں گے، قرآن میں کوئی حرف ایسا نہیں پایا جاتا جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔‘‘

.................مگر کیا کیجیے کہ عوام میں یہی مشہور ہوگیا ہے کہ بند ہونے کے بعد یاجوج ماجوج کی قوم روزانہ اس کے توڑنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے اور آخر میں کسی نہ کسی دن اس کے توڑنے میں وہ کامیاب ہوجائے گی۔ حالانکہ اسی موقع پر اسی آیت سے پہلے قرآن میں

﴿فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ یَّظۡهَرُوۡهُ وَ مَا اسۡتَطَاعُوۡا لَهٗ نَقۡبًا﴾

’’پس وہ (یعنی یاجوج و ماجوج والے) نہ اس دیوار پر چڑھنے ہی کی قدرت رکھتے تھے اور نہ ان کے بس میں یہ تھا کہ اِس دیوار میں نقب لگائیں یعنی سوراخ کریں‘‘

کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔......................حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ جیسے ناقد علامہ اسی مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے جب فرماتے تھے کہ:

انا لم نجد فی القرآن و لافی حدیث صحیح

یعنی (یاجوج و ماجوج دیوار توڑ کر ہوگا) اس مسئلہ کو ہم نہ قرآن ہی میں پاتے ہیں اور نہ کسی صحیح حدیث میں۔ (فیض الباری شرح بخاری، جلد نمبر 4 صفحہ 23)

تو اسی سے ان روایتوں کا حال معلوم ہوجاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں ترمذی کی اس روایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس میں ہے کہ

’’یاجوج و ماجوج والے روزانہ دیوار کو کھودتے ہیں پھر جب کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے تو گھروں کو یہ کہتے ہوئے پلٹ جاتے ہیں کہ کل ہم باقی کام کو پورا کردیں گے مگر ان شاء اللہ تعالیٰ نہیں کہتے۔ پس جب دوسرے دن واپس ہوتے تو کھودی ہوئی دیوار کو اسی حال میں پاتے ہیں یعنی کھودنے سے پہلے جیسی تھی ویسا ہی اس کو پائیں گے یوں ہی یہ سلسلہ جاری رہے گا تا آنکہ ایک دن ان شاء اللہ اُن میں سے کسی کی

زبان سے نکل جائے گا تب صبح کو جب آئیں گے تو دیوار کھدی ہوئی حالت میں ملے گی۔اس کے بعد اس دیوار کو ڈھادیں گے اور زمین میں فساد پھیلانے کے لئے نکل پڑیں گے۔‘‘

مگر تفسیری روایات کے سب سے بڑے مشہور ناقد ابن کثیر کے نزدیک اس روایت کی سند میں غیر معمولی الجھنیں ہیں، خود حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ذاتی فیصلہ تو یہ ہے کہ مشہور نومسلم یہودی عالم کعب احبار کا یہ قول ہے اور اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے۔

..................خلاصہ یہ ہے کہ دیوار کا حق تعالیٰ کے مقرر کردہ وقت پر منہدم ہوجانا یہ بجائے خود ایک الگ واقعہ ہے جس کی اطلاع سورۂ کہف میں دی گئی ہے اور یاجوج وماجوج کا کھول دیا جانا یا ان کا خروج جس کی پیشین گوئی سورۃ الانبیاء میں کی گئی ہے، یہ دوسرا مستقل واقعہ ہے اسی لئے ان دونوں واقعات کا ذکر بھی دو مختلف صورتوں میں کیا گیا ہے۔

## یاجوج وماجوج کی خصوصیات

اس سلسلہ میں قرآن سب سے پہلے ان کے جس حال سے ہمیں روشناس کرتا ہے وہ اسی سورۂ کہف کی آیت

اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ

یاجوج وماجوج زمین میں بگاڑ پیدا کرنے والے لوگ ہیں

کے الفاظ سے سمجھا جاتا ہے۔.................. یاجوج وماجوج کی یہ پہلی قومی خصوصیت ہے قرآن نے ان کی قومی زندگی کے پہلے دور میں اسی خصوصیت یعنی ’فساد فی الارض‘ (زمین میں بگاڑ پیدا کرنے) کی نشاندہی کی ہے۔

**دوسرا دور** (PERIOD) وہ ہے جب ذوالقرنین نے اپنی سائنٹفک دیوار قائم کر کے دوسری قوموں تک ان کی رسائی کی راہ بند کر دی تھی۔قرآن نے اس دور کے حال کی تعبیر

وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِىْ بَعْضٍ

اور چھوڑ دیا ہم نے بعض ان کے بعض کے ساتھ موج مارنے لگے

کے الفاظ سے کی ہے۔جس کا مطلب یہی ہوا کہ غیر قوموں کے مقابلے میں تو افساد فی الارض

(زمین میں بگاڑ پیدا کرنے) کی کاروائیوں کو وہ اختیار کرتے تھے(3) لیکن غیروں سے رخ جب ان کا دیوار بن جانے کی وجہ سے پھر گیا تو آپس میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ ایسی زندگی گزارنے لگے جسے قرآن نے خاص الفاظ یعنی ﴿ بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِىْ بَعْضٍ ﴾ کے ذریعہ ادا کیا ہے۔ اس میں ان کے تعلقات کی کس نوعیت اور کیفیت کی تعبیر ہے؟ غیروں سے مایوس ہو جانے کے بعد یاجوج و ماجوج والے زندگی کے اس دوڑ میں لڑتے بھڑتے اور باہم دست وگریبان رہتے تھے اس مفہوم کے ادا کرنے کے لئے عربی زبان میں بیسیوں تعبیریں مل سکتی تھیں۔

اسی طرح میل ملاپ، باہمی امداد و مواساۃ موانست کی زندگی کی تعبیر کے لئے بھی اس زبان میں الفاظ کی کمی نہ تھی۔ لیکن تعبیر و بیان کے ان دونوں طریقوں کو چھوڑ کر قرآن نے ﴿بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِىْ بَعْضٍ ﴾ کے الفاظ جو یہاں استعمال کیے ہیں واضح طور پر ان دونوں حالتوں میں سے کسی خاص حالت کو متعین کرنا دُشوار ہے۔

......................خلاصہ یہ ہے کہ غیروں میں تو فساد اور بگاڑ پیدا کرنا یہی یاجوج و ماجوج والوں کا شیوہ تھا اور خود باہم ایک دوسرے کے ساتھ موجی تعلقات رکھتے تھے۔

اب تک قرآن کی دو اطلاعوں سے اس قوم کی ان ہی دو خصوصیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ باقی ان کی زندگی کے دوسرے دور کو بیان کرتے ہوئے شروع میں تَرَكْنَا (چھوڑ دیا ہم نے) کا لفظ جو پایا جاتا ہے کیا اس سے بھی کسی خاص واقعہ اور یاجوج و ماجوج والوں کے متعلق کسی خاص پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

## کیا یاجوج و ماجوج اولادِ آدم نہیں؟

واقعہ یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج والوں کے متعلق اتنی بات تو بہر حال ایک اجتماعی مسئلہ ہے کہ یہ لوگ نہ دیوزاد ہیں اور نہ ان کا تعلق جنّ وغیرہ جیسی ہستیوں سے ہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں بالاتفاق ان کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔ بعض ناقابل اختیار روایتوں میں کچھ اس قسم کا اشارہ پایا جاتا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ ماں کی طرف سے حضرت حوا سلام علیہا پر یاجوج و ماجوج کی نسل ختم نہیں ہوتی، بالفاظِ دیگر ددھیال تو ان کی وہی ہے جو عام انسانی نسلوں کی ہے لیکن ننھیال میں کچھ فرق پیدا ہو گیا ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ سارے قصے سب تخمینی ہیں اور کوئی فیصلہ قطعی ان معاملات میں دُشوار ہے۔ تاہم یاجوج و ماجوج کے متعلق رطب و یابس روایتوں کا جو ذخیرہ کتابوں میں پایا جاتا ہے اسی میں ایک روایت کے اندر یہ الفاظ بھی ملتے ہیں:

یاجوج و ماجوج لم یکن فیھم صدیق قط ولا یکون ابدًا (درمنشور، ج4 صفحہ 250)

یاجوج و ماجوج میں کبھی کوئی صدیق ہوا اور نہ کبھی ہوگا

''صدیق'' ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ سے خصوصی تعلق رکھنے والوں کے ایک خاص طبقہ کی قرآنی تعبیر ہے۔ حضرت یوسف d اور دوسرے پیغمبروں کے لئے بھی اسی صدیق کے لفظ کو قرآن نے استعمال کیا ہے۔ ہر قسم کے شکوک وشبہات سے جس کی تصدیق اور جس کا یقین کلیتہً پاک ہو بظاہر ''صدیق'' اُس کو کہتے ہیں۔........................................

لیکن اگر کسی اُمت یا قوم کی تاریخ علم کے اس مستقل ذریعہ کے ذکر سے خالی ہے اور اسی لئے زندگی کے مذکورہ بالا بنیادی سوالوں کے متعلق قطعی فیصلہ کے علم و یقین سے اپنے آپ کو وہ محروم پاتی ہے تو واقعہ یہ ہے کہ اس کے سوا اور گنجائش ہی کس بات کی تھی۔ ایسا آدمی جو بینائی کی قوت سے محروم ہوا گر روشنی کے متعلق صحیح علم اپنے اندر نہیں پاتا تو آخر وہ بیچارہ کیا کرے؟ ہر چیز کے جاننے کا قدرت ہی نے ایک خاص ذریعہ مقرر بنا دیا ہے۔ آواز کو ہم آنکھوں سے یا رنگ کو ہم کانوں سے جاننا چاہیں گے تو کیا اس میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟ پھر زندگی کے بنیادی سوالوں کے حل اور ان کے جوابات کے جاننے کی جو قدرتی راہ ہے یعنی وحی و نبوت اس سے محروم رہ کر صرف حواس و عقل کے زور سے کوئی قطعی غیر مشکوک فیصلہ ان سوالوں کے متعلق اپنے اندر کیسے پا سکتا ہے۔ روایتوں میں جو آیا ہے کہ ''ان میں نہ کبھی کوئی 'صدیق' ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا'' اس کا مطلب یہی تو ہے کہ صدیق کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان بنیادی سوالوں کے جوابوں کا ایسا غیر مشتبہ یقین و علم اس کے اندر پایا جائے جو ہر قسم کے شکوک وشبہات کی آلائشوں سے پاک ہو اور ان جوابوں کے علم و یافت کی جو قدرتی راہ ہے اس سے محروم رہ جانے والوں کے لئے اس علم و یقین تک رسائی کی آخر شکل ہی کیا ہے۔ عقل کے زور سے اس کو پانا بھی چاہیں گے تو ان کی مثال اس بہرے کی ہوگی جو سونگھ کر یا چھو کر آواز کے سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

باقی ایسی قوم یا قومیں دنیا میں کبھی پائی گئی ہیں یا اب بھی پائی جاتی ہیں اس کے لئے چاہئے کہ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے اور موجودہ قوموں کی قومی روایات کا جائزہ لیا جائے۔

## ایک قرآنی اشارہ:

مذکورہ بالا علامات اور نشانیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے آیئے اور قرآن ہی کے ایک اور اشارے پر غور کیجیے۔ مطلب یہ ہے کہ نفخ صور (یعنی صور پھونکے جانے) سے پہلے اور کھول دیے جانے کے بعد درمیانی وقفہ میں یاجوج و ماجوج والوں کے متعلق ایک اور اشارہ سورۃ الانبیاء کی اس مشہور آیت میں ملتا ہے جس کا لفظی ترجمہ ہے:

> ''اور حرام ہے اس آبادی کے لئے جسے ہم نے ہلاک کر دیا یہ کہ نہ واپس لوٹیں وہ تاایں کہ جب کھول دیے جائیں یاجوج و ماجوج اور حدب سے تیز چلتے ہوئے وہ نکل پڑیں۔''

پڑھیے سورۃ الانبیاء کی آیت...... وَ حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ

آیت کا آخری حصہ یعنی یاجوج و ماجوج کے کھول دیے جانے کا ذکر جس میں کیا گیا ہے یہ پہلے بھی گزر چکا لیکن اسی آیت کا پہلا جز یعنی جو آبادیاں ہلاک کی گئی ہیں ان کے واپس لوٹنے پر حرمت کا حکم اس وقت تک کے لئے جو لگا دیا گیا ہے جب یاجوج و ماجوج کھول دیے جائیں گے اس کا مطلب کیا ہے؟

جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج کے خروج یا فتح یعنی دنیا کے مستقبل کی تاریخ میں ان کے نکل پڑنے کا ذکر عام مذاہب و ادیان کی یادداشتوں میں تلفظ کے معمولی ردوبدل سے پایا جاتا ہے۔ گاگ و میگاگ، وماگوگ، غوغ و ماغوغ کے سوا اسی کے قریب قریب ہندوستان کی بعض قدیم کتابوں میں یہی لفظ کوک و کوک کی شکل میں بھی بعضوں کو ملا ہے لیکن مذاہب کی ان پیشین گوئیوں کے متعلق یہ عام دشواری تقریباً مشترک ہے کہ یہ واقعہ جب تک سامنے نہ آجائے پیش گوئی کے الفاظ سے واقعہ کے تمام صحیح خط و خال سامنے نہیں آتے۔ رسول اللہ ﷺ کے مشہور صحابی حضرت حذیفہ جن کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ آئندہ پیش آنے والے واقعات کے بڑے

ذخیرہ کا رسول اللہ ﷺ نے ان کو امین بنایا تھا، عہد صحابہ میں جب اس نوعیت کی کوئی بات دریافت طلب ہوتی تو حضرت عمر فاروق سے بخاری اور مسلم وغیرہ صحاح کی کتابوں میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کے متعلق جن کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے اُنہوں نے سنا تھا ایک بڑے پتے کی بات نقل کی گئی ہے۔ حاصل جس کا یہی ہے کہ واقعہ جب پیش آتا تب فرماتے کہ مجھے یاد آتا ہے کہ یہ تو وہی بات ہے جس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کیا تھا پیش گوئیوں کے اس خاص پہلو کو مثال سے سمجھاتے ہوئے وہی یہ بھی فرماتے تھے کہ حالت یہ ہوتی ہے کہ

کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا رآه عرفه

''جیسے کسی ایسے آدمی کے چہرے کا جو غائب ہو کوئی خیال کرے پھر جب اس کو دیکھے تو اس کو پہچان لے۔'' (مشکوٰۃ)

جس کا بظاہر مطلب یہی ہے کہ کسی شخص کے حلیہ اور اس کے چہرے کے خصوصیات کا ذکر کسی نے سنا ہو اور وہی آدمی جب اس کے سامنے آجائے تو پہچان لے۔ پیش آنے سے پہلے پیش گوئیوں کو کچھ یہی نوعیت ہوتی ہے اسی لئے پیش گوئیوں کی تعبیر جن الفاظ میں کی جاتی ہے ان سے اصل حقیقت کی تعین اس وقت تک واقعیت کا قالب اختیار کر کے واقعہ خود سامنے نہ آجائے۔

آپ دیکھئے یاجوج کے کھل جانے کی گویا ایک علامت قرآن میں یہ بتائی گئی ہے کہ ہلاک شدہ آبادیوں کو واپس پلٹنے کا موقع اس وقت تک نہ ملے گا جب تک کہ یاجوج و ماجوج کھول نہ دیے جائیں۔ حاصل جس کا یہی ہوا کہ یاجوج و ماجوج کے کھل جانے کے بعد یہ روک جو ہلاک شدہ آبادیوں پر قدرت کی طرف سے لگی ہوئی ہے اُٹھ جائے گی۔ اس روک کے اُٹھ جانے کے بعد پھر ہوگا؟ کیا ساری ہلاک شدہ آبادیوں کے واپس پلٹنے کا موقع ملے گا یا بعضوں کو ملے گا اور بعضوں کو نہ ملے گا؟ اس سوال کے جواب کو ہم قرآنی الفاظ سے نہیں نکال سکتے ان سے بس اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ واپس نہ لوٹنے کی حرمت اور روک ختم ہو جائے گی۔ یہ تو حاصل ہے مذکورہ بالا آیت کا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

اَنَّهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ہلاک شدہ آبادیاں نہ واپس پلٹیں گی

ان الفاظ کا مطلب کیا ہے؟ اور یہی نہیں ''حرام کا لفظ اس آیت میں جو استعمال کیا گیا ہے خود اس

سے کیا مراد ہے؟ اور یہ کہ اَھۡلَکۡنٰھَا (ہلاک کر دیا ہم نے) کے الفاظ سے جس ہلاکت کی خبر دی گئی ہے اس ہلاکت سے کیا مقصود ہے اور اسی کے ساتھ ''یرجعون'' سے پہلے حرفِ نفی ''لا'' کا جو پایا جانا ہے عربی محاورے کی رُو سے اس کی نوعیت اس مقام کا کیا ہے؟

تفسیر کی کتابیں اُٹھا کر دیکھئے ان میں سے ہر سوال پر مفسرین کے جھونپڑے پڑے ہوئے ہیں اور اپنے اپنے رجحان کے مطابق لوگوں نے خیالات ظاہر کئے ہیں۔

علامہ شوکانی نے مشہور مفسر النحاس کے حوالہ سے اسی لئے نقل کیا ہے: ھــــذہ الایۃ مشکلۃ یعنی مذکورہ بالا آیت مطلب کے لحاظ سے کافی دشوار ہے۔

دشواری کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اربابِ تفسیر کو کوئی ایسی صحیح روایت نہیں مل سکی جس کی روشنی میں کسی پہلو کو وہ متعین کر سکتے ہوں۔ اسی نئے قرآئن و قیاسات سے مدد لے کر مختلف بزرگوں نے کسی خاص پہلو کو متعین کرنا چاہے ہے۔ اسی سلسلہ میں ابوعبیدہ، ابوعلی فارسی، الزجاج لغت اور عربیت کے جلیل ائمہ کا نام لیا جاتا ہے۔ میرے لئے نہ یہ ممکن ہے اور نہ ضروری ہے کہ سوال و جواب کے اس تمام سلسلے کا یہاں ذکر کر کے ہر ایک کی تنقید کرتے ہوئے اپنے ذاتی احساس کو پیش کروں کیونکہ اس طویل عمل کے بعد بھی میری رائے اور میرے خیال کی حیثیت بھی منجملہ دوسرے احتمالات کے ایک احتمال ہی کی رہے گی۔ میں خود قطعی طور پر نہیں کہہ سکتا تھا کہ جس پہلو کی طرف میرا ذہن منتقل ہوا ہے اس کی نوعیت کیا ہے؟ بالکل ممکن ہے کہ اس مسئلہ میں بھی میرے احساس کا حشر وہی ہو جو صفا و مردہ والے غریب احساس کا انجام اصل حقیقت کے سامنے آنے کے بعد ہوا جس کا تذکرہ میں نے نوٹ میں کیا ہے۔

## یاجوج و ماجوج کون ہیں؟

کچھ بھی قرائن اور قیاسات ہی کی مدد سے میرا ذہن بھی ایک نتیجہ تک پہنچا ہے اسی کو پیش کر دیتا ہوں اس بات میں خود قرآن مجید کے عام طریقہ تعبیر ہی سے کم از کم اپنے نزدیک میں اپنے آپ کو متاثر پاتا ہوں۔ آپ قرآن مجید کی تلاوت شروع کیجیے دیکھئے گا کہ یہودیوں کی وہ نسل جو نزولِ قرآن کے زمانہ میں پائی جاتی تھی ان ہی کو خطاب کر کے ان کی طرف ان کی گزشتہ نسلوں کے اچھے اور برے کارناموں اور کرتوتوں کو منسوب کرتا چلا جاتا ہے اور جن نعمتوں اور نوازشوں

سے ہزار ہا ہزار سال پہلے ان کے آباؤ اجداد وسرفراز ہوئے تھے ان کو بھی نزولِ قرآن کے وقت پائے جانے والے بنی اسرائیل کی طرف منسوب کر کے احسان جتلایا گیا ہے۔

قرآنی تعبیر کی یہ ایسی خصوصیت ہے جس کے لئے مثالوں کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں جس کا جی چاہے قرآن کھول لے تیسرے چوتھے ورق سے خطاب کا یہ خاص طریقہ مسلسل اس کے سامنے گزرتا چلا جائے گا۔طریقہ خطاب وتعبیر کے اس خاص اُسلوب کا حاصل یہی تو ہے کہ بجائے انفرادی شخصیتوں کے اجتماعی وحدت کو سامنے رکھ کر افعال واعمال صفات وحالات کو منسوب کرنا قرآن کا عام پیرایہ بیان ہے ایک مقدمہ تو ہوا اور دوسری بات جو بنی اسرائیل ہی کی متعلقہ آیتوں سے سمجھ میں آتی ہے۔مثلاً سورۂ بنی اسرائیل میں بنی اسرائیل ہی کو خطاب کر کے

وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا اگر تم واپس ہو جاؤ تو ہم بھی واپس ہوں

جو فرمایا گیا ہے کہ عود اور واپسی کے اس عام قانون کا ذکر کرتے ہوئے اسی قوم کے ساتھ یہ تاریخی حادثہ جو پیش آیا تھا کہ بعض زور آور (اولی بأس شدید ) قوموں نے ان کو برباد و ہلاک کر دیا تھا اور پھر یہودیوں کو دوبارہ سنبھالا لینے کا موقع عطا کیا گیا جس کے آثار ونتائج کو بتاتے ہوئے فرمایا گیا ہے

وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا

''ہم نے مال و دولت اور اولادِ نرینہ سے تمہاری مدد کی اور تم کو بنا دیا ہم نے بڑی تعداد والی قوم''

ظاہر ہے کہ زور آور قوموں سے تباہ و برباد ہونے والی اسرائیلی نسل کا وہ طبقہ اس طبقہ سے یقیناً مختلف تھا جن کو اپنی پرانی عظمت وشوکت ، دولت وامارت قوت وطاقت کی طرف واپس ہونے کا موقع ملا تھا لیکن قرآن نے بربادی اور تباہی کو جس طرف منسوب کیا ان ہی کی طرف عظمت رفتہ کی واپسی کو بھی اس نے منسوب کیا ہے۔

ان دو تمہیدی مقدمات کے بعد اگر سمجھا جائے کہ یاجوج و ماجوج سے تعلق رکھنے والی مذکورہ بالا آیت میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ہلاک شدہ آبادی کو واپس پلٹنے کا موقع اس وقت تک حاصل نہ ہوگا جب تک یاجوج و ماجوج نہ کھول دیئے جائیں۔اس کا اگر یہ مطلب سمجھا جائے کہ

یاجوج و ماجوج کے کھلنے سے پہلے برباد وتباہ ہونے والی آبادیوں کو دوبارہ سراُٹھانے اور عروج و ترقی حاصل کرنے کا موقع یاجوج و ماجوج کے کھول دیے جانے کے بعد ہی مل سکتا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ قرآنی طریقہ تعبیر اور طرزِ خطاب سے جو مانوس ہیں ان کے لئے یہ کوئی چھپنے کی ایسی بات ہو جسے خواہ مخواہ دور از کار شاعرانہ تاویل قرار دے کرنا قابل لحاظ ٹھہرا دیا جائے۔

بلکہ یوحنا کے یاجوج و ماجوج والے جس مکاشفے کا میں نے ذکر کیا تھا اس میں بھی الصادق الامین ﷺ کے بعد ہزار سال تک شیطان کے قید ہو جانے کا تذکرہ کرتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ ہزار سال جب پوری ہو جائیں تو ''اس کے بعد ضرور ہے کہ تھوڑے عرصہ کے لئے وہ (شیطان) کھولا جائے''

آگے اسی سلسلہ میں اسی مکاشفہ میں چند سطریں پائی جاتی ہیں جن میں اب تو ''یسوع'' اور ''مسیح'' کا نام لہلتا ہے۔لیکن قرینہ بتاتا ہے کہ اسی مکاشفہ کے ''الصادق الامین'' کے الفاظ پر جیسا کہ عام دستور ہے تحریف کی قینچی چل گئی ہے۔ ورنہ پہلے سے جب الصادق الامین کا ذکر چلا آرہا ہے تو اچانک ''یسوع'' اور ''مسیح'' کے تذکرہ کے معنی ہی کیا ہو سکتے ہیں۔ کچھ بھی ہو آگے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا حاصل میرے نزدیک یہی ہے کہ ''الصادق الامین'' یعنی رسول اللہ ﷺ پر جو ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی ''وہ زندہ ہو کر ہزار برس تک ''مسیح'' کے ساتھ بادشاہی کرتے رہے (مکاشفہ یوحنا 2/4)

یہاں مسیح کے لفظ کی جگہ 'الصادق الامین' پڑھتے ہوئے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ ہے۔ ہزار سال تک دنیا کی سیاسی باگ جن کے ہاتھوں میں رہی اسکے بعد سے ''اور جب تک ہزار برس پورے نہ ہو لئے باقی مردے زندہ نہ ہوئے'' (مکاشفہ باب 2/5)

تقریباً اس فقرے کا مآل بھی وہی ہے جو سورۃ الانبیاء کی مذکورہ بالا یاجوج و ماجوج والی آیت کا ہے۔خود اسی مکاشفہ کے حوالے سے نقل کر چکا ہوں کہ

> ''جب ہزار سال پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی یعنی یاجوج و ماجوج کو گمراہ کر کے لڑائی کے لئے جمع کرنے کو نکلے گا۔'' (باب 2۔7۔8)

حاصل یہی ان کا کہ یاجوج وماجوج کے کھولے جانے کے بعد ان مردوں کو زندہ ہونے کا موقع ملے جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر ہزار برس والے زمانے میں زندگی نہ حاصل کر سکے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ میری سمجھ میں آیا ہے اسے ادا بھی کر سکا یا نہیں لیکن مطلب میرا یہی ہے کہ یوحنا کے اس مکاشفہ میں قدرے رسمی تحریف کے ساتھ جو کچھ پایا جاتا ہے اسی کا اعادہ قرآن میں کیا گیا ہے اور خلاصہ دونوں کا یہی ہے کہ یاجوج و ماجوج کے کھل جانے کے بعد دنیا کی ان قوموں کو سر اٹھانے کا موقع ملے گا جو اسلام لا کر زندہ قوموں میں شریک نہ ہو سکی تھیں۔ اور یہ بھی یاجوج وماجوج نامی اقوام کے پہچاننے کی منجملہ دوسری نشانیوں کے ایک ایسی نشانی ہے جس کا مطالعہ ہم تاریخ کے اوراق کے سوا اپنی موجودہ دنیا کے اسٹیج پر بھی کر سکتے ہیں اور ان قوموں کو ہم پہچان سکتے ہیں جو اسلامی دولت کے ایام میں تو مردہ رہیں لیکن مسلمانوں کا دور جب ختم ہوا تو زندگی کی نئی ہلچل ان ہی مردہ قوموں کی آبادیوں میں شروع ہوئی اور یکے بعد دیگرے زندہ ہو ہو کر دنیا کے سامنے نمایاں ہو رہی ہیں۔ اور اب پڑھیے مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں اس قرآنی آیت کو

وَ حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَآ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ حَتّٰیٓ اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَ ھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْن

اور غور کیجیے کہ فقیر کا ذہن جس پہلو کی طرف منتقل ہوا ہے دوسرے قرائن و قیاسات اور قرآن کے خاص طریقۂ تعبیر و طرز ادا سے اس کی کس حد تک تائید ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

تاہم باوجود ان تمام صفاتی نشانیوں کے مجھے اعتراف کرنا چاہیے کہ قرآنی آیات کی روشنی میں ہم نام اور رسمی تعین کے ساتھ ان قوموں کو متعین نہیں کر سکتے جن کو قرآن نے یاجوج و ماجوج کی بھیڑ میں داخل کیا ہے۔ مذکورہ بالا قرآنی آیتوں کو باہم پیوند کر کے دیکھنے کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ ایک ٹوپی ضرور تیار ہو گئی ہے، اب یہ آپ کا اور ہمارا کام ہے کہ قوموں کے سروں پر رکھ رکھ کر دیکھیں کہ یہ ٹوپی ٹھیک کن سروں پر بیٹھ جاتی ہے۔ اس میں غیر قرآنی چیزوں سے کچھ مدد بھی اگر لی گئی تو ان کی حیثیت مغزی اور گوٹ کی ہے لیکن جوہری ٹکڑے صرف قرآن سے حاصل کیے گئے ہیں۔

---

(3)

محمد انیس الرحمن

(بشکریہ ہفت روزہ ندائے ملت لاہور، شمارہ 30، جولائی 2012ء)

# افغان قوم ہتھیار کیوں نہیں ڈالتی؟

افغان قوم کے بارے میں تحقیقی مواد پر مشتمل یہ مضمون افغانستان اور ملحقہ علاقوں میں بنی اسرائیل کی کاوشوں پر روشنی ڈالنے کے لیے کافی ہے۔ یاد رہے کہ بنی اسرائیل کے کئی قبائل جوان علاقوں میں آباد تھے اور یاجوج ماجوج کے قبائل بھی تھے جو مسلمان ہو گئے تھے۔

تاریخ عالم میں اس کرہ ارض کے دو خطے ایسے ہیں جہاں کے باسیوں کے لئے آزادی کی دیوی نے اپنا چہرہ سب سے زیادہ بے نقاب کیا اور جہاں استعماریت کا سایہ کبھی نہیں پڑ سکتا معلوم نہیں اللہ رب العزت کی ایسی کونسی مشیت ہے جس کے تحت یہ سب کچھ ہوا لیکن آج جب دنیا مشرق اور مغرب کی تمیز سے آزاد ہو کر ایک ایسے انجام کی طرف دوڑی چلی جا رہی ہے جسے پہلے کی نسبت آج سمجھنا زیادہ آسان کر دیا گیا ہے اور جس کی جانب اللہ رب العزت نے واضح اشارے اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں بیان فرما دیئے ہیں اور اسی حوالے سے اللہ رب العزت کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں آنے والے حالات صاف صاف بیان فرما دیے ہیں۔

ان دو خطوں میں ایک جزیرۃ العرب ہے معلوم تاریخ میں اس خطے کے شمال کی جانب جس وقت بابل ونینوا عالمی طاقت کی جغرافیائی حدود مغرب کی جانب ارض شام وفلسطین تک پھیلی ہوئی تھیں اور مغرب میں اس کی جغرافیائی حدود افغانستان کی سرحدوں تک دراز تھیں اس وقت بھی جنوب کی جانب واقع جزیرۃ العرب میں اس دور کی اس عالمی قوت کو کبھی قبضہ جمانے کا خیال تک نہ آیا جس وقت فارس (ایران) کی عالمی قوت نے ایک طرف یورپ، مصر، شام اور ارض فلسطین کے ساتھ ساتھ دوسری جانب بابل اور وسطی ایشیاء تک کے علاقے کو اپنے زیر اقتدار کر رکھا تھا اس وقت اس عالمی قوت کو بھی کبھی جزیرۃ العرب میں مہم جوئی کا خیال نہ آیا وہ اسے ایک بیابان اور

غیر متمدن علاقہ تصور کر کے اس کی جانب غور کرنے کو بھی تیار نہ تھے جبکہ جغرافیائی طور پر جزیرۃ العرب فارس (ایران) سے بالکل متصل تھا اس کے بعد رومیوں کا دور ہے جو شمالی افریقہ سے لیکر فارس (ایران) بشمول موجودہ عراق اور شمال میں بلاد شام پر قابض تھے انہوں نے بھی کبھی نگاہ اٹھا کر اس خطے کی جانب نہ دیکھا ان سے پہلے تاریخ عالم کا مشہور کشور کشا سکندر مقدونی یورپ کی ایک چھوٹی سی ریاست سے نکل کر مصر سے لیکر بابل تک اپنا انتظام قائم کرتا ہے اور ایرانی سلطنت کو شکست دے کر ہندوستان کے راجہ پورس کے سامنے جا کھڑا ہوتا ہے لیکن یورپ سے ہندوستان تک آتے ہوئے اس نے اس خطے جزیرۃ العرب سے پہلو بچا کر نکلنے میں عافیت جانی۔ یوں قدرت کے اس سارے انتظام نے اس جزیرۃ العرب کے قلب میں ایک ایسی عرب قوم کو پروان چڑھنے کا موقع فراہم کر دیا جس نے باہر کی قوموں کے اتصال سے الگ تھلگ رہ کر اپنا ایک خالص مگر انتہائی سادہ معاشرتی گہوارہ تشکیل دیا اسے ''عالمی تنہائی'' کی حالت میں رکھ کر اس قوم کی زبان (عربی مبین) کو ایک ایسے پیغام کی ترویج کا ذریعہ بنایا گیا جس نے قیامت تک کے لئے دنیا کی تمام قوموں اور انسانوں کی زندگیوں کے ہر پہلو کا ایک منشور قرار پانا تھا یہاں کی سختیوں نے اس قوم کے مزاج کو امانت داری کے اس سانچے میں ڈھال دیا تھا جس نے اللہ اور اس کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے پیغام کو پوری دیانت داری کے ساتھ باقی دنیا کو بغیر کسی زبر، زیر اور پیش کے فرق کے منتقل کرنا تھا۔

اس نوعیت اور خصوصیت کا دوسرا خطہ تاریخ میں خراسان کے نام سے موسوم ہے اس کے موجودہ محل وقوع میں تمام افغانستان اوپر سے ترکمانستان، ازبکستان اور تاجکستان کا کچھ جنوبی حصہ شامل ہے جبکہ پاکستان کے خیبر پی کے کا افغان سرحد سے متصل کچھ علاقہ اور ایران کا مشرقی حصہ جس میں مشہور شہر نیشاپور اور طوس شامل ہیں، خراسان کا علاقہ ہی کہلاتا تھا۔ جدید دور میں ایران کے ایک صوبہ کا نام بھی خراسان ہے۔ اس سارے محل وقوع کی اگر باریک بینی سے تحقیق کی جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ بیان کردہ خراسان کا قلب درحقیقت جدید جغرافیہ میں موجودہ تمام افغانستان ہے۔ یہ خطہ بھی ہمیشہ استعماریت کش رہا ہے، اپنے دور کی ہر سپر طاقت کو یہاں سے واپسی کا سفر شروع کرنا پڑا اور جس نے قیام کا خیال بھی دل میں پیدا کیا تو یہی خطہ اس عالمی قوت

کے لئے قبرستان ثابت ہوا۔ چنگیز خان سے لے کر سابق سوویت یونین تک سب یہاں سے منہ کی کھا کر پلٹے اور آج امریکہ اور اس کے صہیونی صلیبی نیٹو اتحادی اسی افغانستان کے پہاڑوں سے سر ٹکرا کر واپسی کے لئے راستے تلاش کر رہے ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قدرت نے جزیرۃ العرب کو باقی دنیا کی اقوام سے کاٹ کر اور باہر کی اقوام کی برائیوں سے پاک رکھ کر ایک بڑے مشن کے لئے تیار کیا تھا لیکن خراسان یا موجودہ افغانستان سے ایسا کونسا کام لینا مقصود ہے کہ اس جزیرۃ العرب والی تاریخی پرورش سے گزارا گیا؟ افغانستان سے باہر کی دنیا پر راز سب سے پہلے برطانویوں پر افشا ہوا تھا لیکن انہوں نے اپنی سیاسی اور عسکری ضرورتوں کے تحت ڈیڑھ سو برس تک اس راز پر پردہ ڈالے رکھا!!

1820ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی تیزی کے ساتھ برصغیر میں اپنے پاؤں جما رہی تھی لیکن دوسری جانب روس کے ساتھ برطانیہ کی ''گریٹ گیم'' میں بھی تیزی آ گئی تھی۔ ایک طرف ایران اور آذربائیجان کی جانب سے برطانوی فوجیں باکو اور اس سے آگے بحیرہ قزوین کے ساحلی ملکوں میں واقع تیل اور دیگر معدنیات کے حصول کے لئے کوششوں میں مصروف تھیں تو دوسری جانب برصغیر کی جانب سے وہ افغانستان میں واقع دریائے آمو رکے اس پار سے روس کو شکنجے میں لینے کی بھی آرزو رکھتی تھی اور تمام خواہشات کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خوف بری طرح لاحق تھا کہ اگر روس افغانستان کے راستے ہندوستان میں انگریزوں پر حملہ آور ہو گیا تو شاید مقامی آبادی انگریزوں کا ساتھ نہ دے بلکہ اس حملے کو غنیمت جان کر کمپنی کی حکومت ختم کرنے کے درپے ہو جائے اور جیسا کہ بعد میں یعنی 1857ء میں برطانیہ نے اپنے پہلے نمائندے ماؤنٹ اسٹیورٹ الفنسٹن MOUNTSTUART ELPHINSTONE کو کابل کے دربار میں روانہ کیا تھا اس وقت کمپنی کو ہندوستان پر نپولین کے حملے کی اطلاعات بھی موصول ہو رہی تھیں اور اس مقصد کے تحت یہ کابل دربار سے بھی مدد کے طلبگار تھے۔ بہر حال موؤنٹ اسٹیورٹ الفنسٹن MOUNTSTUART ELPHINSTONE نے ایک برس کابل کے دربار میں انگریز سفارتکار کے طور پر بسر کیا اور اپنے ساتھ انتہائی حیرت انگیز انکشاف لے کر واپس کلکتہ پلٹا ماؤنٹ اسٹیورٹ الفنسٹن MOUNTSTUART ELPHINSTONE نے افغانستان کے

مشاہدات کے حوالے سے ایک کتاب بھی تحریر کی تھی ہندوستاں واپس آ کر اسے پہلے پونا کا گورنر بنایا گیا اس کے بعد 1819ء سے لے کر 1827ء تک ممبئی کا گورنر رہا اس دوراں کمپنی بہادر کی پالیسی کے تحت مقامی لوگوں پر تعلیم کے دروازے بند تھے لیکن MOUNTSTUART ELPHINSTONE نے یہاں تعلیمی اداروں کے قیام اور مقامی لوگوں کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں اور ایسٹ انڈیا کے غلبے کے بعد یہ پہلا انگریز ہے جس نے حکومتی سطح پر تعلیم کے دروازے مقامی افراد پر کھلوائے ماؤنٹ اسٹورٹ الفنسٹن MOUNTSTUART ELPHINSTONE افغانستان سے جو حیرت انگیز راز اپنے ساتھ کلکتہ لایا تھا اس کے مطابق ''افغان پختون یا پشتون اپنے آباواجداد کو فخریہ طور پر بنی اسرائیل سے منسوب کرتے ہیں جبکہ ان کی بہت سی رسم ورواج اور عادات بنی اسرائیل سے قریبی طور پر مشابہ ہیں۔ان کے نام،قبائل کے نام،علاقوں کے نام یہاں تک کے دریاؤں کے نام ارض مقدس کے ناموں سے قریب تر ہیں اور غالباً یہی بنی اسرائیل کے گم گشتہ دس قبائل ہیں LOST TRIBE OF ISRAEL جو بابل کی اسیری کے دوران باقی بنی اسرائیل سے کٹ گئے تھے۔ان تمام معلومات نے انگریز بہادر کے کان کھڑے کر دیئے اور مزید تحقیق کے لئے منصوبہ بندی کی جانے لگی اس سلسلہ میں انگریزوں نے اپنی ایک کمپنی تشکیل دی اور اس کے تحت ان تاریخی ماخذوں کا کھوج لگانے کی کوشش کی جانے لگی جس سے افغانیوں کے آباؤ اجداد کی صحیح نشاندہی ہو سکے۔لیکن اس سلسلے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریزوں کو اگلے بیس برسوں تک کوئی خاطر خواہ کامیابی ہاتھ نہ آئی۔ 1835ء میں اسکاٹ کیپٹن الیگزنڈر برنس نے بخارہ کا سفر اختیار کیا تھا وہ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا بھی ملازم رہا برطانیہ کی گیریٹ گیم میں اس نے بھی اہم رول ادا کیا تھا اور بخارہ کے امور کا ماہر ہونے کی وجہ سے اسے ایسٹ انڈیا کمپنی میں 'بخارہ برنس' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا اس نے سب سے پہلے 1835ء میں باقاعدہ انکشاف کیا کہ افغانی اپنے آپ کو بنی اسرائیل کی نسل سے کہتے ہیں اور تحقیق ان کے اس دعویٰ کو سچ ثابت کرتی ہے وہ کسی طور بھی اپنے آپ کو یہودی نہیں کہتے بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے دیگر قبائل میں سے ہیں۔ بخت نصر کے دور میں جب بنی اسرائیل کے قبائل غلام بنا کر لائے گئے تو ان میں سے کچھ چنیدہ قبائل کو بامیان کے نزدیک غور کے علاقے میں

بسایا گیا تھا موجودہ افغان یا پشتون ان ہی کی اولادوں ہیں ، [SIR ALEXANDER BURNES TRAVELS INTO BOKHARA, VOL.2:139-141]اس مقصد کو آگے بڑھانے کے لئے انگریزوں نے برنس کو دوبارہ افغانستان میں شاہ دوست محمد خان کے دربار میں سفارت کار کے طور پر روانہ کیا برنس کہتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ شاہ دوست محمد خان سے اس کے آباواجداد کے بارے میں سوال کیا تو اس کا جواب تھا کہ 'یہ بات شک سے بالاتر ہے کہ ہم بنی اسرائیل کی اولاد ہیں' اسی طرح 1861ء میں سر جارج مور نے اپنی کتاب THE LOST TRIBES IN 1861 میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ 'بنی اسرائیل کی اگر حقیقی بودوباش دیکھنا ہو تو اسے افغانستان میں دیکھا جا سکتا ہے جغرافیائی طور پر اور علم الانساب کے لحاظ سے افغانی بنی اسرائیل کی اولاد ہونے کے ناتے سے ہر کسوٹی پر پوری طرح سے اترتے ہیں'۔ بہر حال ہم اپنے قارئین کو بتاتے چلیں کہ یہ موضوع انتہائی پر اسرار اور دلچسپ ہے اور اس سلسلے میں مغل بادشاہ جہانگیر کے ددربار کے وقائع نویسوں سے لے کر قدیم افغان اور وسطی ایشیاء کے تاریخ دانوں کی تحقیقات اور اس کے بعد 1808ء سے لے کر 1985ء تک بے شمار مغربی مستشرقین کی تحقیقات اب سامنے آتی جا رہی ہیں۔ جو پیچیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی دلچسپ بھی ہیں اور انہیں ایک مقالے کے دامن میں سمیٹنا ممکن نہیں، ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

اس تمام تاریخ کا لب لباب یہ ہے کہ افغانی یا پشتون اپنے آپ کو بنی اسرائیل کی اولاد تو ضرور کہتے ہیں لیکن یہودہ کی اولاد بالکل نہیں کہتے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تاریخی تعلق بنی اسرائیل کے قبیلے بن یامین کی شاخ سے ہے اور ان کا جدامجد شاساؤل (حضرت طالوت) کا پوتا افغانہ ہے جس کی نسبت سے یہ افغانی کہلائے۔ طالوت یا شاساؤل بنی اسرائیل کا وہی بادشاہ ہے جس کی فوج میں حضرت داؤد علیہ السلام ایک عام سپاہی کے طور پر بھرتی ہوئے تھے اور قرآن کریم کے مطابق انہوں نے ایک جنگ میں فلسطین کے ایک مقامی جنگجو جالوت کو قتل کر کے شاہ ساؤل کا قرب حاصل کر لیا تھا جنہوں نے ان کی شادی اپنی بیٹی سے کی اور بعد میں حضرت داؤد d ہی بنی اسرائیل کی ریاست کے بادشاہ مقرر کئے گئے تھے اور آپ کے صاحبزادہ حضرت سلیمان d کے دور میں سب پہلے مسجد سلیمان (ہیکل سلیمانی) تعمیر ہوئی تھی حضرت سلیمان d کے دور میں

افغانہ سردار بنی اسرائیل کی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا اور اسی قبیلے کے افراد کو حضرت سلیمان d نے معبد سلیمانی کے محافظت کا ذمہ سونپا تھا قدیم تواریخ میں یہ بھی روایت ہے کہ جس وقت جنات نے بنی اسرائیل کے حاسد کاہنوں کی حمایت میں معبد پر حملہ کیا تھا تو حضرت سلیمان d نے ان محافظ قبائل کو ان جنات سے جنگ کرنے کے لئے اہم جملے یاد کروائے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ باقی بنی اسرائیل کے کاہنوں اور ان کے زیر اثر یہودی قبائل اور معبد سلیمانی کے محافظوں اور ان کی آل اولاد کے درمیان پھر کبھی نہ بنی بلکہ جب بخت نصر تمام بنی اسرائیل کو ان کے گناہوں کی پاداش میں یروشلم کو تباہ کرنے اور معبد سلیمانی کو زمین سے لگانے کے بعد بابل قیدی بنا کر لے گیا تو وہاں بھی بن یامین قبائل سے تعلق رکھنے والے معبد سلیمانی کے محافظین اور دیگر بنی اسرائیل کے قبائل کے درمیان نہیں بنتی تھی۔ ایک روایت کے مطابق بخت نصر نے ان کی اسی آپس کی چپقلش کی وجہ سے حضرت سلیمان d کے حامی بن یامین کو قبائل کے باقیوں سے الگ کر کے اپنی ہی ریاست کے دوسرے کونے یعنی موجودہ افغانستان میں بسنے کے لئے بھیج دیا تھا بعد کے تاریخی شواہد کے مطابق جس وقت ایرانی بادشاہ جس کا نام قرآن کریم میں ذوالقرنین ہے، نے بنی اسرائیل کو ستر برس بعد بابل کی قید سے آزاد کروا کر انہیں دوبارہ یروشلم میں بسایا تھا تو بنی اسرائیل میں صرف وہی افراد واپس آئے تھے جو اس وقت بابل میں قید تھے اس زمانے تک ان کی آبادی میں مزید اضافہ ہو چکا تھا ان کی واپسی یک دم نہیں ہوئی تھی بلکہ اس واپسی میں بھی کئی برس لگے تھے لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے بعض خاندان ایسے تھے جنہوں نے بابل میں ہی قیام کو فوقیت دی تھی اور ان کے تجارتی روابط شمالی عراق یعنی موصل سے اوپر تک یعنی بحیرہ قزوین کے گرد واقع بت پرست اقوام کے ساتھ مربوط چکے تھے بابل میں ہی یہودیوں نے تلمود جسے وہ تورات کی تفسیر کہتے ہیں رقم کی تھی لیکن اس میں مبالغہ ہے کیونکہ بخت نصر نے بنی اسرائیل کو منتشر کرنے کے ساتھ ساتھ تورات کے آثار بھی ختم کر دیے تھے اور تورات کے جو حصے یہودی ربیوں کو زبانی یاد تھے اسی کی متشدد تفسیر کی گئی تھی اسی تفسیر میں بنی اسرائیل کے گم گشتہ دس قبائل کا بھی ذکر ہے کئی برس گزر جانے کے بعد جن کے محل وقوع سے بنی اسرائیل غافل ہو چکے تھے یہ وہی بنی اسرائیل تھے جنہیں 'خراسان' کے پہاڑوں نے اپنے اندر پناہ دے کر باقی دنیا کو ان

کے وجود سے صدیوں تک کے لئے غافل کر دیا تھا۔ سترویں صدی کے برطانوی مستشرقین کے مطابق بنی اسرائیل کی بود و باش اور سخت زندگی کا اگر مشاہدہ کرنا ہو جو حضرت موسیٰ d کے وقت مصر سے نکلنے کے بعد انہوں نے اختیار کی تھی تو اس کی جھلک صرف افغان پشتون میں ہی نظر آئے گی اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یروشلم میں واپس آنے بعد بنی اسرائیل کی طرز زندگی میں تیزی کے ساتھ فرق پڑتا گیا تھا جبکہ باقی دنیا میں بکھرے ہوئے بنی اسرائیل نے مقامی قوموں کی بود و باش اختیار کر لی تھی۔ اسلام آنے کے بعد خراسان کے یہی وہ قبائل تھے جنہوں نے تیزی سے اسلام قبول کیا تھا۔

برطانیہ اور افغانیوں کے درمیان پہلی اینگلو افغان جنگ کی ابتداء 1839ء میں ہوئی تھی جو 1842ء تک جاری رہی اس جنگ میں افغانیوں نے برطانویوں کو وہ سبق سکھایا تھا جو آنے والی عالمی قوتوں کے لئے ایک اہم نشان راہ ثابت ہوا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ بھی افغانستان کے پہاڑوں میں تحلیل ہو گیا۔ برطانیہ اور روس کی تاریخی چپقلش جسے تاریخ میں 'گریٹ گیم' کا نام دیا گیا اس گریٹ گیم کا سب سے بڑا مقصد وسطی ایشیاء پر اپنا کنٹرول مستحکم کرنا تھا اس دوران ایران پر روس نواز حکومت تھی اس نے بھی برطانیہ کو خاصہ پریشان کر رکھا تھا اس لئے ان کی شدید خواہش تھی کہ کابل میں برطانیہ نواز حکومت قائم ہو سکے تاکہ خطے میں طاقت کا توازن قائم کیا جا سکے اس مقصد کے حصول کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی نے 21 ہزار برطانوی اور ہندوستانوی سپاہیوں کی ایک فوج تیار کی جس کی کمانڈ سر جان کینے کے ہاتھ میں تھی اس فوج کی تیاری دسمبر 1839ء میں پنجاب میں کی گئی مارچ 1839ء میں انگریز فوج کوئٹہ پہنچی جہاں سے اس نے درہ بولان پار کرنا تھا اور کابل کی جانب پیش قدمی کرنا تھی قندھار اور غزنی تک افغانوں نے زیادہ مزاحمت نہ دکھائی برطانوی اس خوش فہمی کا شکار ہو گئے کہ اب انہیں کوئی روکنے والا نہیں اس دور میں کابل کی حکومت پر قبضے کے لیے خود افغان انتظامیہ کے درمیان بھی چپقلش کی کیفیت تھی بہرحال 1942ء تک انگریز قوم کا یوم حساب ان تک آ پہنچا اور انگریز قوم سے صرف ڈاکٹر ولیم برائڈن DR.WALLIM BRYDON ہی کو جلال آباد تک رسائی دی گئی تاکہ وہ ہندوستان میں انگریز فوج کے انجام سے انگریز حکام کو آگاہ کر سکے اس ساری جنگ کے دوران قندھار ہی انگریز فوج کا

سب سے بڑا پڑاؤ رہا اور اگر آج امریکہ او اس کے صہیونی صلیبی اتحادیوں کی یلغار کا جائزہ لیا جائے تو اس برطانوی فوج نے سب سے زیادہ مشرقی افغانستان خصوصاً قندھار میں ہی اپنے آپ کو تعینات کیا ہوا ہے انگریز کی افغانستان میں اس شکست کے بعد گویا کہ انگریز مستشرقین کے لئے تحقیق کا دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ اس بات کے راز سے واقف ہونے میں جت گئے کہ افغان فوج جدید جنگی ٹیکنالوجی سے محرومی کے باوجود ایسی کونسی قوت کی حامل ہے جو کسی بڑی قوت کو ان کی سر زمین پر پیر نہیں جمانے دیتی اور اس جستجو میں انگریزوں پر وہ راز کھلا جس میں آنے والے دور کا منظر نامہ ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا یہی وجہ ہے کہ اس راز پر ڈیڑھ سو برس تک انگریزوں نے پردہ ڈالے رکھا وہ اس بات پر بھی حیرت زدہ تھے کہ زار روس کی فوجوں نے اٹھارویں صدی تک تمام وسطی ایشیاء کی مسلم ریاستوں کو ہڑپ کر لیا تھا لیکن تمام تر قوت ہونے باوجود افغانستان کی جانب رخ کرنے سے کتراتے رہے یہی وجہ ہے کہ کمیونزم کے بعد انگریزوں اور امریکیوں کی تمام تر کوششوں کا ایک ہی مقصد رہا کہ کسی نہ کسی طرح سوویت یونین کو افغانستان کے میدان میں اتار دیا جائے۔ مغربی یورپ اور امریکہ کی جانب سے کئی دہائیوں کی محنت شاقہ کے بعد روسیوں کی گرم پانیوں تک پہنچنے کی خواہش کو ہوا دی جاتی رہی اور آخر 1979ء میں سوویت یونین کو اس غلطی پر مجبور کر دیا گیا جس کا خمیازہ ٹھیک سو برس قبل برطانیہ بھگت چکا تھا امریکی سی آئی اے اور برطانوی ایم آئی 6 نے سوویت یونین کو یہ فیصلہ کرنے پر کیسے مجبور کیا یہ داستان خاصی طویل ہے جو پھر کسی اور موقع پر بیان کی جائے گی۔ جلد نتائج حاصل کرنے کے لئے امریکہ اور سارا مغربی یورپ مع مسلم دنیا کے افغان مجاہدین کی پشت پر آن کھڑا ہوا اور پھر نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

سوویت یونین کے خلاف جنگ کے افغان قوم اور باقی دنیا کا پہلی مرتبہ کھل کر رابطہ ہوا اس جنگ کے دوران جہاں اور بہت سے خفیہ اور علانیہ کام ہوئے وہاں ایک کام ایسا بھی تھا جو مغرب میں انتہائی خاموشی کے ساتھ کیا جا رہا تھا یہ کام مغرب کی درسگاہوں میں ہوا جہاں پر افغانیوں کے نسلی اور نسبی سلسلے کے متعلق جدید خطوط پر تحقیق کی گئی بہت سے جدید مغربی محققین (مستشرقین) خاموشی کے ساتھ پشاور اور پھر افغانستان آتے رہے اور اپنی رپورٹیں مرتب کرتے رہے اس دوران انہیں پاکستان میں اور افغانستان میں کئی جگہ ایسے قدیم پتھر اور چٹانیں بھی ہاتھ لگیں

جن پر عبرانی زبان کی تحریریں موجود تھیں! یہ وہ کام تھا جس کے بارے میں شاید پاکستان کو بھی ہوا نہیں لگنے دی گئی تھی ویسے بھی مسلم دنیا کا حکومتی سطح پر تعلیمی شعور اس قدر نہیں کہ وہ اس کاموں کے حوالے سے کوئی دلچسپی ظاہر کرسکیں۔ یوں یہ بات اسّی کی دہائی کے آخر تک اہل مغرب کے نزدیک پایہ تکمیل تک پہنچ چکی تھی کہ افغانستان کی پشتون آبادی ہی درحقیقت بنی اسرائیل کے ان گم گشتہ قبائل کی اولادیں ہیں جو ماضی میں تاریخ کے ریکارڈ میں ایک اساطیری شکل اختیار کرچکی تھیں۔

اب اس جانب آتے ہیں کہ خراستان کے متعلق احادیث شریف میں بیان کردہ حقائق کو جب افغان قوم کے متعلق مغربی تحقیق سے جوڑا جائے تو حالات کی کیا تصویر سامنے آتی ہے۔

عن ابی هريرة، قال:قال:رسول الله ﷺ :اذاوقعت الملاحم بعث الله بعثا من الموالی هم اکرم العرب فرسا واجوده سلاحا، یوید بهم الدين۔

حضرت ابو ہریرۃ h فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب بڑی بڑی لڑائیاں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ عجمیوں میں سے ایک لشکر اٹھائیں گے جو عرب سے بڑھ کر شہسوار اور ہتھیاروں والے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے دین کی مدد فرمائیں گے۔ (سنن ابن ماجۃ۔ جلد سوم حدیث: 971)

حضرت عبداللہ بن حارث h فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مشرق سے کچھ لوگ نکلیں گے جو امام مہدی کے لئے (مسئلہ خلافت) کو آسان بنادیں گے۔ (ابن ماجۃ 4088)

حضرت ثوبان h سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (قیامت کے قریب) مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے ظاہر ہوں گے اور وہ تم سے ایسی سخت جنگ کریں گے کہ اس قسم کی جنگ کسی قوم نے نہ لڑی ہوگی پس جب تم اس کو دیکھ لو تو (ان کے قائد) سے بیعت کرلینا اگرچہ تم کو (بیعت کے لئے) برف پر چل کر آنا پڑے گا کیونکہ اس میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا (الاشاعۃ 240)

'اور جب تم کو خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کی آمد کی اطلاع ملے تو تم ان کے پاس چلے جانا اگرچہ برف پر چل کر جانا پڑے' (ترمذی ج:2 ص56).

یہ صرف چند مثالیں ہیں جبکہ اس حوالے سے بے شمار احادیث شریفہ حدیث کی صحیح کتابوں میں مل سکتی ہیں اس کے علاوہ حیرت انگیز طور پر افغانوں کے جدامجد کے حوالے سے اس وقت سب سے زیادہ تحقیق خود اسرائیل میں کی جاچکی ہے اس تحقیق میں سب سے زیادہ یہ حصہ ڈی این اے کے حوالے

سے ہے۔سابق سوویت یونین کے ساتھ جنگ کے دوران ہجرت کرنے والے بعض متمول افغان مہاجرین خاندان یورپ کے ساتھ ساتھ اس وقت نیویارک میں بھی آباد ہیں جن کے ڈی این اے امریکی اسرائیلی ماہرین کو یہ ثابت کر چکے ہیں کہ افغان قوم آریائی نہیں بلکہ سامی النسل ہے جبکہ برطانوی ڈیڑھ سو برس تک دنیا کو یہ بتا کر گمراہ کرتے رہے کہ افغانی آریائی ہیں۔

اوپر دیے گئے اس مختصر خاکے کے بعد کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ افغان قوم غیر ملکی فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈال دے گی؟ افغان قوم سے متعلق قدیم مقامی اور موجودہ برطانوی، امریکی اور اسرائیلی محققین کی تحقیق کو سامنے رکھ کر اگر خراسان کے حوالے سے بیان کردہ احادیث شریفہ کا جائزہ لیا جائے تو آنے والے وقت کا منظر نامہ کھل کر سامنے آجائے گا القدس شریف کے حوالے سے ترمذی کی ایک حدیث ہے کہ ’ کالے جھنڈوں والا ایک لشکر خراسان سے نکلے گا اور کوئی قوت انہیں روکنے کے قابل نہ ہوگی یہ لشکر یروشلم تک جائے گا جہاں پر یہ اپنے جھنڈے گاڑھ دے گا‘۔(ترمذی ج:2 حدیث 152)۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسجد سلیمانؑ (معبد سلیمانی) کی حفاظت پر مامور بنی اسرائیل کے بن یامین قبائل کی اولاد میں ہی یہ ذمہ داری قدرت کی جانب سے تفویض کی گئی ہے کہ وہ قیامت سے قبل اسی شہر کو دوبارہ فتح کریں گے ہمارے لئے ان تمام واقعات میں سوچنے سمجھنے کا خاصہ سامان موجود ہے ایک بیدار ذہن مسلمان کے لئے سمجھنا چنداں مشکل نہیں کہ افغانستان میں نائن الیون کے بعد جو جنگ امریکہ اور اس کے صہیونی صلیبی اتحادیوں کی جانب سے مسلط کی گئی ہے وہ آخر کس طوفان کو روکنے کے لئے ہے؟ امریکہ اور یورپ کی تمام تر اقتصادی تباہی کے باوجود کیوں اسرائیل کی صہیونی حکومت نیٹو کو افغانستان سے نکلنے کی اجازت نہیں دے رہی؟ کیونکہ اس خراسان کے پڑوس میں واقع مسلم ملک پاکستان جوہری صلاحیت اسرائیل اور عالمی صہیونیت کے لئے ایک ڈراؤنا خواب بنی ہوئی ہے؟ ان تمام سوالات کے جواب اوپر بیان کردہ مختصر تاریخی جائزے میں تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

---

# باب 2

## روئے ارضی پر نسل انسانی کا پھیلاؤ

- ☆ 600ق م کا ایران، مشرقِ وسطیٰ اور
  عرب کا متمدن علاقہ اور مشیت ایزدی
- ☆ ذوالقرنین، اس کی مہمات اور سدّ ذوالقرنین
- ☆ حضرت محمدﷺ کی تشریف آوری، ختم نبوّت
  اور متمدّن دنیا کا ابلیسی لشکروں سے مکمل تحفظ
- ☆ بے خدا فلسفیانہ نظریات کا عروج
  بنی اسرائیل کی سرپرستی میں
- ☆ حضرت محمدﷺ نبی آخرالزماں کی تشریف آوری،
  بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج
- ☆ حضرت محمدﷺ کی تعلیمات کی تکمیل، ختم نبوّت کا اعلان اور
  صحابہ کرام j کو سدّ ذوالقرنین میں سوراخ کی خفیہ اطلاع
- ☆ ......اسلامی ریاست کے قیام پر بنی اسرائیل
  اور یاجوج ماجوج کی مایوسی
- ☆ ریاست اسرائیل کا قیام اور یاجوج ماجوج
- ☆ یاجوج وماجوج کی تباہی

## 2.1 دنیا میں نسل انسانی کا پھیلاؤ

01۔ روئے ارضی پر نسل انسانی کے پھیلاؤ کے کئی نظریات ہیں جو کتابوں میں موجود ہیں اور اہل علم کی نگاہوں میں ہیں۔ نوعیت کے اعتبار سے ان نظریات کی ایک تقسیم ہے جس کو بحیثیت ایک مسلمان ہم نظرانداز نہیں کرسکتے۔ غیر مسلم دانشور اور اہل علم کے نظریات ایک طرف ہیں اور مسلمان اہل علم اور اہل قلم کے تصورات دوسری طرف۔

02۔ نظریات اور تصوّرات کا یہ فرق دراصل 'تصوّرِ انسان' کے فرق کا نتیجہ ہے یعنی انسان کون ہے؟ ایک جدید مغربی فلسفیانہ تصور ہے اور دوسرا آسمانی وحی کی بنیاد پر مسلم یا اسلامی تصوّر ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ عصر حاضر میں مغربی نظریات کی بالادستی کی وجہ سے مسلم اہل علم بھی اُسی انداز میں بات کرتے ہیں جو مغرب کا تصوّر ہے اور اسلام کے تصوّرِ انسان کو زیادہ نمایاں نہیں کرتے اس لئے کہ مغربی افکار و علوم کے تحت ہر چیز کی ایک مادّی اور MATERIALISTIC تعبیر ہی زیادہ اہم سمجھی جاتی ہے۔ ہم ان سطور میں مختصر طور پر اسلام کے تصوّرِ انسان کو سامنے لانا چاہتے ہیں اور اسی کی روشنی میں ان شاء اللہ اپنے موضوع پر گفتگو کو آگے بڑھائیں گے۔

03۔ مغربی تصوّرات اور نظریہ کے مطابق انسان ایک مادّی وجود ہے یعنی انسان مٹی (CRUST OF THE EARTH) سے بنا ہے اور اسی مادہ (MATTER) کی آگے پیچیدہ شکلوں میں ڈھلتے جانے سے انسان کا جسم، اعضا، دل و دماغ اور دماغ کی خصوصی حیثیتیں بنتی چلی گئی ہیں۔ ایک زندہ انسان ـــــــ اسی مادّی وجود کا دوسرا نام ہے۔ اس نقطہ نظر میں

اخلاق و کردار، نیکی بدی، خیر و شر، موت کے بعد کی زندگی کے تصورات کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

اس نقطہ نظر سے بالکل مختلف بلکہ متضاد اسلام کا نقطۂ نظر ہے اور وہ یہ ہے کہ حقیقی انسان کے دو وجود ہیں:

(ا) روحانی وجود (ب) مادی وجود

مادّی وجود کا اسلامی تصوّر ـــــــ عام مغربی تصوّر سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ مغرب کا اپنا ایک EVOLUTION کا نظریہ ہے جس کے تحت اس کائنات میں انسان وجود میں آیا ہے۔ اسلام کا انسان کے مادی وجود سے متعلق نظریہ قدرے مختلف ہے۔ تاہم اس اختلاف کو بحث کی اصل بنیاد نہیں سمجھا جاتا۔

اسلام کے نزدیک انسان کا دوسرا وجود روحانی وجود ہے، اس کی اصل 'نور' ہے۔ لفظ وجود سے یہ بات سامنے رہنی چاہیے کہ 'روح' کا ہمارے جسم کی طرح مستقل وجود ہے۔ یعنی

| | |
|---|---|
| ـــ جسم کے اپنے تقاضے ہیں | ـــ روح کے اپنے تقاضے ہیں۔ |
| ـــ جسم کے لئے خوراک لباس اور دیگر ضرورتیں یہیں زمین سے پوری ہوتی ہیں۔ | ـــ روح کی غذا اور دیگر ضرورتیں آسمانی ہدایت، وحی اور فرشتوں کے ذریعے پوری ہوتی ہیں۔ |
| ـــ جسم کے ذرائع معلومات (MEANS OF KNOWLEDGE) اپنے ہیں۔ | ـــ روح کے حصولِ علم کے ذرائع اپنے الگ ہے۔ |
| ـــ جسم کی بناوٹ اور خلیات کی ترقی میں انتہا تک پہنچ کر بھی اخلاق، نیکی بدی، موت کے بعد کی زندگی کا کوئی تصور نہیں۔ | ـــ انسان میں روح کی وجہ سے اخلاقی حسّ، نیکی بدی کے تصوّرات، جزا وسزا، موت کے بعد کی زندگی، ایک خالق و ربّ ہستی کا تصوّر موجود ہے۔ |
| ـــ جسمانی اعتبار سے انسان کو محض جسم تک محدود کر دیا جائے تو انسان اور حیوان میں محض | ـــ روح کی وجہ سے انسان میں لباس کا تصور ہے، اخلاق ہے، نیکی بدی کا احساس |

نفاست اور PERCISION کا فرق باقی ہے، خالق و مالک کا احساس ہے، سزا و جزا کا
رہ جاتا ہے۔ تصور ہے، رشتوں کی تمیز ہے، روح کی وجہ
وغیرہ وغیرہ وعلیٰ ھذا القیاس سے ہی حسب و نسب کا تصور ہے۔

04۔ اسلام کے نزدیک انسان روح کی وجہ سے بہت اُونچے مقام پر ہے احسن تقویم پر ہے۔ وحی ربانی کا مہبط یہی روح ہے نہ کہ انسانی جسم۔ روح کی وجہ سے انسان قربِ خداوندی کی تلاش میں ہے یہی روح ہے جس کے لئے علامہ اقبال نے 'خودی' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اسی روح کی وجہ سے انسان اپنے خالق و مالک کی 'رضا' اور 'دیدار' کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اسلام میں ایسے شخص کو جس میں مادی وجود کے ساتھ روحانی وجود بھی ہے حقیقی انسان کہتے ہیں۔ چونکہ روحانی وجود عام مشاہدے میں نہیں آتا، پہلی نگاہ میں انسان کا صرف 'جسم' یا 'مادی وجود' ہی نظر آتا ہے لہٰذا ہم انسانی مشاہدے کی بنا پر ہر دوسرے شخص کو انسان کہہ دیتے ہیں حالانکہ درحقیقت بہت سے لوگ انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہوتے۔

05۔ **حقیقی انسان اور شرِیر انسان:** دنیا میں نسل انسانی کے پھیلاؤ سے مراد یہ ہے کہ اسلام کے نقطہ نظر سے انسان تو روئے ارضی پر چہار سو پھیل گئے مگر ان میں حقیقی انسان اور دوسرے انسان ملے جلے تھے۔ اور قرآن مجید کے بیان کے مطابق دنیا میں ہمیشہ حقیقی انسان کم اور برائے نام کے انسان زیادہ رہے ہیں۔

> وَ لَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ......(07۔179)
>
> ''اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کیے ہیں ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوتے۔''

لہٰذا نسل انسانی کے پھیلاؤ میں حقیقی انسانوں کے ساتھ 'شریر انسانوں' (جو روح سے

تہی دست تھے یا روح (ضمیر) کو مردہ کر چکے تھے) کی تعداد ہمیشہ زیادہ ہی ہے۔

## 2.2 تہذیبی ارتقاء کے لئے سازگار علاقے

انسانی بود و باش کے لئے روئے ارضی کے تمام علاقے ایک جیسی اہمیت کے حامل نہیں ہیں اور نہ کبھی تھے۔ یہ بات ذرا سے غور و فکر سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ آج سے آٹھ یا دس ہزار سال پہلے انسانوں کے لیے رہائش اور سازگار ماحول کے لیے موزوں علاقے جہاں انسان مستقل طور پر رہائش پذیر ہو سکے ــــــــ بہت ہی کم تھے۔

اس بات کی وضاحت کے لیے ذیل میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی جا رہی ہے:

### (ا) انسانی تہذیب کی داغ بیل اور اس کا ارتقاء

تاریخ میں اس مرحلہ پر درج ذیل عوامل نے بڑا بنیادی کام کیا ہے:

01۔ **دن اور رات کی تقریباً برابری:** انسان ایسے علاقوں میں بھی تھا جہاں نو مہینے کی رات 3 مہینے کا دن ہوتا ہے وہاں کوئی انسانی سرگرمی مستقل بنیادوں پر نہیں پنپ سکتی تھی۔ ایسے علاقے جہاں رات 3 گھنٹے اور دن 21 گھنٹے وہاں بھی آج سے ہزاروں سال پہلے (بجلی، مصنوعی روشنی، پانی، ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کے نظام کے بغیر) زندگی کا ٹھہراؤ ناممکن تھا۔

02۔ **موسم کا اعتدال:** موسم کی یہ انتہا پسندی بھی انسانی سرگرمیوں کی راہ میں رُکاوٹ بن جاتی ہے (آج بجلی اور بجلی سے چلنے والی سینکڑوں جدید سہولتوں کے دور سے پانچ سو سال پیچھے جائیں) موسم کی شدت سردی کا ایک حد سے بڑھنا اور گرمی کا ایک حد سے بڑھنا انسان کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتا ہے گرمی تو برداشت ہو جاتی ہے کہ انسان لباس مختصر کر لے مگر سردی کا ایک حد سے زیادہ ہونا ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تہذیبی ارتقاء میں وہ علاقے سرفہرست رہے جہاں موسم اعتدال میں رہتا تھا۔

03۔ **پانی کی دستیابی:** انسان کی ضروریات میں سے ہوا کے بعد سب سے اہم پانی ہے صاف صحت بخش پانی کی فراہمی انسان کی تگ و دو میں سرفہرست رہی ہے۔ لہٰذا قدیم انسانی آبادیاں وہیں ممکن ہو سکیں جہاں پانی بآسانی اور سال کے زیادہ عرصے میں میسر تھا۔ دریاؤں

جھیلوں سمندروں کے کنارے ہی انسان نے ڈیرے ڈالے ہیں۔

04۔ خوراک اور وسائل رزق کی فراہمی: انسانی تہذیب کی داغ بیل ان علاقوں میں ہی پڑی جہاں وسائل رزق (اناج، سبزیاں، گوشت، پھل، چارہ وغیرہ) بآسانی میسّر تھے اور زمین کی قدرتی ساخت بھی اس کے لئے سازگار تھی۔ زراعت کی ابتداء ہوئی اور پانی کی دستیابی والے علاقے ہی ابتدائی تہذیبی استحکام میں سرفہرست رہے۔ انسانی تہذیب کے فروغ میں زراعت نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

05۔ پاکیزگی اور روحانیت: انسانی تہذیب کے استحکام اور فروغ کے لئے اُوپر درج چار لوازم کا تعلق صرف انسان سے ہے یعنی حقیقی اور شریر انسان سب کے لئے ان ناگزیر لوازم کا حصول زندگی کے لئے ضروری ہے تاہم تہذیب کے فروغ میں پاکیزگی اور روحانیت کا بھی عمل دخل رہا ہے۔ طہارت پاکیزگی، غسل اور صفائی کے تصوّرات زیادہ تر روحانیت اور مذہب کے زیراثر ہی پروان چڑھے ہیں۔ انسانی تہذیب کو شائستگی اور اخلاق میں آگے لے جانے میں پاکیزگی کے حصول کے لیے آسمانی ہدایت نے بنیادی کردار ادا کیا ہے اور تہذیبی ارتقاء کے لئے ایک ناگزیر لازمہ قرار پایا ہے۔ شریر انسان اس مرحلہ پر اپنی کوتاہ فہمی اور ناعاقبت اندیشی کے احساسِ زیاں سے بھی غافل رہے ہیں۔

## (ب) حقیقی انسانی تہذیب کے لئے سازگار جغرافیائی علاقے

اس بات کا انکار نہیں ہے کہ انسانیت کا پھیلاؤ زمانۂ قدیم سے ہی دور دراز علاقوں میں پہنچ گیا (اور چند انتہائی ناموافق جغرافیائی علاقوں قطب شمالی اور قطب جنوبی وغیرہ کے علاوہ) انسانی آبادی میں وقت کے ساتھ استحکام بھی آتا چلا گیا۔ تاہم حقیقی انسانی تہذیب وہیں قدم جما سکی جہاں زندگی کے معمولات میں روزانہ کی بنیاد پر تسلسل مشہود و محسوس تھا۔ ہماری مراد ہے کہ جہاں چھ ماہ کی رات اور چھ ماہ کا دن تھا وہاں دن رات کی یہ تبدیلی نظر تو آتی تھی مگر اس کی رفتار اتنی سست تھی کہ انسانی احساسات اور تجربات پر کوئی 'جلدی' کا احساس پیدا نہیں کرتی تھی۔ اس کے برعکس چونکہ اسی روئے ارضی پر ایسے علاقے تھے جیسے طول بلد 10°- سے لے کر 120°+ تک اور عرض بلد 10°+ سے لے کر 40°+ تک جہاں دن رات کا یہ نظام اُوپر درج مثال کے مقابلے میں یوں

سمجھئے 100 گناہ زیادہ تیز تھا۔(وہاں کے دن کی لمبائی یہاں کے دن کے مقابلے میں 200 گنا زیادہ تھی اوراسی طرح رات کی)

روئے ارضی کا یہ حصہ جو زمانہ قدیم سے معروف دنیا کہلاتا ہےاور تہذیبوں اور تمدّنوں کا گڑھ بنا رہا ہے ـــــــ یہ اسی لئے ممکن ہوا کہ یہاں آ کر انسانی احساسات ایک عجیب تبدیلی محسوس کرتے تھے۔ سرعت کے لحاظ سے بھی، موسموں کے لحاظ سے بھی، انسانی اوقات اور انسانی کارکردگی کے اعتبار سے بھی۔ کہا جاتا ہے کہ انسانی جسم میں ایک CLOCK ہے جو انسانی عمل انہضام اور آرام کو کنٹرول کرتا ہے، یہ انسان کا جسمانی CLOCK بھی اسی علاقے کے جغرافیائی حالات سے مطابقت رکھتا نظر آتا تھا تو انسانوں نے انہیں علاقوں کو زیادہ قابل رہائش سمجھا۔ ان علاقوں میں آباد ہو کر انسانی سرگرمیوں میں وقت کا ایک فوری تصور، چاند کے بدلنے کا تصور اور معاشی بھاگ دوڑ کے ساتھ آرام کے تصور جیسے ناگزیر احساسات پختہ ہوتے چلے گئے۔

نتیجہ کے طور پر انسان نے دوردراز علاقوں کی بدویت سے حضارت کی طرف سفر شروع کیا اور ہر 200 یا 300 کلومیٹر پر حضارت کے انداز میں تبدیلی کا احساس اس خطہ میں پہنچ کر انسانی سوچ کے مطابق اپنے نقطہ کمال کو پہنچتا رہا ہے۔ بالفاظ دیگر انسان کے لیے عملی طور پر زندگی کی ناگزیر سرگرمیاں جاری رکھنے کے لئے سازگار ترین ماحول اس علاقے اور "BELT" میں ہی میسّر آیا ہے۔(جیسا کہ دیے گئے نقشہ میں یہ علاقہ سفید ظاہر کیا گیا ہے۔) اس علاقے ک ہم آئندہ 'متمدّن' علاقوں سے تعبیر کریں گے۔

## 1.3 بدویت سے حضارت تک ایک مسلسل سفر

تاریخ انسانی میں بدویت سے حضارت کی طرف یہ سفر مسلسل جاری رہا ہے اسی سے دنیا میں مختلف زبانیں، لہجے اور بود و باش کے طریقے وجود میں آئے ہیں۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

### (ا) مادی ترقی اور فوائد

01۔ بدویّت سے ہماری مراد وہ قبائل جو دور دراز علاقوں میں خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے ہیں اور آج بھی اس طرح کے کئی قبائل ہیں جو اپنی جگہ خوش رہتے ہیں۔ ان قبائل کے اپنے خاص طفلانہ (PRIMITIVE) قسم کے طور و اطوار ہوتے ہیں۔ ایسے ہی قبائل کو دنیا میں وحشی، جنگلی اور بربر قبائل کہا جاتا ہے۔ دنیا کے انتہائی موسم والے علاقوں میں انسانی زندگی بڑی مشکلات کا شکار رہتی تھی اور آج بھی ہے اور پہلے مشکلات آج کے مقابلے میں بہت زیادہ تھیں ایک طرف صحراء میں تو دوسری طرف سرد برفانی علاقے میں ان علاقوں میں اپنے لئے وسائل زندگی مہیّا رکھنا اور تسلسل سے فراہم کرنا ایک مہیب اور ڈراؤنا خواب ہے۔

02۔ انسان ایک طرف اپنے لئے سہولتیں تلاش کرتا ہے اور وسائل رزق کی فراہمی میں آسانیاں لانا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی انسان جدت پسند، مہم جو اور چیلنجوں کو قبول کرنے والا بھی ہے۔ اسی پس منظر میں انسانوں نے ہمیشہ صحراؤں اور انتہائی سرد مقامات سے نکلنے کے لئے تگ و دو کی ہے اور مشکل حالات سے مقابلتاً مشکل حالات کی طرف سفر کیا ہے۔ آج سے چھ سات ہزار سال قبل لوگوں کو دنیا کے حالات اور جغرافیے کا علم بالکل نہیں تھا لہٰذا بدویت سے حضارت کا سفر چھوٹے چھوٹے مرحلوں سے گزر کر معروف و متمدن دنیا کے علاقوں کی طرف کئی حصوں میں مکمل ہوتا رہا ہے اور بعض اوقات گھر بار اور وطن سے نکل کسی متمدن علاقے تک پہنچنے میں کئی صدیاں لگ جاتی رہی ہیں اور جان و مال کے کثیر ضیاع کے بعد ہی یہ گوہر مقصود حاصل ہوتا رہا ہے۔

03۔ بدویت سے حضارت تک کے اس سفر میں انسان بہت سے بنیادی اجتماعی علوم تو اس سفر کے دوران ہی سیکھ لیتا تھا۔ خاندان سے برادری، برادری سے قبیلہ، قبیلہ سے نسلی یگانگت اور اس سے آگے علاقائی قوت بننے میں جو مراحل درپیش ہیں وہ انسانوں کے اس 'اجتماع' کو ابتدائی POLITICAL SCIENCE کے یہ اسباق سمجھا دیتا تھا۔

## (ب) روحانی ترقی اوراس کی برکات

## فطرتِ سلیم، قلب سلیم اور معرفت خداوندی

متمدن دنیا میں حضارت کی وجہ سے انسان کی زندگی میں ایک طرح کا حسنِ عمل پیدا ہوتا رہا ہے۔ معاشرت سے باہمی انسانی ہمدردی جیسے جذبات پروان چڑھے، اسی علاقے میں آسمانی ہدایت لے کر پیغمبر (علیہم السلام) تشریف لائے جس سے انسانی ذہن کے کئی خوابیدہ گوشوں کو جلا ملی۔ ضمیر انسانی کی بیداری سے 'مادی دنیا' کو ہی 'کل' سمجھنے والا یہ انسان ایک نئی دنیا میں داخل ہوگیا۔ 'ظاہر' سے باطن کی طرف کا یہ سفر بڑی جذباتیت کا حامل تھا۔ انسان میں 'روح' اور 'روحانی وجود' کے احساس نے انسان کو تصورات کی ایک بڑی خوشگوار وسیع دنیا میں لا کھڑا کیا۔ مادی وجود سے روحانی وجود کا فکر انسانی کا یہ سفر APPEARANCE سے REALITY کی طرف ایک ایسا خوشگوار سفر تھا جس نے انسان کے اندر ایک جذبہ، قوت اور خود شعوری پیدا کردی۔ اس سے بھی آگے بڑھا تو 'انا' "EGO" اور 'خودی' کے احساسات نے انسان کو حقیقی انسان ہونے کی کیفیت سے روشناس کرادیا۔ انسان نے اس داخلی 'مذہبی تجربہ' سے سرشار ہوکر جب ماحول پر نظر ڈالی تو ــــــ اُسے 'خودی' کی اس نگاہ نے 'نیکی وبدی' کے احساس سے روشناس کرایا۔ یہ اخلاقی حسّ (MORAL LAW) کی 'دریافت' سے انسان نے گویا باطنی طور پر تکریم آدمیت یا اشرف المخلوقات ہونے کے احساس کو پالیا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (33-71)

''ہم نے (بارِ) امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں نے اس کو اُٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔''

اس حقیقت کے احساس سے کہ انسان ایک ذمہ دار اور 'جوابدہ' مخلوق ہے 'خودی' کے اسرار ورموز کا متلاشی یہ مسافر 'حضرتِ انسان'، 'آیاتِ انفسی' اور 'آیاتِ آفاقی' کے وجدانی شعور کی ٹھنڈی اور پرسکون وادی میں آپہنچا۔

ایمان کی کئی قسمیں، شاخیں اور شعبے ہیں۔ شعوری ایمان میں ایمان باللہ،

ایمان بالآخرہ اور ایمان بالرسالت پر شعوری یقین کا مرحلہ تب آتا ہے جب انسان ـــــ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کا ایک شعوری وجدان اپنے قلب میں محسوس کرے اور یہ 'روحِ انسانی' کی صحت کی پہلی نشانی اور صحیح سمت میں فکری سفر کی پہلی علامت ہے۔ اس مذہبی تجربہ (RELIGIOUS EXPERIENCE) کے احساس سے جو باطنی سکون اور قلبی اطمینان کی بے پناہ دولت انہیں نصیب ہوتی ہے ـــــ یہی شعوری ایمان کا اکتسابی پہلو ہے اور قرآنِ مجید میں سورۂ نور کی اصطلاح میں 'نور' ہے جو بعد میں انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کے 'نور' یعنی 'نورِ وحی' پر ایمان لانے سے 'نورعلیٰ نور' کا درجہ حاصل کر لیتا رہا ہے (سورۂ نور ہی میں چونکہ بدکاری کی سزا ہے اور اس سے روکا گیا ہے یہ لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ یہ 'نور' صرف انہیں خوش نصیبوں کے حصہ میں آتا ہے جو 'جائز' اور 'نکاح' کی اولاد ہوتے ہیں دوسرے اس نور سے محروم رہتے ہیں) اس طرح ہر گروہ کی کچھ سعید روحیں یہ روحانی سفر طے کر کے معرفت خداوندی کی دہلیز تک پہنچ جاتی رہی ہیں اور یہ روح پرور سفر آج بھی جاری ہے۔

متمدن علاقوں میں آ کر جب انسانوں نے سکونت اختیار کی ہے تو ان وحشی انسانوں کی تربیت وتہذیب کا ایک دوسرا دور اجتماعیت کی ترقی کا دور شروع ہوا ہے۔ اسی حضارت میں ہی معاشروں کا قیام، شہروں کی آبادکاری، فرصت کے اوقات کے مشغلے، مکانوں اور رہائشوں کی تعمیر، زراعت، کپڑے کی صنعت، کاروبار، تجارت، مویشیوں کی اجتماعی دیکھ بھال کی ضرورت کے احساسات اُبھرے ہیں اور انسانوں نے اپنی ان ناگزیر ضرورتوں کی فراہمی کے لئے سوچ بچار شروع کی ہے۔

## 1.4 متمدن دنیا میں تہذیبوں کا قیام واستحکام

## خیر و شر کی قوتوں کا آمنا سامنا

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ انسانی معاشروں کا قیام دنیا کے ایک خاص حصے میں ہی ممکن ہوا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہی علاقے انسانوں کے درمیان جنگوں، مقابلوں، دوسروں پر سبقت کے جذبے کی تسکین اور حرص و ہوا کی جملہ حشر سامانیوں کا مرکز رہے ہیں۔ دنیا کے ان علاقوں کو 'متمدن دنیا' کا نام دیا گیا ہے۔

اسی متمدن علاقے میں انسانی تاریخ کے بہترین دماغوں نے کام کرکے انسانی تہذیب وتمدن کی بنیادوں کو مضبوط کیا ہے اور اسے ترقی دے کر بامِ عروج تک پہنچایا ہے۔ یہی متمدن دنیا کا علاقہ ہے جہاں پہلے خیر کی قوتیں سامنے آئی ہیں اور پھر اس کے مدمقابل شر کی قوتیں بھی خم ٹھونک کر میدانِ عمل میں اُتری ہیں، معرکے ہوئے ہیں جنگیں ہوئی ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ آغاز سفر میں ربِّ کائنات نے مداخلت کرکے بدی کی قوتوں کی سرکوبی کی ہے اور انسانیت کو ان کی دست برد سے بچا کر حیاتِ انسانی کے سفر کو آگے بڑھانے کے بار بار مواقع بھی دیے ہیں۔

تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں تہذیب وتمدن کے قیام واستحکام کے اعتبار سے جنوبی ایشیا میں بھارت، وسطی ایشیا میں ایران، مشرقِ وسطیٰ میں عراق اور شام، مشرقی یورپ میں یونان اور شمالی افریقہ میں مصر وغیرہ کے علاقے بہت اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ چین کو تہذیبوں کا گہوارہ کہا گیا مگر وہ اس متمدن دنیا کے تہذیبی مقابلوں میں بارہویں کھلاڑی کے طور پر ہی دیکھا گیا ہے کبھی اصل فریق کے طور پر سامنے نہیں آیا۔ چنانچہ یونان، ایران، عراق اور بھارت تہذیبی استحکام کے مضبوط مراکز رہے ہیں۔ شمال سے وحشی طاقتوں کے حملوں کا رُخ انہیں مراکز کی طرف رہا ہے جو اپنے دور میں ترقی یافتہ اور خوشحال تھے۔

تہذیبوں کی اُٹھان، ترقی واستحکام اور پھر تباہی میں چونکہ مذہب میں اللہ کے تصور اور آسمانی ہدایت کو بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے لہٰذا یہی علاقے ہیں جہاں آسمانی ہدایت کے درخشندہ ستارے بھی وقفے وقفے سے انسانی معاشروں کو روشنی مہیّا کرتے رہے ہیں اور اسی روشنی سے منہ موڑنے کی پاداش میں قومیں تباہ ہوتی رہی ہیں۔

تہذیبوں کے قیام واستحکام کا یہ سفر بڑا معلوماتی بھی ہے اور خوشگوار بھی مگر اتنا ہی مہیب اور ڈراؤنا بھی ہے۔ خیر وشر کے ان معرکوں میں نسل انسانی کو بار ہا خون میں نہانا پڑا ہے۔

سکندر و دارا کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرتِ انسان کی قبا چاک

اور اس رسوائی کا باعث بھی بعض شیطان صفت انسان ہی ہوئے ہیں۔ گو ان کے پیچھے خیر کی بجائے شر کی قوتیں مصروفِ عمل تھیں۔ گویا دنیا کی تاریخ کا مطالعہ خیر وشر کی جنگ سے ہٹ کر کریں تو

سوائے حیرانی اور پریشانی کے کچھ ہاتھ میں آتا اور انسان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ واقعی دنیا خیر کی طاقت اور شر کی طاقت میں گروہ بندی(POLARIZATION) کے بغیر سفر حیات میں ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتی تھی اور نہ آئندہ چل سکے گی۔

ایک طرف GOTHIC تہذیب (قومِ عاد) پیٹرا(PETRA) کی تہذیب (قومِ ثمود) شداد (نمرود) کے معلق باغ اور قومِ لوط جیسی تہذیبیں اُٹھی ہیں۔ ان تہذیبوں نے آگے بڑھ کر بادشاہتوں کی شکل اختیار کی ہے۔

ان بادشاہتوں میں سے کئی بادشاہتیں صدیوں اپنا اقتدار قائم رکھنے میں کامیاب ہوگئیں۔ یہ اقتدار کا استحکام اور دوام ظلم، تشدد، انسانیت کی تذلیل اور حکمران طبقے کی لوٹ کھسوٹ کے رویے کے بغیر نہیں تھا۔ اسی دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ مقتدر طبقات نے اپنے جیسے انسانوں کو غلام بنانے کا 'فن' ایجاد کرلیا۔ بادشاہ خدائی کے دعویدار بن گئے اور دوسرے ان کے غلام۔ عوام کے لئے بت پرستی جیسے مکروہ، گندے اور غلیظ تصورات کو عام کیا گیا ہے اور یوں یہ شیطانی کھیل معدودے چند خود غرض انسانوں کے ہوس کے باعث صدیوں تک لمبا ہوتا چلا گیا۔

ایسے ہی پس منظر میں قرآنِ مجید فرماتا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (02-251)

''اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے (پر چڑھائی کرنے) سے نہ ہٹاتا رہتا تو متمدن علاقہ تباہ ہوجاتا لیکن اللہ جہان والوں پر بڑا مہربان ہے۔''

تہذیبوں کے قیام واستحکام میں یہ ظالمانہ قوتیں کہاں سے آدھمکیں ہیں تاریخ انسانی کا المیہ ہے اور یہ قوتیں ہمیشہ شمال کے علاقے سائبیریا سے اُٹھ کر روس اور منگولیا میں ذرا ستا کر متمدن دنیا پر قہر بن کر نازل ہوتی رہی ہیں اور علاقے میں کی انسانی ہمدردی، اخوت ومساوات اور عدل وانصاف کی حکمرانی کی تعلیمات اور اس کے اثرات کو تہس نہس کردیتی رہی ہیں۔

## 1.5 آسمانی ہدایت اور انبیاء ورسل علیہم السلام کی تشریف آوری (I)

01۔ اس دنیا میں انسانیت اور آسمانی ہدایت کا سفر ساتھ ساتھ شروع ہوا ہے۔ چنانچہ آسمانی

ہدایت یہی کہتی ہے کہ حضرت آدم d (جو جسد + روح کے ساتھ پہلے حقیقی انسان تھے) پہلے انسان بھی تھے اور انسانوں کی طرف پہلے نبی d بھی۔

اس موقع پر یہ بات غور طلب ہے کہ قرآنِ مجید میں حضرت آدم d کو دوسرے ہم جنس انسانوں میں سے چننے کا تذکرہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ذُرِّیَّۃًۢ بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (03-34)

''اللہ تعالیٰ نے آدم d اور نوح d اور خاندانِ ابراہیم d اور خاندانِ عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں منتخب فرمایا تھا۔ ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے''

اصطفاء تو اپنے جنس کے افراد میں سے ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ اُصولی طور پر ہم مانتے ہیں کہ جیسے عام تصور ہے حضرت آدم d ایک منفرد الگ مخلوق بنائی گئی ہو اور اکیلے ہی انسان کو 'نبی' بنا کر بھیج دیا ہو اور اپنی نسل کی طرف نبی ہوں تاہم سورۂ آلِ عمران میں وارد اس بیان کے ساتھ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَ لَقَدۡ خَلَقۡنٰکُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰکُمۡ ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ (07-11)

''اور ہم ہی نے تم (سب) کو پیدا کیا پھر تمہاری شکل وصورت بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو''

02۔ ان دونوں آیات کے الفاظ کا اگر کوئی خارج میں محسوس 'وجود' ضروری ہے اور لفظ 'اصطفاء' کا تقاضا بھی ہے تو ان لوگوں کی رائے قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سے 'بشر' پیدا کیے اُنہوں نے دنیا میں 'علم الاسماء' کے ذریعے تجرباتی علوم میں ترقی بھی کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان انسانوں میں سے اچھے گروہ کے سب سے اچھے فرد کو چن کر آدم d کا درجہ دے دیا روح ڈالی، مسجودِ ملائک بنا دیا اور باقی سب 'بشر' اور انسانوں کی طرف رہنمائی کی ذمہ داری لگا دی۔ تاہم اس رائے کے علاوہ دوسری آراء بھی کم اہم نہیں ہیں لہٰذا ہم اس توضیح کو صرف سمجھنے کی حد تک 'مثال' سمجھتے ہیں۔ حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

03۔ حضرت نوح d عراق میں : حضرت آدم d کے بعد نسل انسانی کا متمدن حصہ عراق کے علاقے میں آباد تھا اور یہیں ابتدائی مہذب آبادی وجود میں آئی۔ آبادی میں اللہ تعالیٰ پیغمبر نے بھیجے۔ پھر دوسرے انسان آکر یہاں شامل ہوتے گئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح d کو بھیجا یہ واقعہ تقریباً 5500 سال قبل مسیح یا آج سے تقریباً 7500 سال قبل کا ہے۔ حضرت نوح d نے قوم کو سمجھایا مگر قوم نے ہدایت قبول نہیں کی ہدایت یافتہ اور مہذب انسانوں کا فقدان تھا لہٰذا شریر انسانوں کا غلبہ تھا بالآخر اللہ کا عذاب طوفان کی شکل میں سامنے آ گیا اور مٹھی بھر اہل حق کے سوا ساری آبادی کو غرق کر دیا گیا۔ تاریخ انسانی میں حق و باطل کی بنیاد پر کسی آسمانی قوت کی مداخلت کے ساتھ یہ پہلا بڑا آپریشن (OPERATION) تھا۔ یہ واقعہ اس وقت کی صورتِ حال کے بارے میں کئی سوالات کا شافی جواب دیتا ہے۔

04۔ حضرت ہود d یمن میں: طوفانِ نوح جیسے واقعہ کے اثرات ساری متمدّن دنیا تک پھیل گئے اور علاقہ میں متمدن دنیا کی انسانی تہذیب کو ایک حقیقی انسانی انداز میں آگے آنے کا موقع میسر آ گیا۔ نسل انسانی پھیلی اور حضرت نوح d کی اولاد ہر چہار طرف پھیلتی چلی گئی۔ ان کا ایک حصہ جنوب کی طرف یمن میں جا کر آباد ہوا اور قدم جمائے۔ نئی تہذیب نے جنم لیا۔ تہذیبی ترقی کے ساتھ دنیا کے غیر متمدن علاقوں کے اثرات آئے، تجارتی روابط کے ذریعے دوسرے انسانی گروہ آ کر آباد ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس علاقے میں کئی انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے اور بالآخر حضرت ہود d کو بھیجا۔ جنھوں نے قوم کو سمجھایا جبکہ قوم دنیاوی اعتبار سے خوب ترقی پر تھی، ہر لحاظ سے آسودہ حال تھی۔ فن تعمیر، فارغ اوقات (ENTERTAINMENT) کے مشغلے، کھیل کود اور مہم جوئی نے اس قوم کو دنیا میں سب سے اُونچا مقام دے دیا تھا۔ قرآن مجید کا بیان ہے

اَلَـمْ تَـرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ (سورۃ الفجر)

”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ (جو) اِرم (کہلاتے تھے اتنے) دراز قد کہ تمام ملک میں ایسے پیدا نہیں ہوئے تھے......“

مگر قوم نہ مانی تو آسمانی حکم پر (DIVINE INTERVENTION) سے) اس شریر

قوم پر بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا اور پوری تہذیب کو ختم کر دیا گیا۔ اس قوم کے آثار آج کی دنیا بھر کی تہذیب کا حصہ ہیں۔

05۔ آسمانی ہدایت کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی سلسلہ میں سندھ میں موہن جو داڑو کی تہذیب اور عرب میں پیٹرا کی تہذیب کے علاوہ کئی اور قومیں بھی اپنی شرارتوں کی وجہ سے تباہی سے دوچار ہو گئیں۔ ان میں قومِ لوط اور قومِ شعیب (اصحاب الایکہ) زیادہ نمایاں ہیں۔

06۔ قومِ لوط d مشرقِ وسطیٰ میں اُردن کے آس پاس آباد تھی۔ اس قوم کے آثار شمال میں اٹلی تک ملتے ہیں۔ اس قوم کی خرابی جنسی بے راہ روی تھی۔ مرد مردوں سے بُرا کام کرتے تھے اور وہ یہ کام اپنی محفلوں اور پبلک میں کرتے تھے، اس کے مقابلے کراتے تھے۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عذاب آ گیا اور پوری قوم تباہ ہو گئی۔ اٹلی کے علاقے پومپیا کے تباہ شدہ غار بھی اسی قوم کی سی بے راہ روی والی کسی قوم کا پتہ دیتے ہیں۔

07۔ قومِ شعیب d کاروباری پیشہ لوگ تھے اور ان میں کاروباری خرابیاں تھیں۔ کم تولنا، ناپ میں کمی، ملاوٹ، ڈاکے راہ زنی سب اس قوم کی عادت ثانیہ بن گئی تھی۔ کئی پیغمبر علیہم السلام تشریف لائے مگر قوم نہ مانی۔ بالآخر حضرت شعیب d تشریف لائے، قوم کو سمجھایا مگر قوم نے انکار ہی کیا بالآخر اس قوم پر بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔ یہ قوم مدین (آج کے اردن) میں آباد تھی۔

## 2.6 متمدن دنیا کے باہر سے ابلیسی قوتوں کی یلغار

01۔ متمدن دنیا کو تاریخ انسانی میں تہذیب و ترقی کا میدان، مادی ترقی کی نمائش گاہ اور آسمانی ہدایت اور روشنی کا گہوارہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

مکہ میں اللہ کا گھر ــــــ بیت اللہ کا وجود اور اس کا احساس بہت قدیم ہے۔ قرآن مجید کے مطابق 'اوّل بیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاس' یعنی ع دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا یہی مکہ والا 'حرم' ہے۔ اس کی تعمیر جدید حضرت ابراہیم d اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل d کے ہاتھوں ہوئی ہے اور ان حضرات کے خلوص کی برکت ہے کہ چار ہزار سال سے اس کی آبادی اور رونق میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ فلسطین میں بیت المقدس بھی بعد میں بنا۔ مشرق میں وادئ سندھ میں 'موہن جو دڑو ــــــ محبوب کا دروازہ نامی شہر 5000 سال پرانا

ہے اس طرح بھارت میں عبادت گاہ کے لئے 'مندر' کا لفظ بھی معرفت ربانی کی ضرورت کے احساس سے لبریز ایک اصطلاح ہے 'من در'۔ من ـــــ انسان کے باطن میں ضمیر، دل اور روح کی طرح کی اصطلاح ہے۔ غور وفکر کرنے کے لئے علامہ اقبال نے ع ''اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی'' کا سبق دیا تھا ـــــ اسی 'من' کے اندر کی سیر کے لئے دروازہ ہے 'مندر' (وقت کے ساتھ یہ ساری اصطلاحات شرک اور خرافات کے ڈھیر میں دب گئی ہیں)۔

اس طرح 'سومنات' کا مندر بھارت کے وسطی دور 100ء سے 1200ء تک کا انتہائی اہم مندر ہے۔ قدیم روایات کی بنا پر تعمیر کردہ یہ مندر ـــــ اپنے پیچھے شاندار روایات رکھتا ہے اور اعلیٰ روحانی اور آسمانی ہدایات کے اشارے۔

روایت یہ ہے کہ یہ مندر تعمیر کیا گیا ہے ایسی جگہ پر کہ اس کا عرض بلد عین وہی ہے جو شہر مکہ کا ہے اور ہندو تعلیمات یہ ہیں کہ ابھی ہمارے لئے ممکن نہیں ہے مگر جب ممکن ہوگا ہم اس بیت اللہ کو جائیں گے جو حضرت محمد ﷺ کا 'مولد' اور قیامت تک کے لئے ہدایت یافتہ لوگوں کا کعبہ یا مندر ہوگا اور وہ بہت دور اس سومنات کے مندر کے عین مغرب میں ملک عرب میں ہے۔ اگرچہ وقت کے ساتھ یہاں مندر کی شکل بدل گئی، جنسی بے راہ روی کے مناظر نے پاکیزگی کی جگہ لے لی اور مسلم اقتدار میں بادشاہوں کی غلطیوں کی وجہ سے مسلم دشمنی نے اسلام دشمنی کی شکل اختیار کر لی اور یہود کی طرح اسلام کو پہچاننے کے باوجود اسلام قبول نہ کرنے کی مہلک روش نے 'ہندو' کو ہدایت سے محروم کر دیا۔ ہندو ذہن کے انتہا پسند ہونے میں سترویں اور اٹھارویں صدی کے مستشرقین اور اسرائیلی ذہن کے یورپی اہل کاروں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

یہ مندر سومنات میں ہے جو ریاست جوناگڑھ کا حصہ ہے اور جوناگڑھ 1030ء میں محمود غزنوی m کے حملہ کے بعد سے مسلم ریاست کہلاتی ہے۔

02۔ متمدّن دنیا میں جب بھی مذہب کی طرف کوئی پیش رفت ہونے لگی اور آسمانی ہدایت کے علمبرداروں نے انسانیت کو خالق کائنات اور 'رب' کی طرف لے جانے کی کوششیں کی ہیں ابلیسی قوتوں نے یلغار کر کے 'خیر' کے فروغ کی کوششوں کو ہمیشہ سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ہے۔

متمدن دنیا پر یہ حملے شمال میں سائبیریا کے علاقوں سے نکلنے والے وحشی قبائل نے کیے

ہیں یا افریقہ میں انتہائی جنوب کے باشندوں نے شمالی افریقہ کے علاقوں پر کیے ہیں۔ شمالی علاقوں میں چونکہ زمینی رقبہ زیادہ ہے اس لئے شمال سے حملہ آوروں کی تعداد زیادہ تھی اور حملوں کے مواقع بھی زیادہ تھے جبکہ جنوبی وحشی قبائل کے حملوں کی تعداد بھی کم تھی اور مواقع بھی مقابلتاً تعداد میں تھوڑے۔

03۔ سائبیریا کے علاقے سے اٹھنے والی اخلاق سے عاری قومیں تین طرح سے متمدن دنیا پر یلغار کرتی رہی ہیں۔

(i) مشرق میں نیپال کے پاس سے اتر کر بنگال میں آتی رہی ہیں اور اس کے مشرق ومغرب میں پھیلتی رہی ہیں۔ یہ مشرق میں متمدن دنیا کا انتہائی مشرقی کنارہ تھا۔

(ii) آج کے معروف سلسلہ ہمالیہ کے مغرب میں شاہراہ ریشم سے لے کر سارے افغانستان کے شمالی علاقے، بحیرہ کیسپین اور بحر اسود کے درمیانی علاقے کا کیشیا اور کا کیشیا کے اوپر کے علاقوں سے مغرب کی طرف رخ کر کے لمبا سفر کر کے کچھ حملہ آوروں نے یورپ کا رخ کیا اور بعض نے نیچے اتر کر ترکی، شام، ایران، عراق تک یلغار کی ہے۔ کا کیشیا کے علاقے سے حملہ آور قوتیں زیادہ تر ایران آ کر وہاں سے مشرق ومغرب کا رخ کرتی رہی ہیں۔

(iii) افغانستان کے بالائی علاقوں سے آنے والی قوتیں افغانستان آ کر زیادہ تر درہ خیبر کے راستے بھارت کا رخ کر لیتی تھیں جبکہ مغرب کی طرف ایران میں بھی حملہ آور ہوتی رہی ہیں۔

04۔ ابلیسی لشکروں میں سے شریر انسانوں کا پہلا ریلا غالباً کاکیشیا کے راستے سے اتر کر ایران پر حملہ آور ہوا اور عراق کے زرعی اور میدانی علاقوں میں بس گیا۔ یہ کوئی 5000 ق م کا واقعہ ہے۔

یہی قوم ہے جس نے قوم نوح d کی شکل اختیار کی، کئی پیغمبر علیہم السلام تشریف لائے مگر ٹس سے مس نہ ہوئے۔ حضرت نوح d مبعوث ہوئے 950 سال سمجھانے پر بھی کسی اخلاقی تعلیم کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا بالآخر طوفان نوح کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کے متمدّن حصے کو اس قوم کے شر سے پاک کر دیا۔

05۔ دوسرا بڑا ریلہ پھر کاکیشیا سے آیا جبکہ عین اسی وقت ایک اور ریلہ مشرقی یورپ سے ترکی کے راستے نیچے اتر آیا اور بڑھتا ہی چلا گیا کہ ایک حصہ یمن میں جا آباد ہوا اور وہاں پہلے سے موجود وسائل رزق کے خزانوں پر قابض ہو گیا پہلے سے آباد اہل ایمان کا تناسب کم ہوتا چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کئی پیغمبر بھیجے مگر یہ ابلیسی گروہ اتنا ہی زیادہ ہدایت سے بدکتا رہا اور دنیاوی مشاغل میں الجھتا چلا گیا۔ بالآخر حضرت ہود d تشریف لائے۔ مگر انکار ہی رہا نتیجہ کے طور پر قوم پر آٹھ دن سات راتیں یخ ہوا چلی اور قوم عذاب الٰہی کا نوالہ بن گئی یہ عذاب کا واقعہ غالباً 3500-3800 ق م کے لگ بھگ کا ہے۔

06۔ حقیقی انسانیت کے علمبردار اہل ایمان یہاں سے نکل کر شمالی عرب اور جنوبی اردن کے علاقے میں آباد ہو گئے خدا پرستی کے لیے سازگار ماحول تھا اور عدل و انصاف کا مثالی دور...........مگر جلد ہی کاکیشیا کے راستے ابلیسی قوت کا اخلاق باختہ ایک اور ریلہ آپہنچا اور اس علاقے میں بھی پھیل گیا۔پیغمبر علیہم السلام سمجھاتے رہے مگر یہ شیطان صفت لوگ انکار ہی کرتے رہے۔بالآخر حضرت صالح d کی صورت میں ایک نہایت صالح انسان مبعوث ہوئے۔علاقے میں نو قومیں (برادریاں) آباد تھیں سب کے نمائندوں نے پیغمبر کے خلاف ایکا کر لیا۔اونٹنی کا معجزہ دیکھایا گیا مگر قوم ایمان نہیں لائی۔یہ قوم زراعت پیشہ بھی تھی اور علاقے (PATRA) میں موجود نرم سرخ پتھر کے پہاڑوں کے اندر مکانات بنا لیتے تھے ان مکانوں کا انداز ہی سائبیرین تہذیب کی نمائندگی کرتا ہے۔اور ان کے طرز بود و باش کا عکّاس ہے یہ مکانات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں اور آج کی ابلیسی قوتوں کے بڑوں کی سوچ اور رویوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔عذاب کا یہ واقعہ 2800-2500 ق م کا ہے۔

07۔ کاکیشیا کے راستے سے شمالی علاقہ جات سے قومیں آتی رہیں اور ایران کے مشرق و مغرب میں آباد ہوتی رہیں یہاں تک کہ عراق میں ان کی ایک مضبوط حکومت قائم ہوگئی یہ نمرود بادشاہ خدائی کے دعویدار تھے اور عوام کے لئے بت پرستی کا نظام تھا۔اور بت بھی مادر زار ننگے انسانوں کی شکل کے جس سے انسانی ذہن میں موجود ہر قسم کی اخلاقی قدروں کا خاتمہ ہو سکے۔یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم d کو مبعوث فرمایا۔یہ دور تقریباً 2000 ق م کا ہے۔

08۔ اس دور میں یورپ کے راستے سے ہو کر کچھ ابلیسی قوتیں مشرق وُسطیٰ کے علاقے میں آتی رہیں اور آباد ہوتی رہیں۔ایک قوم جس کے اثار اٹلی سے لے کر فلسطین کے علاقے تک ہیں وہ ایسی تھی جو اخلاقی پستی میں سابقہ ساری گمراہ قوموں سے آگے نکل گئی گویا ابلیسی سوچ کا ایک نیا رخ سامنے آ گیا ہے اور خدا بیزاری اور اخلاق دشمنی کے رویوں میں ایک نئی جہت (DIMENSION) کا اضافہ ہو گیا یہ قوم آج کی امریکی قوم کی طرح GAY-CULTURE کی عاشق تھی جو قوم GAY-CULTURE کو اپناتی ہے اور اسے اپنا قومی اجتماعی شعار بناتی ہے اس میں آبادی میں اضافے کی سوچ کا خانہ ہی نہیں ہوتا۔اس قوم کی طرف حضرت لوط d مبعوث ہوئے اور جلد ہی اس قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف پتھروں کی بارش کا عذاب آ گیا۔آج کا

بحیرہ مردار(DAED SEA) پہلے ستھرے اور صاف پانی کا سمندر تھا جو بعد میں ہر قسم کے زندگی کے لئے زہر بن گیا۔اسی کے کنارے یہ قوم آباد تھی اور سدوم اور عامورہ نمایاں شہر تھے۔اس قوم پر عذاب کا واقعہ کوئی 1900 ق م کا ہے۔

09۔ شمالی غیر مہذب علاقوں سے اٹھ کر آنے والے یہ حملہ آور____ جب کئی صدیوں سے اس عمل سے گزرے ہیں تو اس تجربے سے انہیں جو'عالمگیریت' اور 'بین الاقوامیت' کا جذبہ ملا اور معلومات حاصل ہوئیں تو اس سے انہوں نے ایک طرح سے عالمی روابط، عالمی برادری اور عالمی تجارت کا راستہ ہموار کر دیا۔ گو یہ تجارت ابھی ابتدائی درجے کی تھی مگر ایک ہی علاقے کے لوگوں کا یوں پوری متمدن دنیا میں پھیل جاتا اور بعض دفعہ بڑی بڑی حکومتیں بنا لینا ان کے لئے مہمیز بنا یوں عالمی تجارت کرنے والے لوگوں کا ایک طبقہ وجود میں آ گیا۔

اردن میں زمینی تجارتی راستوں پر ایک قوم مدین کے شہر میں آباد ہوئی جو تجارت پیشہ تھی اور یوں سائبیرین مزاج کا غلبہ تھا۔ جہاں اخلاق، کردار، خدا پرستی اور ہمدردی کا دور دور تک کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔یہیں کچھ اہل ایمان بھی تھے۔ یہ لوگ غالباً حضرت لوط d کی قوم کے عذاب سے بچ جانے والے اہل ایمان تھے جو یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے اس قوم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب d کو مبعوث فرمایا۔انہوں نے قوم کو سمجھایا مگر کوئی مثبت اثر نہ ہوا اور قبولیت حق کے دروازے قوم نے اپنے اوپر بند کر لیے اور جلد ہی اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔ایک زور دار چیخ نے تمام خلق خدا کو ختم کر دیا اور اس تہذیب اور آبادی کا نام ونشان مٹ گیا۔ باقی کھنڈر رہ گئے یہ واقعہ 1850 سے 1800 ق م کا ہے۔

## 1.7 آسمانی ہدایت ii

### حضرت ابراہیم d کے بعد ــــــ آسمانی ہدایت کے باب میں حکمت الٰہی میں ایک نئی جہت کا اضافہ

انسانیت کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے ہیں اور یہ پیغمبر حضرات علیہم السلام بھی کوئی لگی بندھی ریت پر نہیں چلے آئے بلکہ جب تک انسانوں نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا یہ پیغمبر حضرات علیہم السلام بھی زبانی وحی لے کر تشریف لاتے رہے۔ جب انسان نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے تحریری وحی صحیفے اور زبور نازل فرمائے۔ پھر انسان نے کتابیں بنانا سیکھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائیں۔

اسی طرح حضرت ابراہیم d تک پیغمبروں کے باب میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ رہی کہ چونکہ اہل ایمان تعداد میں کم ہوتے تھے اور اہل باطل زیادہ۔ لہٰذا حق و باطل کے آخری معرکہ میں اللہ تعالیٰ معجزہ کے ذریعے یا DIVINE INTERVETION کے ذریعے اہل حق کو بچا لیتا تھا۔ اہل باطل کو تباہ کر دیتا تھا جیسے اوپر کئی مثالوں سے واضح ہے۔ تاہم حضرت ابراہیم d تک دنیاوی معاملات میں کچھ اس طرح تبدیلی آ رہی تھی کہ اب حق و باطل کی معرکہ آرائی میں اسلحہ کا استعمال اور فوجوں کی آمنے سامنے موجودگی کا زمانہ آ رہا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابرہیم d کو جب بعض امتحانوں سے جانچا تو ان کی شاندار کامیابی پر دیگر انعامات کے علاوہ یہ انعام بھی عطا فرمایا اور اعلان عام کر دیا کہ اب اہل حق کی بھی جماعت یعنی حزب اللہ تیار ہوگی۔ لہٰذا اب پیغمبر مختلف علاقوں اور قوتوں کی بجائے متمدن دنیا کے مرکز میں ہی ایک خاندان میں یکے بعد دیگرے بھیجے جائیں گے تاکہ اس طرح مسلسل تربیت سے ایک جماعت تیار ہو سکے اور اس کے لئے حضرت ابراہیم d کے خاندان کو منتخب کیا گیا۔

اس ضمن میں اگلے دو ہزار سال کی تاریخ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم d کے دو بیٹے ہوئے ایک حضرت اسماعیل d، جن کو انہوں نے مکہ میں آباد کیا اور دوسرے حضرت اسحاق d تھے جن کو فلسطین میں آباد کیا۔ حضرت اسحاق d کی اولاد میں حضرت عیسیٰ d

تک بے شمار پیغمبر تشریف لائے اور تورات، زبور، انجیل کتابیں نازل ہوئیں۔ زبردست جدوجہد کے بعد حزب اللہ تیار ہوئی، جنگیں ہوئیں، حضرت داوٗد d اور حضرت سلیمان d کی حکومتیں قائم ہوئیں اور دنیا پر ایک دفعہ اتمام حجت کر دیا گیا کہ حکومتوں کے باب میں اللہ تعالیٰ کا منشا اور تقاضا کیا ہے۔ مگر حزب اللہ کئی وجوہات سے ثابت قدم نہ رہ سکی کمزور پڑ گئی اور اس کا ایک بڑا معتدبہ حصہ شر کے پلڑے میں ہی چلا گیا اور حق کی اعلیٰ روایت کو نہ نبھا سکا۔ اس گروہ کے کردار میں شرارت اور شیطنت کے آثار تو بالکل آغاز سے ہی نظر آنے لگے تھے مگر تقریباً 800ق م سے نمایاں ہو کر سامنے آ گئے لہٰذا اس کے بعد متمدن دنیا میں شر کی قوتوں یعنی ابلیسی طاقتوں فوجوں اور عسکری قوتوں کا ہی غلبہ رہا ہے۔

اس ضمن میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اسحاق d کے بیٹے حضرت یعقوب d کے 12 بیٹے تھے، 10 ایک بیوی سے اور 2 دوسری بیوی سے، دونوں بیویوں کے مزاج (اور غالباً نسل) میں فرق تھا جو ان کی اولادوں میں بہت نمایاں ہو گیا۔

حضرت یوسف d کے ساتھ دس بھائیوں کا رویہ ایک ناپسندیدہ عمل بلکہ جارحانہ انداز تھا۔ حضرت یوسف d مصر میں حکمران بھی بنے اور پھر بادشاہ بھی۔ سارا خاندان مصر منتقل ہو گیا مگر دس بھائی اور ان کی آگے اولاد نے وہاں جو کچھ کیا ان واقعات کی تشریح برادران یوسف کے سابقہ کردار کی روشنی میں ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ڈیڑھ دو صدیوں بعد جب حکومت جاتی رہی تو بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا گیا اور قبطی (افریقی نسل کے سیاہ فام) لوگ حکمران بن گئے۔ بنی اسرائیل نے لگ بھگ پانچ صدیاں اسی غلامی میں گزاریں اگرچہ اس غلامی میں بھی بعض اسرائیلی (برادران یوسف کی اولاد) جیسے قارون فرعون سے مل گئے اور دنیاوی اعتبار سے بہت فائدے اٹھائے۔ جبکہ عمومی طور پر بنی اسرائیل ظلم اور استبداد کی چکی میں پس رہے تھے اور غلامی کے دن گن گن کر کاٹ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ d کو مبعوث فرمایا اور ان کے ذریعے بنی اسرائیل کو آزادی دلائی اور فرعون اپنی فوج اور سرداروں سمیت غرق کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰ d کی قوم کو جہاد کا حکم ہوا مگر قوم نے صاف انکار کر دیا چالیس سال کی صحرانوردی کے بعد قوم نے جہاد کیا بعض غلطیاں کی اور بالآخر دو صدیوں کے تجربات کے بعد جہاد کر کے ایک مرکزی سلطنت قائم کی جو

حضرت داؤد d اور حضرت سلیمان d کے دور میں اپنی آب وتاب اور عدل وانصاف میں سارے عالم میں نمایاں تھی اور حزب اللہ کی حقیقی شان کے ساتھ سامنے آئی تھی۔

حضرت اسحاق d کی اولاد میں آنے والے تمام پیغمبر اگرچہ قرآن مجید کے بیان کے مطابق بنیادی طور پر بنی اسرائیل کے لئے ہی تھے مگر ہم تاریخ میں دیکھتے اور قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کہ کئی دوسرے گروہ بھی بنی اسرائیل کے ساتھ ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ حضرت یوسف d پر بہت سے لوگ ایمان لائے اور حکمرانی کے دور میں ان کے ساتھ رہے۔ حضرت موسیٰ d پر فرعون کی بیوی ایمان لائی یعنی اس کا پورا خاندان اور قبطی قوم کا بڑا حصہ اس سے مستفید ہوا اسی طرح 'رجل مؤمن من آلِ فرعون' ایمان لایا اس کے ساتھ پورا خاندان ہوگا۔ پھر حضرت سلیمان d کے دور میں ملکہ سبا ایمان لے آئی اور بہت بڑا علاقہ اس کے زیر تسلط رہا۔ اس کے اثرات بہت زیادہ پھیلے۔ اس طرح بنی اسرائیل جہاں جہاں گئے وہاں اپنے اثرات لے گئے اور غیر اسرائیل بھی ان ساتھ شریک ہوتے رہے۔

دور غلامی سے لے کر اب تک برادران یوسف کا شریر گروہ مسلسل آگے بڑھتا چلا آیا اور اس نے بڑھ کر ایک جتھے کی شکل اختیار کر لی اور 'صہیونیت' کا روپ دھار لیا یہ نام تو انہوں نے بہت بعد میں اختیار کیا مگر درحقیقت اس گروہ کی شروعات حضرت یوسف d کی حکومت کے دوران ہی سے تھیں۔ اس گروہ کی شرارتوں میں پیغمبروں کی نافرمانی، جادو سیکھنا، فضولیات، شرارتیں، بے حیائی وغیرہ تھیں اللہ تعالیٰ کے نبیوں علیہم السلام کی تعلیمات کو پسند نہ آنے کی وجہ سے ان کو قتل کر دینا بھی اس گروہ کے نامہ اعمال کا سب سے بڑا قبیح اور نمایاں داغ ہے۔

اسی دوران بخت نصر نے فلسطین پر حملہ کیا اسے تباہ کر دیا بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا اور لاکھوں کو قیدی بنا کر ساتھ لے گیا۔ وہاں انہوں نے اور مکروہ عمل سیکھ لئے وہیں حضرت عزیر d اور حزقیل d کی وجہ سے جذبہ جہاد پیدا ہوا ـــــ قوم واپس آ کر آباد ہوئی جذبہ جہاد سے دوبارہ آسمانی بادشاہت قائم کر دی۔ ہیکل سلیمانی تعمیر کر لیا مگر شرارتی گروہ جلد ہی اہل حق پر غالب آ گیا اور پھر قتل انبیاء کا جرم جاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ d جیسے جلیل القدر پیغمبر تشریف لائے مگر بنی اسرائیل کے غالب شرارتی گروہ نے ان کا انکار کیا بلکہ

ان پر غلط الزامات لگا کر ان کو سولی چڑھانے کے لئے رومیوں کے حوالے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ d کو معجزانہ طور پر بچا لیا جبکہ بنی اسرائیل کو اس کے جرائم کی پاداش میں 70ء میں دوبارہ سزا ہوئی قتل ہوئے اور جلاوطن ہوئے اور ساری دنیا میں پھیل گئے ۔ یہ ان کا دور انتشار (DIAS PORRA) کہلاتا ہے سوائے فلسطین کے سارے جہاں میں پھیل گئے ۔ہیکل سلیمانی دوسری بار مسمار کر دیا گیا۔(جو آج 2012ء تک اس مسمار شدہ حالت میں ہے)

## 2.8 عالمی تجارت کا فروغ ___ اور اس میں بنی اسرائیل کا کردار

اسرائیل حضرت یعقوب d کا لقب تھا اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے حضرت یوسف d اور حضرت بن یامین کی اولاد اہل حق کی نمائندہ رہی جبکہ دس بھائیوں کے خاندان بالعموم حزب الشیطان کا کردار ادا کرتے رہے۔

ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ شمال سے آنے والے سائبیرین طاقت کے ریلوں اور حملہ آوروں کے اسفار اور غارت گری میں انہیں جو فائدہ ہوا ___ وہ ان کے بین الاقوامی روابط اور ایک عالمی تجارت کی داغ بیل کا پڑنا ہے۔اس عالمی تجارت میں بنی اسرائیل کا کردار بڑا اہم اور کلیدی ہے۔اس لئے کہ سائبیرین قوتیں ناخواندہ، امّی، آسمانی ہدایت سے محروم اور متمدن دنیا کے سامنے طفل مکتب تھیں جبکہ بنی اسرائیل ان سب شعبوں میں بہت مشاق اور استاد تھے۔لہٰذا بنی اسرائیل تجارت میں داخل ہو کر جلد ہی ان پر چھا گئے۔

بنی اسرائیل کا عالمی تجارت میں داخلہ کئی مراحل میں ہوا ہے جو ہم یہاں اختصار کے ساتھ ترتیب وار درج ذیل کر رہے ہیں:

☆ بنی اسرائیل نے عالمی تجارت میں پہلا قدم اس وقت رکھا جب حضرت یوسف d حاکم تھے اور ان کے بھائی حکمرانوں کے بے لگام رشتہ داروں کی طرح ملک میں آزادانہ گھومتے تھے۔ ابتداء میں حضرت یوسف d کی حیات مبارکہ تک کچھ قابل درگزر حد تک بے راہ روی کا مظاہرہ کیا مگر جب اس کے بعد ان کے خاندان میں یہ حکومت آئی تو یہ بے اعتدالی اور بدعنوانی بڑھتی چلی گئی۔

☆ برادرانِ یوسف بالخصوص اور بنی اسرائیل بالعموم مصر آتے ہی تجارت میں دلچسپی لینے لگے اور جلد ہی اس میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔حکمران خاندان کا اثر و رسوخ

ان کی پشت پر تھا۔ حضرت یوسف d کی حیات مبارکہ تک ان کا رویہ بھی تجارت میں NEWCOMERS کی طرح دیانتدارانہ اوراچھا ہوگا۔

بحیرہ روم سے خلیج سویز کے مغربی کنارے کے ساتھ ہوکر بحیرہ قلزم میں تجارتی قافلوں کا جانا مصر کے لوگوں کی تجارت کی جان تھی۔ پھراُن کے دیگرملکوں میں بھی روابط تھے۔ بنی اسرائیل اس دور میں عالمی تجارت میں آئے اور یوں برادرانِ یوسف یابنی اسرائیل مصر کے تجارتی مراکز سے مشرق ومغرب میں روابط بڑھانے میں کامیاب ہوگئے۔

☆ عالمی تجارت میں بنی اسرائیل کا دوسرا مرحلہ فرعونوں کے دورِحکومت میں ہے بنی اسرائیل کی حکومت نہیں رہی مگر قارون کی طرح بنی اسرائیل میں سے برادرانِ یوسف کے خاندانوں کا ایک قابل ذکر حصہ فرعون کے ساتھ مل کرتجارت میں شامل ہوگیا بلکہ فرعون نے بنی اسرائیل کے سابقہ روابط سے فائدہ اُٹھایا ہوگا۔

☆ بنی اسرائیل کے عالمی تجارت میں مؤثر حدتک قابض ہوجانے کا مرحلہ اس وقت آیا جب پوری ایک صدی تک فلسطین اور مصر سمیت پورے مشرقِ وسطیٰ میں حضرت داؤد d حضرت سلیمان d وغیرہ کی حکومت قائم ہوگئی اورحکومت بھی بے مثال حکومت۔ یہ دور ہرطرح کے داخلی امن استحکام کے ساتھ عدل وانصاف پرمبنی تھا۔

☆ ان تجارتی روابط میں ایک پہلو سے اضافہ اس وقت ہواجب ایک طرف ملکہ سباحضرت سلیمان d پرایمان لے آئی اور دوسری طرف پورے ایران میں حضرت سلیمان d کی حکومت کے اثرات پھیل گئے پورے مشرقِ وسطیٰ میں بنی اسرائیل کا تجارت پر قبضہ ہوگیااس لئے کہ حضرت سلیمان d کی حکومت میں آپؑ ہوا کے دوش پرسوار مہینے کے سفر کی مسافت میں صبح اورشام کو واپسی کا سفر کرلیتے تھے،جس سے ان کی حکومت کی وسعت اورحسن انتظام کی طرف اشارہ ہے۔

☆ جب حضرت سلیمان d کا دورِاقتدارختم ہوااوراس کے بعد بنی اسرائیل کوزوال آیاتو اس وقت تک وہ عالمی تجارت پرکلی طور پرقابض ہوکراس کے روحِ رواں کا درجہ حاصل کرچکے تھے۔

☆ اس عالمی تجارت پر جوچین کے مشرقی ساحلوں سے لےکر یورپ کی جنوبی بندرگاہوں تک اور بحیرہ روم کے مغربی ساحل اور یونان سے لےکر_____ شمالی افریقہ نیز جزیرہ نمائے

عرب کے بعد بحیرہ عرب، بحیرہ ہند بلکہ جاوا سمائرا تک پھیلی ہوئی تھی۔ بنگال سے اور شاہراہ ریشم کے ذریعے یہ تجارت چین اور سائبیریا کے علاقوں سے منسلک تھے بلکہ روسی علاقوں سے ہوکر یورپی علاقوں تک موجود تھی۔

## 2.9 بخت نصر کا حملہ ___ بیت المقدس اور بنی اسرائیل

01۔ جیسا کہ اُوپر تذکرہ ہو چکا ہے کہ حضرت یوسف d کی حکومت کے دور سے بنی اسرائیل (برادرانِ یوسف) کے خاندان عالمی تجارت میں جا چکے تھے۔ یہ وہی تجارت اور تجارتی قافلے تھے جن کے ساتھ جا کر وہ مصر سے غلہ لاتے رہے۔ برادران یوسف کی اولادیں آہستہ آہستہ صیہونیت کا روپ دھارتے چلے گئے۔

اس طرح بنی اسرائیل کے تجارتی رابطے بھی بڑھتے چلے گئے اور آسمانی ہدایت کے حامل ہونے کے ناطے اپنے علم کی بنیاد پر یہ دوسری قوموں پر چھاتے چلے گئے اور مخصوص ابلیسی مزاج اور اسی طرح کی ذہنی ساخت کی بنا پر دوراندیشی اور مستقبل بینی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے لئے فوائد جمع کرتے چلے گئے۔

02۔ وقت گزرتا رہا فرعونوں (BLACKS) کی حکومت آ گئی، بنی اسرائیلی غلام بنا لیے گئے مگر ان کا ایک طبقہ آزادی سے عالمی تجارت میں لگا رہا، مصر سے آزادی کے بعد حضرت داوٗد d اور حضرت سلیمان d کا زمانہ آیا تو ان کا زمانۂ عروج آ گیا اور یہ دنیا کی تجارت پر چھا گئے۔ علمی

برتری، آسمانی ہدایت، پیغمبروں کی اولاد اور اللہ کی چہیتی قوم ہونے کا زعم ـــــ اس قوم کا دنیا کی دیگر اقوام کی نگاہوں میں مقام بہت اُونچا ہو گیا۔ دنیا ان کو حسرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی۔

اس ہمہ جہتی دنیاوی برتری کے زمانے میں اُنہوں نے بہت سی شرارتیں بھی کیں۔ جادو سیکھا اور اسی شعبے کے دیگر علوم میں جا پڑے، تورات دوسروں کی نگاہوں سے غائب کر دی اور اس کی جگہ علم الاعداد کی بنیاد پر 'قبالہ' کا علم ایجاد کر لیا۔

03۔ بنی اسرائیل کی اسی ذہنی پستی اور انبیاء کرام علیہم السلام کا کہنا نہ ماننے کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آ گیا۔ عراق کے بادشاہ بخت نصر نے حملہ کیا اور بیت المقدس کو برباد کر دیا۔ اس وقت عالمی تجارتی مرکز ہونے کی وجہ سے (آج کل نیویارک یا ٹوکیو کی طرح) نہایت شاندار شہر تھا آبادی بارہ لاکھ تھی۔ بخت نصر نے ہیکل سلیمانی گرا دیا اور شہر کے لاکھوں باسیوں کا قتل عام کیا اور باقیوں کو قیدی بنا کر لے گیا۔ وہاں سو ڈیڑھ سو سال قید رہے۔ بخت نصر کے ابتدائی حملوں اور بیت المقدس کی مکمل تباہی میں کئی دہائیاں (نصف صدی سے زیادہ عرصہ) لگ گئیں۔

04۔ اس بدامنی کے دور میں بنی اسرائیل عالمی سطح پر اپنی تجارتی مرکز کی تلاش میں رہے اور اپنے سرمائے کے تحفظ اور مستقل سرمایہ کاری کے لئے ایک جگہ کا انتخاب ان کی ضرورت تھی۔ صاف ظاہر ہے عالمی تجارت تو جاری رہی مگر اس تجارت کے روحِ رواں بنی اسرائیل ـــــ اب بیت المقدس اپنے مرکز (WORLD TRADE CENTRE) سے محروم تھے۔

05۔ ان حالات میں بنی اسرائیل نے اپنے لئے بحر خضر (خزر) اور بحر اسود کے درمیان کوہِ قاف کے علاقے کو مستقبل میں عالمی تجارت کے لیے مرکز اور محفوظ علاقہ سمجھتے ہوئے وہاں ڈیرے ڈال لئے اور مستقل تجارتی مراکز قائم کر لیے۔ اس مرکز سے دیگر تجارتی اقوام کا بھی رابطہ رہا مگر بڑا اجزوی سا۔ بنی اسرائیل نے اس جگہ کو (نقشہ منسلک ہے) اپنے لئے آج کا سوئزرلینڈ بنا لیا۔ بنی اسرائیل کا بڑا حصہ یہاں آباد تھا جس میں صہیونیت کے پرستار یا شریر لوگ غالب تھے

06۔ یہ درّہ عالمی سطح پر بڑی اہمیت رکھتا تھا اور خالق کائنات کی نگاہ میں بھی بڑی نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔ یہیں سے شمالی علاقوں کے فاتحین گزر کر کئی ہزار سال سے وقفوں میں متمدن دنیا پر حملہ آور ہوتے تھے اور پھر یہ سلسلہ چار پانچ صدیاں چلتا رہتا تھا کہ اس میں پھر ایک وقفہ

آجاتا تھا۔اس درّہ کے پار بھی بنی اسرائیل کے لوگوں سے عالمی تجارتی روابط تھےاور تجارتی قافلے بھی آتے جاتے تھے۔

اس تجارتی مرکز کی عالمی سطح پر وہی اہمیت بن گئی جو کبھی بیت المقدس (یروشلم) کو حاصل تھی۔ وہاں علم، سائنسی ترقی، صنعتی ترقی، فن تعمیر اور خوشحالی ہر چیز موجود تھی اور علاقہ ترقی یافتہ تھا بخت نصر کے قیدی اسرائیلی قبائل سے بھی ان کے زمینی رابطے تھے۔

## 600ق م کا ایران، مشرقِ وسطیٰ

## اورعرب کا متمدّن علاقہ ____ اور مشیت ایزدی

☆ ربِ کائنات نے اس متمدّن حصے کو انبیاء کرام علیہم السلام کی سرزمین بنایا ہے اور دو بڑے ہدایت کے مراکز اس علاقے کی قسمت میں لکھ دیے ایک مکہ میں ____ بیت اللہ اور دوسرا یروشلم میں بیت المقدس۔

(یہ بات تاریخ کا المیہ ہے اور مذاہب کی تاریخ کا ایک سیاہ باب کہ جہاں بیت اللہ ربِ کائنات کی توحید کے لئے مشہور ہوا وہاں یروشلم میں ہیکل سلیمانی ____ بنی اسرائیل کی صہیونی اور دین دشمن قوتوں کا مرکز بنتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ d کی تشریف آوری پر یہاں کے لوگوں نے اپنے زعم میں انہیں سولی دے دی۔(اگرچہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اُٹھالیا اور اب قرب قیامت میں واپس تشریف لائیں گے)۔

☆ اس علاقے کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے دو عالمی سطح کے اہم واقعات بھی لکھ دیے۔ ایک بہت بڑا اعزاز تھا اور دوسرا بہت بڑی سزا۔ اور عالم اسباب میں اس کے لئے ضروری

انتظامات ہونا شروع ہو گئے۔

01۔ بحیرۂ روم کے مشرقی ساحل اور مصر سمیت جزیرۂ نمائے عرب، مشرقِ وسطیٰ، ایران عراق اور آج کے افغانستان اور پاکستان کے قبائلی علاقہ جات تک کا علاقہ اور بحیرۂ عرب سے لے کر کوہِ قاف کے پہاڑوں تک کا یہ علاقہ رہتی دنیا کے لئے بہت اہمیت کا حامل بنا دیا گیا۔

02۔ اس علاقے کے مقدر میں جو بدبختی کا واقعہ لکھا وہ یہ تھا کہ برادرانِ یوسف بنی اسرائیل اور عالمی تجارت پر چھائی ہوئی قوت نے اپنے زعم باطل اور اپنے من گھڑت ابلیسی نظریات کی حفاظت اور اپنی جائز ناجائز طریقوں سے کمائی ہوئی دولت کے تحفظ کے لئے جو نقشہ بنایا تھا اور ابھی بنی اسرائیل میں انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ جاری تھا اور وقفے وقفے سے پیغمبر تشریف لاتے تھے اور وہ انہیں ٹوکتے تھے اور اس بگڑی جھوٹی قوم یا اقتصادی 'عفریت' کو زنجیریں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر چونکہ اس قوم کا مزاج بگڑ چکا تھا اور ذہنی ساخت ہی مسخ ہو گئی تھی لہٰذا اس قوم نے کوئی اصلاح قبول کرنے کو اپنی توہین اور مستقبل میں اپنے طے شدہ منصوبوں کے لئے تباہی کا پیغام سمجھا۔ یہ بدقسمت گروہ ایک ایسی پرخطر، پرخار اور اندھیری راہ پر چل پڑا جو ابلیسی سوچ اور شیطانی سوچ ہی تھی۔ اس کا تذکرہ قرآن پاک میں یوں وارد ہے:

وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (02-61)

''اور (آخرکار) ذلت و رسوائی اور محتاجی ان سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور (اس کے) نبیوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔ یہ اس لیے کہ وہ نافرمانی کیے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔''

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

لَبِئۡسَ مَا قَدَّمَتۡ لَهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ اَنۡ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَ فِى الۡعَذَابِ هُمۡ خٰلِدُوۡنَ O (المائدۃ۔ 78-80)

''جولوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد( d)اور عیسیٰ بن مریم( d) کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کیے جاتے تھے (اور) برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے۔ بلاشبہ وہ برا کرتے تھے۔ تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا ہے برا ہے (وہ یہ) کہ اللہ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا) رہیں گے۔''

یا حسرتاً علی العباد! اس طرح پیغمبروں کی اولاد ہونے پر فخر کرنے والا یہ گروہ آسمانی ہدایت سے منہ موڑ کر ابلیس کا ایجنٹ بن گیا۔

03۔ اس گھناؤنے جرم کے بڑے مہیب اثرات پھیلے اور یہ منحوس سلسلہ بنی اسرائیل نے حضرت مسیح d کی تشریف آوری تک جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی پاداش میں اس قوم کو گھیر کر سزا دینے کے لئے متمدن دنیا کے خاص حصے کو بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ بنانے کا ارادہ کرلیا۔

04۔ اس علاقے کی خوش قسمتی میں لکھا جانے والا واقعہ تاریخ انسانی میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل تھا اور ایسے ہی سنہری الفاظ میں لکھا گیا ہے یہ فضیلت ہر قلب انسانی پر کندہ ہے۔ ''ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما'' کے مصداق ـــــ حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری سے مکہ کے بیت اللہ کو توحید کا عالمی مرکز بنا کر اس کو عالمی دستبرد سے محفوظ بھی کر دیا گیا اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو قیامت تک کے انسانیت کے لئے رحمت بنا دیا گیا اور عالمی خلافت کے مرکز بننے تک اس کی حفاظت کا بندوبست فرما دیا۔

05۔ اوپر درج دو جوہات کی بنا پر جب بنی اسرائیل کے قتل انبیاء کرام علیہم السلام کی عادت سے حضرت عیسیٰ d بھی متاثر ہوئے تو قدرت نے درج ذیل اقدامات فرما دیے۔

(i) 600 ق م کے لگ بھگ ہی سدّ ذوالقرنین کی تعمیر سے اس علاقے کو شمالی حملہ آوروں کی دستبرد اور تباہ کاریوں سے محفوظ کر دیا۔

(ii) پہلے یونانی طاقتوں اور پھر رومیوں کے ذریعے یورپ سے بھی ان ابلیسی قوتوں کے نفوذ کا راستہ روک دیا گیا اور خود رومیوں کے بڑھنے کو ایرانی حکومت کے ٹکراؤ سے روکے رکھا جس سے ایرانی اور رومی بادشاہتیں دونوں اپنی حدود میں رہیں اور باہمی آویزش میں منہمک۔

## ذوالقرنین، اس کی مہمات اور سدّ ذوالقرنین

ذوالقرنین ایران کا ایک بڑا بادشاہ تھا بائبل میں اُسے سائرس کہا گیا ہے۔ بعض اہل علم اُسے قرآنِ مجید میں شاندار تذکرہ کی وجہ سے پیغمبر مانتے ہیں، بعض زرتشت کے توحیدی مذہب کا پیروکار۔ ایک بات سامنے رکھنی چاہیے کہ قرآنِ مجید میں فرمادیا گیا ہے کہ ''ہم نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہماالسلام کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب رکھ دی'' یعنی حضرت نوح d کے بعد صرف اُن کی اولاد میں پیغمبر اور حضرت ابراہیم d کے بعد پیغمبری اُن کی اولاد سے مختص کر دی۔ اب چاہے ذوالقرنین کو پیغمبر سمجھیں یا زرتشت کو پیغمبر سمجھیں تو اس کا جو زمانہ تذکروں میں آتا ہے اس کے مطابق اس کو اولادِ ابراہیم بنی اسرائیل ہی سے جاننا ضروری ہے۔

600 ق م کے لگ بھگ (جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے لکھا ہے) ذوالقرنین کا زمانہ ہے۔ یہی زمانہ بیت المقدس پر بخت نصر کے حملے اور اس کے نتیجے میں بنی اسرائیل کے پورے علاقے میں دربدر ہو کر آباد ہونے کا ہے۔

## ذوالقرنین کی مہمات

قرآن مجید کے تذکرے کے مطابق اس نے تین مہمات اپنائیں۔ پہلی مہم ـــــــ اپنے دارالحکومت سے مغرب کی طرف ساحل بحیرۂ روم تک، دوسری مہم ـــــــ اپنے دارالحکومت سے مشرق کی طرف غالباً پنجاب میں دریائے سندھ تک اور تیسری مہم ـــــــ اپنے دارالحکومت سے شمال کی طرف کوہ قاف کے پہاڑی درّے تک۔

ذوالقرنین کی تینوں مہمات بہت اہم ہیں اور ہمارے نزدیک بنی اسرائیل کے بعد کے ادوار میں معرکہ خیر وشر کے میدانِ کارزار کو ظاہر کرتی ہیں اور اس کی حدود اربعہ بتاتی ہیں۔ اس معرکہ خیر وشر میں مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْن (وہ چال چلے اور اللہ بھی چال چلا

اور اللہ خوب چال چلنے والا ہے ) کے مصداق اللہ تعالیٰ نے اپنے انداز میں اقدامات کیے اور ابلیس نے بنی اسرائیل کے ذریعے اپنے مہروں کو حرکت دی یقیناً اللہ تعالیٰ کا منصوبہ کامیاب ہو گیا ( کچھ صدیوں بعد بنی اسرائیل نے سکندر کو بھی اپنے مذموم ملحدانہ اور دین دشمن اور اخلاق دشمن مقاصد کے لئے ارسطو کے زیرِ نگرانی اسی علاقے کو فکری لحاظ سے زہر آلود کرنے کے لئے بے مقصد مہم جوئی پر بھجوایا تھا جو ہر طرح سے ایک ناکام مہم جوئی تھی ) ہماری گفتگو کے اعتبار سے ذوالقرنین کی صرف تیسری مہم زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔

**ذوالقرنین کی شمالی مہم** ذوالقرنین نے جس تیسری مہم کو سر کیا وہ کوہِ قاف کے علاقے میں موجود صدیوں پرانے درے تک تھی جہاں سے لوگ آتے جاتے تھے اور شمالی حملہ آور بھی اس راستے سے ایران اور اس کے ملحقہ ہدایت کے مراکز نیز انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو سبوتاژ کرنے کے لئے حملہ آور ہوتے رہے۔

**دربند کے پاس آباد قوم** وہاں پہاڑی علاقے کے دامن میں ایک قوم آباد تھی جس کی زبان ذوالقرنین اور اس کے ساتھی نہیں سمجھتے تھے۔ یہ قوم بنی اسرائیل کے عالمی تجارت کے اہم لوگ تھے جو بخت نصر کے حملے کے بعد سے بے گھر ہو کر اپنے بے پناہ سرمائے اور تجارتی لین دین کو محفوظ بنانے کے لئے یہاں بس گئے تھے۔

**اس قوم کی چند خصوصیات قرآنِ مجید کے نزدیک یہ ہیں:**

☆ اس قوم کو لوہے کی صنعت سے خوب واقفیّت تھی اور دیگر لوہے کے سامان کے ساتھ وہ لوہے کے بڑے بڑے تختے (STEEL SHEETS) بھی بناتے تھے۔ یہ فن حضرت داوٗد d کو اللہ تعالیٰ نے بطور خاص دیا تھا وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْد (سورۂ سبا)(اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا) اور انہیں کے ذریعے اُن کی قوم بنی اسرائیل ہی اس فن سے واقف تھی جو یہاں آباد تھے۔

☆ یہ قوم پگھلے ہوئے تانبے سے بھی واقف تھی اور اس کے استعمال کے فن سے بھی۔ یہ خاص عنایت اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان d پر کی تھی ان پر ربِ کائنات نے اپنی دیگر مہربانیوں کے ساتھ اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ اُنہیں پگھلے ہوئے تانبے کے چشموں سے

روشناس کرا دیا تھا (سورۂ سبا) اور وہ اس سے تانبے کی چیزیں بناتے تھے اور اس کو صنعت کا درجہ دے رکھا تھا۔

☆ یہ قوم دیگر شعبوں میں بھی اس مناسبت سے بہت زیادہ ترقی یافتہ اور دنیاوی علم سے بھی آراستہ تھی۔

☆ یہ قوم خوب سرمایہ رکھتی تھی اسی لئے اس نے اپنے بڑے سرمائے کے تحفظ کے لیے بادشاہ کو بھی سرمائے کا ایک حصہ بطور سالانہ ٹیکس ادا کرنے کی پیش کش کی تھی۔ یہ اشارہ اس قوم کے سرمایہ دار ہونے اور مستقل بنیادوں پر تجارت سے وابستہ ہونے کی طرف ایک واضح دلیل ہے۔

☆ یہ قوم اپنے ترقی یافتہ ہونے کی وجہ سے ہر شعبہ زندگی میں بشمول تعمیرات کے شعبہ کے فنی ماہرین، تجربہ کار کاریگر اور مزدوروں کی پوری کھیپ مہیّا کر سکتی تھی جو اس تعمیراتی میگا پراجیکٹ کے لیے جلد مہیا ہو گئی جس سے یہ منصوبہ کم سے کم وقت میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

## یاجوج ماجوج

دربند میں آباد یہ قوم بنی اسرائیل ہی کی ایک شاخ تھی جو سرمایہ دار تھے اور عالمی تجارت سے وابستہ تھے۔ عالمی رابطے رکھتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے تجارتی کاروبار اور سرمایہ کے تحفظ کے لئے شمال سے آ کر لوٹ مچانے والے بعض قبائل سے بچاؤ کے لئے ذوالقرنین سے ایک مضبوط دیوار تعمیر کرنے اور تجارتی راہ بند کر دینے کی درخواست کی، مدد کی، سرمایہ لگایا اور اپنا منصوبہ مکمل کر لیا۔

قرآنِ مجید میں اس تناظر میں پر سب سے پہلی مرتبہ یاجوج ماجوج کے الفاظ آئے ہیں۔ یقیناً یہ الفاظ بنی اسرائیل کے ہاں بھی استعمال ہوئے ہوں گے تاہم کوہ قاف سے شمال کی طرف آباد قوموں کے وحشی اور نیم وحشی لوگوں کو یاجوج اور ماجوج سے تعبیر کیا گیا ہے اور اُن کا راستہ بند کر دیا گیا۔

## حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری ____ ختم نبوّت اور متمدّن دنیا کا ابلیسی لشکروں سے مکمل تحفظ

بنی اسرائیل کے ان قبائل نے ذوالقرنین سے کہہ کر اس مضبوط دیوار کی تعمیر کن مقاصد

کے لیے کرائی تھی؟ نیز ـــــــ ذوالقرنین کے پیش نظر اس عظیم تعمیراتی پراجیکٹ سے اپنی مملکت کا کونسا بڑا مفاد وابستہ تھا یہ معاملات اسباب کی سطح پر ہیں۔ ہمارے نزدیک مشیت الٰہی میں اس عظیم تعمیراتی مہم (MEGA PROGECT) سے سائبیریا کی وحشی اقوام کی مہم جوئی کا راستہ عملاً 12 صدیوں کے لئے بند کر دیا گیا۔ دنیا جانتی ہے چین اور اس کے ملحقہ روسی علاقہ جات پر مشتمل ہن خاندان (HUN-DYNASTY) کی ایک بہت بڑی سلطنت پانچویں چھٹی عیسوی تک رہی ہے اگر یہ حکومت کوہِ قاف کی دیوار سدّ ذوالقرنین کے ذریعے روک نہ دی جاتی تو یہ دنیا کے مہذب ترین اور خوشحال ترین علاقے کو تاخت و تاراج کرتے اور اللہ تعالیٰ کی آخری نبوت کے لئے سازگار ماحول کی فراہمی کے انتظامات درہم برہم ہو جاتے۔ جیسے حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کے زمانے میں ہی کسی سرپھرے ابرہہ نامی یمن کے عیسائی بادشاہ نے (اپنے یہودی مشیروں کے کہنے پر) مکہ پر مہم جوئی کی تا کہ شہر کے پر امن ماحول کو تباہ کر کے گھروں میں گھس کر عورتوں کی بے حرمتی کریں اور یوں وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں۔ مگر سب جانتے ہیں اور قرآن مجید میں سورۂ فیل میں اس کا تذکرہ ہے کہ وہ بادشاہ نہ صرف ناکام ہوا بلکہ نشانۂ عبرت بنا دیا گیا۔ پرندوں کے ذریعے کنکروں کی بوچھاڑ سے اس کے لشکر اور ہاتھی تباہ ہو گئے اور یوں اللہ تعالیٰ نے کعبہ اور اس کے محافظ حضرت محمد ﷺ کو محفوظ کر دیا۔ یاد رہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت اس واقعہ فیل کے چند ہفتوں (4 یا 6 ہفتے) بعد کی ہے۔

بعینہٖ ـــــــ سدّ ذوالقرنین کی تعمیر سے متمدّن دنیا کے اس گہوارے کو سائبیریا کے فاتحین کی دست برد سے اللہ تعالیٰ نے 600 ق م سے لے کر ہلاکو خان اور چنگیز خان کے حملوں تک محفوظ کر دیا۔ یہ گہوارۂ علم و اخلاق ـــــــ گزشتہ کئی ہزار سال کے انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا اثر لیے ہوئے تھا جو یہاں کے باشندوں نے شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنے بڑوں سے وراثت میں پایا تھا۔ اس لیے کہ شریر عناصر تو مختلف جلیل القدر رسولوں کی دعوت کے انکار پر ہلاک کر دیے گئے۔ جو زندہ تھے وہ انبیاء کرام کے ماننے والوں کی اولاد تھے۔ واللہ اعلم

## بنی اسرائیل کے مذموم مقاصد کے آگے آہنی دیوار ـــــ آسمانی ہدایت

نیرنگیٔ قدرت کا یہ ایک بڑا نمایاں شاہکار ہے کہ ایک طرف خالق ارض وسماء اس علاقے میں اولادِ ابراہیم d کی اعلیٰ اُٹھان اور حزب اللہ بننے کے منصوبے کو روبعمل لا رہا تھا ــــــ اور دوسری طرف شیطان حضرت ابراہیم d کی اولاد میں سے شریر اور ابلیسی ذہنیت کے ایک طبقے کے ذریعے اس انسان دوست، اخلاق دوست، علم دوست فلاحی منصوبے کے راستے میں رُکاوٹیں کھڑی کر کے خدا بیزار، مذہب دشمن اور آسمانی وحی دشمنی چالوں سے انسان دشمنی میں آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل کے ابلیسی منصوبوں کے لئے آسمانی ہدایت اور انبیاء کرام علیہم السلام کا وجود راستے کا بھاری پتھر تھا جس کو ہٹائے بغیر یہ منصوبے ذرا بھی آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔

## بنی اسرائیل کے انسان دُشمن منصوبے اور اس کے لئے اقدامات

حضرت یوسف d کے دورِ مسعود سے لے کر بخت نصر کے حملے کے وقت تک بنی اسرائیل نے عالمی تجارت کے معاملے میں جس طرح عالمی سطح کے رابطے کر کے اور بالخصوص سدّ ذوالقرنین کے اُوپر کے علاقے کے وحشی قبائل سے تعلقات بنا کر ایک کاروباری ساکھ (GOOD WILL) پیدا کر لی تھی اس کے پیش نظر اُنہوں نے سدّ ذوالقرنین تعمیر کرا کر اپنے مستقبل کے خاکے میں رنگ بھرنے کا آغاز کر دیا تھا۔ ان کے ذہن کے مطابق مستقبل کا خاکہ کچھ یوں تھا۔

(1) اس متمدّن علاقے اور آسمانی ہدایت کے گہوارے میں (جو عالمی روابط کا قدرتی مرکز اور تجارتی شاہراؤں کا فطری سنگم تھا) سیاسی بالادستی اور عسکری قبضہ حاصل کر کے ایک مستحکم حکومت بنائی جائے اور باقی دنیا کے لوگوں (غیر یہودی اور غیر اسرائیلی) کو استعمال کر کے اس سلطنت کو غیر محسوس عالمی حکومت کا درجہ دے دیا جائے۔

(2) اس منصوبے کے راستے میں حائل سیاسی، عسکری اور علاقائی رُکاوٹوں کو منصوبہ بندی سے ختم کرنا، راستے سے ہٹانا یا زیر کرنا ضروری تھا لہٰذا اس کے لئے مناسب کارروائیاں شروع کر دی گئیں۔

(3) اس ضمن میں پہلا منصوبہ یہ سامنے آیا کہ چونکہ آسمانی ہدایت کا سلسلہ جاری تھا بنی اسرائیل میں لگا تار پیغمبر آ رہے تھے اور ان کی آمد سے آسمانی وحی کے ذریعے انسانی رہنمائی کا سلسلہ بھی آگے بڑھ رہا تھا اور بنی اسرائیل کا اپنا یہ خود ساختہ منصوبہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے ٹکراتا تھا۔ لہٰذا نہایت ڈھٹائی اور انسان دشمنی کے شدید جذبات سے لبالب یہ فیصلہ کیا گیا کہ ـــــــ اولاً انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا ردّ کیا جائے، ثانیاً مذاق اُڑایا جائے، ثالثاً علی الاعلان لوگوں کے سامنے اس کی مسلسل خلاف ورزیاں کی جائیں اور رابعاً انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کرنے سے گریز نہ کیا جائے۔

(4) یہاں سے تاریخ انسانی کا ایک ایسا ابلیسی دور شروع ہوتا ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے مدمقابل علی الاعلان اپنی پالیسی کے زور پر آسمانی ہدایت کو روکنا اور اس کو دنیا سے غائب کر دینا تھا۔ یہاں سے جبر و شر کی فطری جنگ میں ابلیس کے لشکروں میں سائبریا اور جنوبی افریقہ کے وحشی قبائل کے ساتھ آسمانی ہدایت کے ماننے والے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی اولاد ہونے کا دعویدار ایک گروہ بھی آ کر کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہو گیا۔

یہاں سے دنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام کے قتل کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا جو صدیوں جاری رہا۔

(5) بنی اسرائیل کے لوگ اس متمدّن علاقے میں پھیلے ہوئے تھے اور ان کے عالمی روابط تھے اور تجارت کے سلسلے میں پوری دنیا میں تجارتی مراکز میں ان کی موجودگی بھی تھی قرآنِ مجید میں اس گروہ کے بارے میں کئی جگہ تذکرہ ہے ایک طرف قتل انبیاء کرام علیہم السلام کا جرم ہے جس کا تذکرہ یوں ہے:

> لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ رُسُلًا كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ وَحَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِيْرًا مِّنْهُمْ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (05:70-71)

''ہم نے بنی اسرئیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے (لیکن) جب

کوئی پیغمبران کے پاس ایسی باتیں لے کر آتا جن کو ان کے دل نہیں چاہتے تھے تو وہ (انبیاء کی) ایک جماعت کو تو جھٹلا دیتے اور ایک جماعت کو قتل کر دیتے تھے۔ اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آنے کی، تو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی (لیکن) پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔"

اور سورۂ بقرہ کے دس رکوع ان کے جرائم کی یادداشت ہے۔

دوسری طرف قرآنِ مجید تسلیم کرتا ہے کہ قرآن مجید کے نزول کے زمانے تک اس گروہ میں اچھے لوگ بھی تھے:

لَيۡسُوۡا سَوَآءً مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتۡلُوۡنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَهُمۡ يَسۡجُدُوۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَ يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ

"یہ بھی سب ایک جیسے نہیں ہیں، ان اہل کتاب میں کچھ لوگ (اللہ کے حکم پر) قائم بھی ہیں جو رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور (اس کے آگے) سجدے کرتے ہیں، (اور) اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے اور نیکیوں پر لپکتے ہیں اور یہی لوگ نیکوکار ہیں" (03-115)

وَ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مَنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡهُ بِقِنۡطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيۡكَ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡهُ بِدِيۡنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيۡكَ اِلَّا مَا دُمۡتَ عَلَيۡهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَيۡسَ عَلَيۡنَا فِى الۡاُمِّيّٖنَ سَبِيۡلٌ وَ يَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَ هُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ

"اور اہل کتاب میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس (روپوں کا) ڈھیر امانت رکھ دو تو وہ تم کو (فوراً) واپس دیدے اور کوئی اس طرح کا ہے کہ اگر اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو جب تک اس کے سر پر ہر وقت کھڑے نہ رہو تمہیں دے ہی نہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ اُمیوں کے بارے میں ہم سے مواخذہ

نہیں ہوگا......''(75-03)

گویا اس وقت تک ایسے لوگ موجود تھے جو ہدایت یافتہ، حق کے متلاشی اور آسمانی ہدایت کے علمبردار بھی تھے۔ مگر یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ حضرت مسیح d کی تشریف آوری تک قتل انبیاء کرام کا جرم بھی جاری رہا اور حضرت مسیح d پر اس گروہ میں سے کوئی ایمان بھی نہیں لایا۔ یاد رہے کہ حضرت مسیح d پر ایمان لانے والے لوگوں کی تعداد دو ہندسوں میں ہی رہی (یعنی 11_99 تک) یعنی بہت ہی کم تھی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مخلص گروہ 600ق م سے حضرت عیسیٰ d کے دور تک کہاں تھا؟

(6) گویا 600ق م میں بنی اسرائیل کے کچھ اچھے لوگ بھی اسی متمدن گہوارے میں آباد تھے اور زیادہ شریر لوگ۔ مگر آہستہ آہستہ اچھے لوگوں کی تعداد کم ہوگئی تھی تاہم 300ق م کے قریب بنی اسرائیل کے اچھے لوگوں کو انبیاء کرام نے جگایا، جہاد پر ابھارا ـــــــ وہ میدان میں اُترے اور علاقے پر دوبارہ بنی اسرائیل کی ایک حکومت قائم ہوگئی۔ یہ مکابی سلطنت کہلاتی ہے۔ ہیکل سلیمانی جو بخت نصر کے دور سے گرا پڑا تھا اس کو دوبارہ تعمیر کرلیا گیا ـــــــ مگر یہ خالص آسمانی بادشاہت زیادہ عرصہ نہ چل سکی اور دوبارہ شریر عنصر کے لوگ نمایاں ہوکر اہمیت اختیار کرگئے، نافرمانیاں بڑھ گئیں، شمال سے حملہ آور آئے اور فلسطین سمیت علاقے پر قابض ہوگئے یہ رومیوں کی حکومت تھی۔ پہلے پہل یہ رومی غلبہ صرف نام ہی کا تھا مگر بنی اسرائیل کی شرارتیں کم نہ ہوئیں تو اُنہوں نے بنی اسرائیل کو صرف نجی زندگی میں مذہبی آزادی دے کر اجتماعی قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا اس طرح بنی اسرائیل رومیوں کی غلامی میں چلے گئے۔

(7) بنی اسرائیل کی اسی رومی بادشاہوں (BALENTINE EMPIRE) یا بازنطینی حکمرانوں کی غلامی ہی کے دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ d کو پیدا کیا۔ بعدازاں وہ بڑے ہوکر فریضہ رسالت کی ادائیگی کے لئے سرگرم ہوئے بظاہر یہی لگتا ہے کہ یہ دور آنے تک یروشلم کے علاقے میں اچھے لوگ کا تناسب نہ ہونے کے برابر ہوگیا تھا۔ عالم اسباب میں شاید معقول وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ مخلص اور حق پرست لوگوں نے دورِ زوال میں رومی حملہ آوروں کا مقابلہ کیا ہوگا اور قتل ہوگئے یا رومی غلبہ مستحکم ہونے کے بعد قتل کردیے گئے۔ جبکہ بنی اسرائیل کے شریر عنصر نے

رومیوں سے ساز باز کر اپنے لئے محکومی میں بھی خاص جگہ بنانے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ واللہ اعلم

(8) یہی وجہ ہے کہ اس شریر عنصر نے حضرت عیسیٰ d کو پہچاننے کے باوجود اُن پر ایمان نہ لانے کا فیصلہ کیا۔ اُن کی شرارتوں اور بد باطنی کی انتہا یہ ہے کہ اُنہوں نے حضرت مریم سلامٌ علیہا پر بھی الزام لگایا اور حضرت عیسیٰ d کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کے 'معجزہ' کو معجزہ تسلیم نہ کیا اور اُلٹا اُن کو "ILLEGAL CHILD" کا الزام لگا کر حکومت وقت (رومیوں) کے حوالے کر دیا تا کہ وہ آپ d کو سولی پر لٹکا دیں۔ بنی اسرائیل کے شریر عنصر کی یہ روش سابقہ قتل انبیاء کرام علیہم السلام کی روش کا ہی شاخسانہ تھی مگر نبی اور رسول میں جو فرق ہے وہ شاید اس وقت کے شریر عنصر کے پیش نظر پیش نہیں رہا یا توجہ نہیں دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی 'مت ماردی' کہ حضرت عیسیٰ d جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے اُن پر بھی اُنہوں نے دست درازی کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ d کو زندہ اُٹھالیا اور کوئی اور شخص بدعہدی کی سزا کے طور پر سولی چڑھ گیا اور بنی اسرائیل کے اس گروہ کو بھی 'رسول' پر دست درازی کے جرم میں سزا آ گئی۔ شمال سے ہی ایک اور حملہ آور ٹائٹس (TITUS) آیا اور اس نے بنی اسرائیلیوں کو بے دریغ قتل کیا اور بعد ازاں بچنے والوں کو در بدر (جلاوطن) کر دیا کہ وہ فلسطین میں ہی نہیں رہ سکتے اور نہ داخل ہو سکتے ہیں۔ اب آسمانی ہدایت کے مطابق بیت المقدس پر حضرت عیسیٰ d پر ایمان لانے والوں کا حق تھا۔ اس لئے کہ اس وقت کے وہی پیغمبر برحق تھے۔

## بنی اسرائیل کی صورت میں "حزب الشیطٰن" کا استحکام

600 ق م سے حضرت مسیح d تک چھ صدیاں دنیا سے ہدایت زبردستی روک دی گئی کہ جو نبی آتا تھا اس کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ حضرت مسیح d کو بھی مجبور کر کے سولی تک پہنچایا گیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بچالیا اس طرح آسمانی ہدایت کا یہ 'مصنوعی خلا' پیدا ہو گیا کہ انسانیت چھ صدیوں تک آسمانی ہدایت سے محروم رہی۔ دوسری طرف مشیت الٰہی نے اگلی چھ صدیاں 'فترۃ الوحی' کر دی کہ اب حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری ہے اور بعد میں نبوت کا دروازہ مستقلاً بند ہونے والا ہے۔ چھ صدیوں کا وقفہ دے دیا۔

حضرت مسیح d سے حضرت محمد ﷺ پر نزول وحی (610ء) کی چھ صدیاں اللہ تعالیٰ

کی حکمۃ بالغہ میں مثبت بات تھی یا اولادِ ابراہیم d کے شریر گروہ کو سزا ــــــ کہ آسمانی ہدایت معطل رہی۔ واللہ اعلم

آسمانی ہدایت موجود ہو تو شریر عناصر قابو نہیں آئے اور جب بارہ صدیاں آسمانی ہدایت کا خلا پیدا ہوا ــــــ تو اس عرصے میں شریر عناصر اور بالخصوص بنی اسرائیل کے صہیونی گروہ ــــــ (جو قتل انبیاء علیہم السلام کا عادی تھا اور 'حزب الشیطان' کا روپ دھار چکا تھا) کو دنیا میں بدی کی قوتوں کو منظّم کرنے کے لئے نہایت معقول عرصہ مل گیا کہ اس میں اب آسمانی ہدایت کا خلا ہے۔ تریاق نہ ہو تو زہر کا اثر بڑھتا ہی رہتا ہے۔

## بے خدا فلسفیانہ نظریات کا عروج
## ــــــ بنی اسرائیل کی سرپرستی میں

بنی اسرائیل کے شریر گروہ نے اپنے لئے جس عالمی غلبے کا خواب دیکھا تھا اس منصوبے کو وقتی طور پر فلسطین سے جلاوطنی کی وجہ سے ایک دھچکا (SET BACK) تو لگا ــــــ مگر بنی اسرائیل بڑے ابلیسی منصوبے کی خاطر اس کو پی گئے۔ تاہم توبہ نہیں کی اور نہ ہی اپنی شرارتوں سے باز آئے تفصیلات کا موقع نہیں ارشارتاً عرض ہے کہ انہیں بارہ صدیوں میں یونان، ایران، بھارت اور چین میں (جو کہ فلسفہ کے عالمی مراکز سمجھے جاتے ہیں) بے خدا فلسفیانہ خیالات پروان چڑھے۔ بنی اسرائیل نے ان کی سرپرستی کی۔ بے لگام بادشاہ اُٹھے اور بے حیائی اور بے راہ روی فروغ پاتی رہی اور صدیوں کے تعامل سے بے حیائی، بے راہ روی، خدا بیزاری اور ابلیسیت نے باقاعدہ فلسفوں اور 'علوم' کی شکل اختیار کرلی۔ منظّم اور مدوّن فلسفوں کے کئی مکاتب بن گئے عوام بالعموم اور سردار، راجے اور حکمران جو ہدایت سے محروم ہوں وہ عیاشی، بدمعاشی اور بے حیائی کی طرف ہی لپکتے ہیں۔ جب اس گمراہی اور بے حیائی کو ایک مدلّل جواز مل جائے تو کیا ہی کہنے۔ کوئی ٹوکے کہ یہ برائی ہے تو جواب ملے کہ ارسطو نے یہ کہا ہے اور چانکیہ نے یہ کہا ہے یا ایران کے فلسفی 'مانی' نے یہ کہا ہے تو یہ فلسفے قبولِ عام حاصل کرلیتے ہیں بلکہ سرکاری مذہب بن جاتے ہیں اگرچہ وہ اپنے آپ کو سیکولر ہی متعارف کراتے ہیں تاہم وہ اس قوم وملک یا گروہ کا مذہب ہی ہیں۔

ایران کے سارے فلسفی، یونان کے سارے فلسفی، بھارت کے سارے فلسفی انہیں بارہ (600ق م سے 610ءتک) بدنصیب اور ہدایت کی روشنی سے محروم صدیوں میں ہی ہوئے ہیں ہمیں تو ان بداخلاق، بے حیا، ننگ انسانیت فلسفیوں سے ہمدردی ہے کہ انہیں کیسا بے دین اور روشنی سے محروم دور ملا تو وہ ادھر کو نکل گئے ورنہ شاید وہ خود بھی اور بہت سی خلق خدا بھی اتنے بُرے نہ بنتے۔ تاہم اس سارے معاملے میں کلیدی کردار بنی اسرائیل کا ہے اور ان کے قتل انبیاء کے جرم کا ہاتھ ہے اور ان ساری فلسفوں کی اُٹھان، پھیلاؤ اور قبولِ عام حاصل ہونے میں بھی اسی ابلیسی گروہ کا 'یدطولیٰ' کارفرما رہا ہے اس لئے کہ ان کے ناپاک منصوبوں کے لئے اسی قسم کے خیالات و نظریات کا ماحول درکار ہے نہ کہ ہدایت، پاکیزگی اور شرم وحیا کے جذبات کا۔

## حضرت محمد ﷺ ــــــ نبی آخر الزماں کی تشریف آوری

## بنی اسرائیل ــــــ یاجوج ماجوج

مشیت الٰہی میں آسمانی ہدایت کا وہ باب جو حضرت آدم d سے شروع ہوا تھا ــــــ مختلف مراحل سے گزر کر اور تکمیلی مدارج کو عبور کر کے اب آخری مرحلے یعنی ختم نبوت تک آنے والا تھا کہ اب آخری آسمانی ہدایت قرآن کے نزول کے بعد قیامت تک کے لئے آسمانی ہدایت کا باب بند کیا جا رہا ہے آئندہ قیامت تک انسانیت اپنے ہر مسئلہ اور قضیئے کا حل اسی کتابِ ہدایت قــرآن مــجیــد میں تلاش کرے گی پھر اس کتاب کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی۔ تورات زبور اور انجیل کے برعکس کہ یہ کتاب روئے ارضی سے غائب نہیں ہو سکے گی اور اس کا متن بھی محفوظ رہے گا۔

ــــــ پھر اس کتاب کی ہدایت صرف زبانی کلامی نہیں بلکہ اس کی تعلیمات کو ایک وسیع علاقے میں قائم حکومت میں عملی نفاذ کے بعد محسوس کرا دیا گیا اور سب سے بڑھ کر حضرت محمد ﷺ کی اُمت کو جہاد کی تعلیم دی گئی۔ حضرت محمد ﷺ نے خود بھی جہاد فرمایا آپ کو صحابہ کرام ؓ کی جماعت کی شکل میں 'حزب اللہ' عطا کی گئی جو اپنے وجود سے ابلیسی اور بنی اسرائیلی منصوبہ جات کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ بن گئی۔

وہ علاقہ جو متمدّن کہلاتا تھا جہاں تک ذوالقرنین نے مہم جوئی کی تھی، جہاں تک بنی

اسرائیل کے ابلیسی گروہ نے اپنے فلسفیانہ عروج کے زور پر ارسطو کی زیرِنگرانی اسکندر یونانی کی شکل میں یاجوج ماجوج کی طرح کی ایک یلغار کرائی تھی ـــــ اس وسیع علاقے میں حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات آپ کے دورِ مبارک میں ہی محسوس کی جانے لگیں اور خلافت راشدہ کے مختصر عرصے صرف ربع صدی میں نہ صرف پھیل گئیں بلکہ یہ سارے علاقے مسلم حکومت کے زیرِنگین آ گئے اور اللہ تعالیٰ کا اہل حق پر احسان عظیم ہے کہ آسمانی ہدایت جن علاقوں میں صحابہ کرام کے دورِ مبارک میں پھیلی اور مسلمانوں کے جنت نشان قدم جہاں جہاں تک پہنچے وہ علاقے آج بھی مسلمان علاقے ہیں اور اسلامی تعلیمات کے اثرات آج بھی وہاں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سدّ ذوالقرنین کے ذریعے جن ابلیسی قوتوں یعنی یاجوج ماجوج کا 'سدّ باب' کیا تھا وہ 600ق م سے لے کر اسلام کی آمد ـــــ اس کے دورِ عروج کے بعد دورِ زوال 1258ء میں سقوطِ بغداد تک 12 صدیاں اسلام کے گہوارے اور متمدّن علاقے میں گھسنے کی جرأت نہیں کر سکیں۔ سچ ہے کہ جب حق موجود ہو ـــــ تو باطل نظر نہیں آتا اور رفو چکر ہو جاتا ہے یہ تو مسلمانوں کا دورِ زوال ہے کہ یہ باطل قوتیں دو ہزار سال بعد کونوں کھدروں سے اُٹھ کر پھر ان اسلامی تعلیمات کے گہوارے پر حملہ آور ہو سکی ہیں۔

## حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی تکمیل ـــــ ختم نبوّت کا اعلان اور صحابہ کرام j کو سدّ ذوالقرنین میں سوراخ کی خفیہ اطلاع

01۔ قرآن مجید الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، مکمل ہدایت اور انسانیت کے نام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام۔ حضرت محمد ﷺ آخری پیغمبر تھے، ختم نبوت کا اعلان اہل ایمان کے رحمت تھا اور اہل ایمان اور اولادِ آدم کے ہدایت یافتہ طبقے مسلمان (حزب اللہ) پر خالق کائنات کا اعتماد تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کا اعلان تھا کہ ان کے ذریعے قرآن وحدیث کی جو تعلیمات مسلمانوں میں عام ہوں گی اور دورِ خلافت میں مسلمانوں کو جو ـــــ فقہی مسائل کے استنباط کے طریقے اجماع اور سنت خلفائے راشدین مہدیین کی بصیرت عطا ہوگی وہ قیامت تک لوگوں کی رہنمائی کے لئے کافی ہے لہٰذا کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں رہی۔

مگر یہی اطلاع اور اعلان کہ اب نبوّت ختم ہو گئی آسمانی ہدایت اور نزولِ وحی کا باب بند

ہوگیا۔ بنی اسرائیلی ابلیسی گروہ کے لئے بڑا جان فزا ثابت ہوااوران کی جان میں جان آ گئی۔

اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی بڑے عادی مجرم کو کوڑے پڑ رہے ہوں اور بڑی دیر سے پڑ رہے ہوں وقفے وقفے سے پڑ رہے ہوں ڈاکٹر چیک کریں پھر اجازت دے دیں تو وہ آہستہ آہستہ مایوس ہو کر شاید ایک وقت میں زندگی سے بھی مایوس ہو جائے۔ مگر اس مجرم کو مارتے مارتے اگر کہا جائے کہ بس یہ بات آخری کوڑا ہے تو ـــــ اس کے لئے یہ خبر بڑی جان فزاء ہوگی اوراس کے تن مردہ میں خونِ زندگی کی تازہ لہر آ جائے گی کہ بس اب شفایابی کا انتظار ہے مزید سزا نہیں ہے ـــــ یہی کیفیت قتل انبیاء علیہم السلام کی عادی مجرم اور آسمانی وحی کے ذریعے اس قوم کے جرائم کے آشکارا ہونے کے خوف سے نڈھال قوم ـــــ ختم نبوّت کے اعلان سے یکدم مردنی کیفیت سے اُٹھ کر بیٹھ گئی اوراس کے چہرے پر رونق آ گئی ساری ابلیسی سرگرمیوں کو از سرنو بحال کرنے کے اشارے ہو گئے۔

پہلے مرحلے کے طور پر ختم نبوت کے اعلان کی آواز ابھی فضا میں ہی تھی کہ رابطے ہو گئے ـــــ لوگ تیار ہو گئے مراعات اور TERMS ہو گئیں اور عرب ہی کے ایک علاقے نجد میں آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی جھوٹے مدعیانِ نبوت سامنے آ گئے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت آدم d کے بعد سے حضرت محمد ﷺ تک کوئی جھوٹا مدعی نبوت سامنے کیوں نہیں آیا۔

## حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری اوراسلامی ریاست کے قیام پر بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج کی مایوسی

آپ ﷺ کی آمد سے پہلے بنی اسرائیل یاجوج ماجوج سے ایکا کر کے یہ بات طے کر چکے تھے کہ تم ہمیں فلسطین میں ریاست اسرائیل کے قیام میں مدد دو اور ہم تمہیں غیر متمدن دنیا یعنی ایران، افغانستان، مشرق وسطی، عراق، عرب اور مصر کے علاوہ علاقوں پر ہر طرح کا تسلط، ظلم، بربریت، تعدی قتل وغارت، لوٹ کھسوٹ کو سند جواز دے کر تمہارا حق تسلیم کر لیں گے۔

مگر ـــــ ع من درچہ خیالم و فلک درچہ خیال کے مصداق خالق کائنات کا منصوبہ اور تھا اور ہدایت کی تکمیل اور اتمام حجّت کے لئے ایک آخری نبی برحق کی تشریف آوری یقینی تھی جو حضرت عیسیٰ d کے مطابق 'احمد' نام کے ہوں گے جو عالمی نبی ہوں گے یہی بات تورات

میں بھی تھی اور انجیل میں بھی۔ اور اس پیغمبرﷺ کی تعلیمات کے عملی نمونہ کے لئے ایک حزب اللہ کا قیام (انسانوں کی ایک فدائی جماعت) اور اسلامی ریاست کا قیام واستحکام ضروری تھا تاکہ دنیا پر صرف نظری طور پر ہی اتمام حجت نہ ہو بلکہ محسوس ومشہود طریقے پر لوگ حقیقی اسلامی، فلاحی، عوامی جمہوری ریاست کی بچشم سر دیکھیں۔

مشیت الٰہی کے ان دونوں اہم واقعات (EVENTS) کے تکمیل پذیر ہونے کے دوران بھی اور فوراً بعد ہی مجموعی طور پر یہود پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ اوّلاً بنی اسرائیل کے مخلص طبقہ اور عالمی تجارتی گروہ کے درمیان بھی اختلافات پیدا ہوئے اور خود عالمی تجارتی طبقہ جو اس وقت تک ابلیسی ایجنڈے پر عمل درآمد کی وجہ سے حزب الشیطان بن چکا تھا کے درمیان بھی ایجنڈا کے مطابق نتائج نہ نکلنے پر شدید مایوسی اور غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے آخری پیغمبر کی ختمی اور انسانیت کے لئے 'رحمت' والی تعلیمات کے تحفظ کے لئے یاجوج ماجوج کو اس علاقے سے باہر روک دیا تھا اور 600 ق م سے رکے ہوئے یاجوج ماجوج 1258ء (656ھ) تک رُکے رہے تا آنکہ مسلم حکومت کمزور ہوئی تو باہر کی دنیا سے حملہ آور چنگیز خان اور ہلاکو خان کی صورت میں نمودار ہو سکے۔

بنی اسرائیل کے ابلیسی گروہ نے اس طویل عرصے میں یاجوج ماجوج کو کیسے طفل تسلیاں دی ہوں گی نیز آسمانی ہدایت کے بغیر ان کی اخلاقی گراوٹ اور حیوانیت کا گراف کس حد تک گر گیا ہوگا ــــــ اس کا اندازہ کوئی صاحب علم ہی کر سکتا ہے یا جنہوں نے اس دور کے حالات کا مطالعہ کیا ہو وہی جان سکتے ہیں۔

بات بڑی سادہ ہے کہ پہلے وحی کا سلسلہ جاری تھا بنی اسرائیل کی سیاہ کاریوں پر سچا پیغمبر آ کر اس کا بھانڈا پھوڑ دیتا تھا۔ اب اطمینان ہے کہ وحی کا باب بند ہے راز فاش نہیں ہو سکتا، حتمی طور پر آسمانی وحی سے کسی کو جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ جتنے مرضی فرضی اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کھڑے کر دو اور ان کے منہ سے جتنی چاہو 'باتیں' اللہ کی طرف منسوب کر دو ــــــ کوئی پوچھنے والا نہیں۔

اسی اعلان کے بعد سدّ ذوالقرنین کے پار بھی ــــــ پہلے جو انتظار کے سگنل جا رہے تھے وہ ختم ہو گئے اور اب اُٹھ کر منصوبہ بندی کرنے کا سگنل چلا گیا ــــــ کہ حضرت محمدﷺ کے

بعد کوئی نبی نہیں اور آسمانی ہدایت کا سلسلہ بند ہو گیا جو بنی اسرائیلوں کی دیرینہ خواہش اور قتل انبیاء علیہم السلام کے ذریعے کوشش تھی وہ پوری ہوگئی۔ مگر یہ اُمید کی کرن بڑی موہوم تھی اور کامیابی کا سفر بڑا سست رہا اُمید کے بعد کسی محسوس فائدے کے حصول کے درمیان چھ صدیاں بیت گئیں۔

600ق م سے پہلے شمالی اقوام جب چاہتے تھے دندناتے ہوتے آتے تھے اور اہل حق کی کمزوری کی بنا پر یمن، عراق اور مشرق وسطیٰ تک علاقوں کے علاقے تاخ وتاراخت کر کے اپنی ظالمانہ اور سفاکانہ سلطنت وحکومت کا تخت بچھا دیتے تھے جو بعد میں انبیاء کرام علیہم السلام کے انکار پر عذاب کے ذریعے تباہ ہوتی رہیں کہ اہل حق کے پاس اتنی مضبوط اور باوسائل حکومتوں کو ہلانا بھی مشکل تھا مگر 600ق م سے 1258ء تک کی 1800 صدیاں مسلمانوں اور اللہ کی آخری ہدایت کا دور تھا اور مسلمان ـــــ حزب اللہ چاہے گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان تھے تاہم ایمان کی بنیاد پر اپنے لئے نہیں اللہ تعالیٰ کی حکومت کے قیام اور اعلیٰ اقدار، عدل وانصاف، مساوات انسانی، حقیقی آزادی کے لیے لڑتے رہے تا کہ ہر شخص اپنے مالک حقیقی کی بندگی کا راستہ اختیار کر سکے۔

تاریخ انسانی میں حضرت داوٗد d تو نبی تھے جنہوں نے اللہ کے لئے جنگ کی دیگر غیر نبی لوگوں میں حضرت محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہی وہ اعزاز یافتہ طبقہ اور گروہ تھا جس نے خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے تلوار اُٹھائی اور تمام متمدن دنیا میں 600 سال بلاشرکت غیرے حق کا پرچم بلند کئے رکھا۔ اس کی تاریخ انسانی کوئی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہی دور ہے اور یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت جو ـــــ اسرائیلی ذہنیت والے لوگوں اور صیہونیت زدہ نظریات کے علمبرداروں نیز یاجوج وماجوج کی تہذیب کے احیاء کے پیامبروں کے لئے ڈراؤنا خواب ہے اور اسی وجہ سے یہ جماعت ان کا ہدفِ تنقید بنتی ہے۔ حالانکہ درحقیقت یہ مسلمانوں کی جماعت ـــــ صدفی صد انسان دوست، علم دوست، اخلاق دوست، رویوں کی حامل تھی اور نہ کبھی اس سے پہلے اتنا طویل خوشگوار دور کبھی انسانیت پر آیا تھا اور نہ آئندہ آئے گا۔

جو حقیقی انسان ہے اور اپنے سینے میں انسانیت کے لئے ہمدردی اور اچھے جذبات رکھتا ہے اس کی نگاہ میں تو یہ دور بھی (دورِ صحابہ اور مسلم اقتدار کا دور) قابل مبارک باد ہے اور وہ جماعت اور گروہ بھی بڑا مبارک ہے جبکہ اس حزب اللہ اور جماعت صحابہ کے مدمقابل یا اس کے

بعد اہل حق کے راستے میں رُکاوٹیں کھڑے کرنے والے تمام انسان ــــــ وہ کسی علاقے سے ہوں کوئی مذہب ہو کوئی نسل ہو کوئی نعرہ ہو ــــــ دراصل مذہب دشمن، خدا بیزار، اخلاق دشمن، وحی دشمن اور انسان دشمن لوگ تھے اور قیامت تک رہیں گے۔

## مسلمانوں کے دو(2) دورِ عروج اور یاجوج وماجوج

مسلمانوں کی تاریخ میں بھی ایک حدیث پاک کے مطابق بنی اسرائیل کی تاریخ کی طرح (مگر ذرا سے فرق کے ساتھ) دو(2) دورِ عروج اور دو زوال کے ادوار آئے ہیں۔ خلافت راشدہ سے لے کر دورِ بنواُمیہ اور دورِ بنوعباس تک پہلا عروج ہے۔ یہ 656ھ (1258ء) پر ختم ہوا۔ اس دوران یاجوج وماجوج مسلمانوں کے علاقہ میں گھسنے کی جرأت نہیں کرسکے جب اسلامی جذبہ کم ہوا تو چنگیز خان اور ہلاکو خان آئے اور علاقے کو تہس نہس کر دیا مگر اسلام کے نظریۂ توحید اور آسمانی ہدایت ہونے میں جان تھی، مسلمان عوام میں بھی ایمان والے لوگ ابھی موجود تھے لہٰذا حضرت نوح d اور حضرت ہود d کی اُمتوں کے احوال کی طرح چنگیز خان اور ہلاکو خان یہاں اپنے نظریات پر مبنی سلطنتیں نہیں بنا سکے بلکہ جلد ہی حضرت محمد ﷺ کے دامن رحمت میں آ کر مسلمان ہو گئے۔ ایک صدی کے اندر ہلاکو خان اور چنگیز خان کی اولادیں مشرف باسلام ہو گئیں اور انہیں کے ذریعے اس علاقے میں امت مسلمہ کے دوسرے دور عروج کا آغاز ہو گیا۔ روسی ترکستان کے علاقے کے ترک افغانستان کے اُوپر کے علاقے روسی رچینی رمنگول نسلوں کے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور ہندوستان، ایران اور ترکی میں وسیع وعریض مسلم ریاستیں قائم ہو گئیں جو اگلی پانچ صدیوں تک مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی یاد تازہ کرتی رہیں اور اس حالت میں بھی یاجوج ماجوج کے لئے تازیانہ عبرت بنی رہیں اور اس دور میں بھی کوئی حملہ آور مسلم علاقوں میں داخل نہیں ہو سکا۔

بنی اسرائیل نے اپنے ابلیسی نظریات جو یونانی فلاسفہ کے مابعد الطبیعاتی خیالات پر مبنی تھے اور لادینی نظریات تھے اس کے ساتھ رومی سلطنت کے ظالمانہ نظامِ حکومت اور جابرانہ انداز معاشرت کے ذریعے دوبارہ یورپ میں پاؤں جمانے کی کوشش کی۔ ہسپانیہ (اُندلس یا سپین) میں بنی اسرائیل نے مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ کرایا تاکہ یورپ میں خالص اسرائیلی اور ان کے اتحادی یاجوج وماجوج کی حکومت قائم ہو جائے مگر اس سے پہلے کہ غرناطہ میں 1492ء میں مسلم

حکومت کا خاتمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے عثمانی ترکوں کے ہاتھوں (1500 سال پرانی رومی (بازنطینی) شہنشاہیت جو آبنائے فاسفورس اور قسطنطنیہ پر قابض تھی) کا خاتمہ کرادیا۔ 1453ء میں سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں قسطنطنیہ فتح ہوگیا اور اس سے یورپ میں اسلامی فتوحات کا شاہدرہ کھل گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی افواج سارے مشرقی یورپ اور روسی علاقہ جات کو فتح کر کے فرانس کے قلب تک جا پہنچیں جس سے حزب الشیطان (بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج) میں کھلبلی مچ گئی۔

یاجوج ماجوج کی اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ 1453ء سے لے کر پہلی جنگ عظیم 1914__1918 تک زمینی پیش رفت نہیں کر سکے۔ سازشوں کے ذریعے مسلمانوں کو کمزور کر کے باہم لڑا کر اور ظالمانہ رویّوں سے علاقوں کو علیحدہ کرتے رہے۔ نیشنلزم یا وطنی ریاست کا فلسفہ گھڑ کر عام کیا گیا اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا گیا۔

پہلی جنگ عظیم میں سلطنت عثمانیہ نے جرمنی کا ساتھ دیا اور یوں روس نے بے شمار مسلمان علاقوں کو تاراج کیا جب جرمنی شکست کھا گیا تو سلطنت عثمانیہ کے بھی حصے بخرے ہوگئے اور سارا مشرقِ وسطیٰ ان کے ہاتھ سے نکل گیا اس کے ساتھ ہی بنی اسرائیل کا پرانا وعدہ پورا ہونے کا وقت آ گیا اور یاجوج ماجوج نے (برطانیہ اور اس کے اتحادی روس فرانس اور درپردہ امریکہ وغیرہ) ہی نے بنی اسرائیل کی سلطنت کے لئے زمین ہموار کی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد 1948ء میں اسرائیل کا قیام عمل میں آ گیا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا شاہکار ہے کہ اسی دور میں مستقبل میں اسلام کی عالمی حکومت یا عالمی نظامِ خلافت کے قیام کی بنیاد____ ریاست پاکستان____ مملکت خداداد اور اسلامی جمہوریہ بھی منصۂ شہود پر آ گئی۔ (14/اگست 1947ء 27 رمضان جمعۃ المبارک 1366ھ)

## ریاست اسرائیل کا قیام اور یاجوج ماجوج

بنی اسرائیل اپنے لئے مشرقِ وسطیٰ میں ایک مرکز اور روایتی قدیمی حضرت سلیمان d کا پایۂ تخت یروشلم ہی چاہتے تھے۔ ان کا یہ منصوبہ تھا کہ بخت نصر کے حملہ کے بعد وہاں سے نکالے جانے کے فوراً بعد جلد ہی اپنے عالمی تجارتی روابط اور ماورائے روس علاقہ جات سے اُٹھنے والی وحشی طاقتوں کے تعاون سے وہاں دوبارہ آباد ہوجائیں گے۔ 300 ق م میں مکابی

سلطنت کے قیام سے عارضی آبادی ہوئی مگر انہیں کلیدی کردار نہیں مل سکا اس لئے کہ یہ آبادکاری خدا پرست اور مخلص اسرائیلی قبائل کے ہاتھوں ہوئی تھی اس کے فوراً بعد دوبارہ شمال سے آشوری اور بازنطینی طاقتوں کے ہاتھوں غلام بن گئے اور بالآخر 70ء میں ٹائٹس رومی کے ہاتھوں وہاں سے دوبارہ جلاوطن ہوگئے ع آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کے ان ابلیسی گماشوں کی آبادکاری کا منصوبہ اسلام کی آمد کی وجہ سے قابل توجہ نہ رہا اور نہ ہی قابل عمل۔ پھر اسلام کی سربلندی اور دوعروجوں کے ادوار میں بھی اسلام کی حقانیت اور پاکیزہ اور اخلاقی تعلیمات کا اتنا رعب اور چرچا رہا کہ مسلم زوال کے باوجود بنی اسرائیل کے اتحادی 'یاجوج ماجوج' ان کو آباد کرنے اور اسرائیل کے قیام کی جرأت نہیں کرسکے۔ اس آبادکاری میں 70ء سے 1948ء تقریباً 18 صدیاں لگ گئیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

قرآن مجید میں ہے کہ بنی اسرائیل کی آبادی یاجوج ماجوج کی مدد اور غیر مشروط حمایت وسرپرستی کی بنا پر ہی ہوگی

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ O (112:03)

''یہ جہاں نظر آئیں ذلت (کو دیکھو گے کہ) ان سے چمٹ رہی ہے۔ بجز اس کے کہ اللہ اور لوگوں کی پناہ میں آ جائیں اور یہ لوگ اللہ کے غضب میں گرفتار ہیں اور ناداری ان سے لپٹ رہی ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور (اس کے) پیغمبروں کا ناحق قتل کر دیتے تھے؛ یہ اس لیے کہ یہ نافرمانی کیے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔''

وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ Oحَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ O(21--95-96)

"اور جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا مجال ہے کہ (رجوع کریں) رجوع نہیں کریں گے یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے اُتر رہے ہوں"

یہ واقعات اہل علم کے نزدیک دورِ حاضر کے ہیں اور سب کے سامنے ہیں اور جس طرح اسرائیل کے قیام کے روزِ اوّل سے ہیUNO کی پانچ مستقل رکن طاقتیں جنہیں اس ادارے کے فیصلوں پر VETO حاصل ہے امریکہ، فرانس، برطانیہ، چین اور روس اور چند دیگر ترقی یافتہ ممالک یہ سب ممالک اپنے مقاصد کی روشنی میں یاجوج و ماجوج ہی ہیں۔

## یاجوج وماجوج کی تباہی

ریاست اسرائیل کی تباہی کے پروگرام کے وقت یاجوج وماجوج اس کو بچانے کے لئے جس کے پیچھے ان کے اپنے بے شمار مفادات (VESTED INTRESTS) ہوں گے، آگے بڑھیں گے۔ اسرائیل کی ریاست کی یہ تباہی ایک ایسے عجیب انداز میں ہوگی جو انداز حضرت محمد ﷺ کی آمد کے وقت سے مشابہت رکھتا ہوگا۔

اسلام ایک دفعہ آپ ﷺ کی آمد کے ساتھ ہی دنیا پر غالب ہوگیا اور اس سارے عرصے میں غیر مرئی طور پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل اور اس کے اتحادی 'یاجوج ماجوج' کو روکے رکھا سدّ ذوالقرنین کے ذریعے بھی اور سابقہ ماورائے روس طاقتوں (رومیوں اور یونانیوں) کے ذریعے بھی کہ وہ نئی طاقتوں کو آگے آنے کی اجازت نہ دیں اور خود ہمت نہیں کر سکے کہ آگے بڑھ کر اسلام کو نقصان پہنچائیں۔

اسلام نے قربِ قیامت اپنی اصلی شکل اور خالص شکل میں دوبارہ اُبھرنا ہے احادیث مبارکہ اس سلسلے میں قربِ قیامت میں اسلام کے عالمی غلبے کی پیش گوئی کرتی ہیں۔ چنانچہ تین احادیث بہت مشہور ہیں

(1) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: تَکُوْنُ النُّبُوَّۃُ فِیْکُمْ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ، ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ اِذَا شَاءَ اَنْ یَّرْفَعَھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ،

فَتَکُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ، ثُمَّ یَرْفَعُھَا اِذَا شَاءَ اَنْ یَّرْفَعَھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًّا فَتَکُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ، ثُمَّ یَرْفَعُھَا اِذَا شَاءَ اَنْ یَّرْفَعَھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیًّا فَتَکُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ، ثُمَّ یَرْفَعُھَا اِذَا شَاءَ اَنْ یَّرْفَعَھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃً عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ، ثُمَّ سَکَتَ

''تمہارے اندر عہدِ نبوت جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا۔ پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس (عہدِ نبوت) کو ختم کر دے گا۔ (اس کے بعد) خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی، جو قائم رہے گی جب تک اللہ (اسے قائم رکھنا) چاہے گا، پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا۔ پھر (اس کی جگہ) کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہو جائے گی، جو جب تک اللہ چاہے گا برقرار رہے گی۔ پھر جب اسے بھی اللہ ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر جابرانہ ملوکیت کا دور ہوگا، جو جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گا۔ پھر اللہ جب اسے بھی ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (دوبارہ) قائم ہو جائے گی۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔''

(2) عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا، وَ اِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَا زُوِیَ لِیَ مِنْھَا

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، چنانچہ میں نے اسکے تمام مشارق و مغارب دیکھے اور یقیناً میری امت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین کو میرے لیے لپیٹا گیا!'' (یعنی اہل اسلام کا اقتدار کرۂ ارض کے کونے کونے پر قائم ہوگا)''

(3) عن المقداد رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: لَا یَبْقٰی عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَ لَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ کَلِمَۃَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ

عَزِیْزٍ وَ ذُلِّ ذَلِیْلٍ اِمَّا یُعِزُّھُمُ اللّٰہُ فَیَجْعَلُھُمْ مِنْ اَھْلِھَا اَوْ یُذِلُّھُمْ فَیَدِیْنُوْنَ لَھَا۔ قُلْتُ (فَیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ)(رواہ احمد فی "المسند" بسند صحیح)

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر رہ جائے گا اور نہ اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا کوئی خیمہ جس میں اللہ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کردے خواہ کسی سعادت مند کو عزت دے کر اور خواہ کسی بدبخت کو مغلوبیت کے ذریعے یعنی یا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو (اسلام کی بدولت) عزت عطا فرمادے گا اور انہیں کلمہ اسلام کا قائل و حامل بنادے گا۔(حالت کفر پر برقرار رہنے کی صورت میں) انہیں مغلوب فرمادے گا کہ وہ اس کے محکوم اور تابع بن کر رہیں گے!'' حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے اپنے دل میں کہا! ''پھر تو واقعتاً دین کل کا کل اللہ ہی کے لیے ہو جائے گا!''

ان احادیث کی روشنی میں اسلام کا عالمی غلبہ یا عالمی نظام خلافت کا قیام لازمی ولابدی ہے اور نوشتہ دیوار (WRITING ON THE WALL) ہے۔ یہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے کہ اس اسرائیلی ریاست کے قیام کے بعد جلد ہی اس کی تباہی کا مرحلہ آجائے گا یہ مرحلہ اس ریاست کی بے اُصولی بے دینی، آسمانی ہدایت سے روگردانی، انسان دشمنی، اخلاقی دشمنی اور ابلیسی ایجنڈے کی پیروی کی بنا پر ہوگا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ 2000 سال قبل بنی اسرائیل کو سیاسی مذہبی اقتصادی اور علمی برتری حاصل تھی اور ماورائے روس کی یہ وحشی قوتیں ان کی مرہونِ منت تھیں بنی اسرائیل کے لوگ انہیں جیسے چاہتے تھے استعمال کر رہے تھے۔

آج بنی اسرائیل کمزور ہیں اور وہ ان 'یاجوج ماجوج' کے محتاج ہیں اور ان کی آبادکاری انہیں کی مدد و سرپرستی کا حاصل ہے۔ لہٰذا اس دفعہ بنی اسرائیل کی ریاست اسرائیل کی تباہی ____ اپنے قیام کے ایک صدی کے اندر ہی آجائے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ جِئْنَا بِکُمْ لَفِیْفًا (17-104)

''پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم سب کو جمع کرکے لے آئیں گے''

قربِ قیامت میں اس آبادکاری اور عذاب کا یہ معاملہ اب کسی وقت بھی عالمی خبر بنیوں

کے لئے BREAKING NEWS بن سکتا ہے۔

## یاجوج وماجوج اور نزولِ عیسیٰ d

### عالمی نظام خلافت کے قیام کے لیے میدان صاف ہو جائے گا

بنی اسرائیل نے ہی حضرت عیسیٰ d کو 'ملزم' قرار دے کر رومی حکمرانوں سے سولی دینے کو سفارش کی تھی (اس کی تفصیلات کسی قدر انجیل برناباس میں موجود ہیں) حضرت عیسیٰ d کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اُٹھالیا۔ اہل سنت کے نزدیک وہ دوبارہ نزول فرمائیں گے۔ قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے آپ کا نزول ایک اہم نشانی ہے۔ آپ کی تشریف آوری کا سبب بنی اسرائیل سے براہِ راست متعلق ہے۔ آپ d بنی اسرائیل کی طرف ہی رسول تھے مگر انہوں نے انکار کر دیا تکالیف دیں ہر طرح سے ستایا، کردار کُشی کی اور بالآخر ـــــــ متعدد الزام لگا کر بلا وجہ سزا سنادی۔ پھر اس سزا کے اجرا کے لیے رومی گورنر کے پاس بھجوادیا ـــــــ بنی اسرائیل نے تو آپ کے 'قتل' کی کوشش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جس قتل انبیاء کے جرم کے وہ صدیوں سے عادی چلے آ رہے تھے۔ ہاں! ـــــــ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت ثابتہ سے 'رسولوں کی حفاظت' کے لیے ضابطے کے تحت آپ d کو بچالیا۔

حضرت عیسیٰ d کی اس تشریف آوری کا براہ راست تعلق بنی اسرائیل اور موجودہ اسرائیل سے ہے۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ d کی تشریف آوری کا تعلق بنی اسرائیل کے واسطے سے اس کے حمایتی اور ALLIES یعنی یاجوج وماجوج بھی بنتا ہے۔

حضرت عیسیٰ d کے ہاتھوں چونکہ بنی اسرائیل کے یہود کا خاتمہ بلکہ استیصال (TOTAL ERADICATION) ہونے والا ہے۔ لہٰذا آنے والے دور (مستقبل قریب) میں بنی اسرائیل کے بہی خواہوں، سرپرستوں یعنی یاجوج وماجوج کا بھی ایک دفعہ بڑے پیمانے پر صفایا یقینی ہے۔ اَللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (یوسف۔21) یعنی اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اوپر درج اشارات مسلمانوں اور بالخصوص اہل سنت کا موقف ہے۔ حضرت عیسیٰ d کی تشریف آوری (2nd COMING) عیسائی بھی کے لیے بے تاب ہیں اور یہ تشریف آوری

اب جلد ہی متوقع ہے اس چلد تشریف آوری کے کے سلسلے میں مسیحی دنیا کی بے تابی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ مسیحی دنیا میں گزشتہ 30 سالوں میں 500 سے زیادہ کتابیں اس موضوع پر آ چکی ہیں کہ اب حضرت عیسیٰ d کو تشریف لے آ جانا چاہیے کہ حالات اس کے لیے ساز گار ہیں۔ بلکہ ایک کتاب میں تو اللہ تعالیٰ پر زور دیا گیا ہے کہ وہ جلدی حضرت عیسیٰ d کو بھیجے کتاب کا عنوان ہی اس کے مشمولات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عنوان ہے

FORCING GOD'S HANDS ''خدا کے ہاتھ مروڑنا کہ یہ کام جلد ہونا چاہیے''

اسی طرح حضرت عیسیٰ d کی تشریف آوری کے بارے میں یہودیوں اور بنی اسرائیل کا اپنا الگ ایک موقف ہے جو ان کے خود ساختہ نظریات کا عکاس ہے اور وہ موقف کچھ اس طرح ہے:

حضرت عیسیٰ d آج سے 2000 سال قبل تشریف لائے تھے ان کی پیش گوئیاں یہود کی کتابوں میں تھیں جن کے مطابق یہود نے ان کو پوری طرح سے پہچان لیا۔ مگر اس کے باوجود جب یہودیوں نے اپنے فوری 'مستقبل کے خوابوں' کو چکنا چور ہوتے دیکھا تو صاف انکار کر دیا بلکہ اپنے زعم میں انہیں راستے سے ہٹا دیا۔

اب بنی اسرائیل کی سوچ اور طرز فکر کے مطابق استدلال کی کڑیاں اس طرح ہیں کہ حضرت عیسیٰ d کی تشریف آوری............ ہماری کتابوں میں ہے۔ لہٰذا انہیں ضرور آنا چاہیے اور وہ آئیں گے۔ جو 2000 سال قبل حضرت عیسیٰ d آئے تھے وہ 'اصلی' نہیں تھے اسی لیے (بنی اسرائیل کے بقول) ان کا انکار کیا گیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ آئیں گے۔ اب یہودی اور بنی اسرائیل کا خاندان اس 'اصلی' حضرت عیسیٰ کا منتظر ہے۔

ہمارے نزدیک حقائق کی روشنی میں 2000 سال قبل تشریف لانے والے حضرت عیسیٰ وہ 'اصلی' حضرت عیسیٰ d تھے اور اب یہود جو عیسیٰ کھڑا کرنے والے ہیں اور یہودی روایات کے مطابق وہ اصفہان سے ظاہر ہوگا وہ ہم مسلمانوں کے نزدیک 'المسیح الدجّال' ہوگا یعنی مصنوعی مسیح یا 'جھوٹا مسیح'۔

قارئین کرام! مذہب کی تاریخ کی غالباً سب سے بڑی جنگ اسی نکتے پر آئندہ مستقبل قریب میں لڑی جانے والے ہے۔ ایک طرف حضرت عیسیٰ d کی دوبارہ تشریف ہے ان کی عمر

اس وقت 33 سال کے قریب ہوگی وہ مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے وہ بنی اسرائیل سے لڑیں گے ان کے لیے عذابِ استیصال کا باعث بنیں گے یعنی بنی اسرائیل کا کُلّی خاتمہ ہوجائے گا۔ اس معاملے کو بنی اسرائیل کے حمایتی اور UNO کی پانچ رکنی کونسل جو اسرائیل کے بے دام غلام اور اسرائیل کے خلاف ہونے والے ہر فیصلے پر VETO کے لیے ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور دیگر PRO-ISRAEL ممالک ہوں ۔۔۔یعنی یاجوج اور ماجوج جو ــــ 600ق م کے ایک معاہدے اور بنی اسرائیل کے ساتھ ایک MOU (MEMORENDUM OF UNDERSTANING) کے تحت اسرائیل کی مشرق وسطی میں آبادکاری اور اس کی حفاظت کے پابند ہیں اور یہ حمایت دراصل اسرائیل کے وجود سے ان کے اپنے ناپاک وجود کی ’حیات‘ کی ضامن ہے لہٰذا جب اصلی حضرت عیسیٰ d تشریف لائیں گے تو ایک بڑی جنگ ہوگی اور اس جنگ کے دوران کئی مرحلوں میں زوردار معرکے ہوں گے۔

اس بڑی جنگ میں اللہ تعالیٰ پہلے مرحلہ کی طرح حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کے دوسرے مرحلہ (PHASE II) یعنی عالمی غلبہ اسلام یا عالمی نظامِ خلافت کے قیام کے لیے سازگار حالات پیدا فرمادے گا اور اس نظام کے مخالفین کا مکمل صفایا کردے گا ــــ کہ وہ کبھی دوبارہ نہیں اُٹھ سکیں گے۔ انہیں بنی اسرائیل نے حضرت محمد ﷺ کو اپنی حیاتِ طیبہ میں اس قدر ستایا، پریشان کیا معاہدوں سے پھر آپ ﷺ کو الجھائے رکھا کہ ان پر اب عذابِ الٰہی کا نزول لازمی ہے۔ جب بنی اسرائیل اور ان کی سلطنت کا خاتمہ ہوگا تو یقیناً اس ناپاک ریاست کے سارے ناپاک عزائم اور ناپاک حمایتی پھر ختم ہوجائیں گے اور دھرتی کو اس ناپاک ریاست کے وجود سے پاک کردیا جائے گا پھر دنیا میں خیر پھیلے گی اور دنیا امن کا گہوارہ بنے گی۔ اب امن کا گہوارہ یہ 2000 سال قبل کی متمدن دنیا نہیں بلکہ روئے ارضی کے کل آباد علاقے ہوں گے جس میں سائبیریا کا تمام علاقہ بھی شامل ہے جو اس ’رحمت للعالمینؐ‘ کی برکات سے مستفیض ہوں گے۔

پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

وما ذالك على الله بعزيز

---

# باب 3

☆ چند منہ بولتے حقائق ــــــ چند ضمنی باتیں

1. حالیہ مغربی اقوام کی بالا دستی کی بنیاد ــــــ ظلم، بربریت اور لادینیت
2. حضرت مسیح علیہ السلام کا لڑکپن اور جوانی
3. 'یاجوج ماجوج' سے متعلق مختلف علاقوں میں مستعمل متعدد الفاظ اور اصطلاحات
4. سائبیریا سے نکلنے والے وحشی قبائل
5. آج کا اعلیٰ کلچر ــــــ سائبیرین کلچر
6. نئی تہذیب کی اخلاقیات اور سماجی رویے
7. امریکہ میں آزادی کا مجسمہ ــــــ ایک دھوکا
8. حق کے لبادے میں باطل کا فروغ

☆ حاصل کلام

☆ عالمی نظام خلافت کا قیام، یاجوج موجوج کا عروج اور ہماری ذمہ داریاں

☆ استدراک

# چند منہ بولتے حقائق ــــــ چند ضمنی باتیں

## 1. حالیہ مغربی اقوام کی بالادستی کی بنیاد ــــــ ظلم، بربریت اور لادینیت

حالیہ مغربی تہذیب ــــــ گزشتہ چھ صدیوں کی کامیابیوں کا حاصل ہے اور اس کی موجودہ چمک دمک یقیناً آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے۔ یہ تہذیب بھی بنی اسرائیل اور یاجوج وماجوج کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ ہے اور اس کی پشت پر بے پناہ ظلم اور بربریت کی ننگ انسانیت اور طویل تاریخ ہے۔

بنی اسرائیل حالانکہ خود انبیائے کرام علیہم السلام کے ماننے والے ہیں۔ کم از کم حضرت داوٗد d اور حضرت سلیمان d کے دور کو تو مانتے ہیں اُن کے پاس حضرت سلیمان d کی حکومت کے اُصول ایک عالمی حکومت اور ایک وسیع علاقے کے لئے امن وامان کا چارٹر بن سکتے ہیں جو دنیا کو امن وآتشی فراہم کرسکتے ہیں۔ مگر افسوس وہ کبھی اس کا نام بھی نہیں لیتے۔ اس لئے کہ جس شیطانی اور ناپاک ایجنڈے پر وہ کام کررہے ہیں اس کے لئے آسمانی ہدایت، وحی اور پیغمبروں کا تذکرہ ہی 'خودکشی' کے مترادف ہے۔

لہٰذا بنی اسرائیل نے اپنی متوقع عالمی حکومت کے لئے دو بنیادیں بنائی تھیں اور وہی دو بنیادیں وہ لے کر چل رہے ہیں۔

1. داخلی اور خارجی امن وامان میں ظلم وبربریت
2. نظریات کی سطح پر یونانی فلاسفہ کو اُٹھا کر لادین فلسفیانہ نظریات بنی اسرائیل نے خود تراشوائے اور اب ڈیڑھ ہزار سال بعد دوبارہ یورپ میں اس کا احیاء کردیا۔ آج کے یورپ کے

نظریات میں رومی سلطنت کی بربریت (یعنی رومن لاء) اور یونانی فلاسفہ کی خدا بیزار، وحی دشمن اور اخلاق دشمن فلسفیانہ خیالات شامل ہیں۔

امریکہ میں ڈیڑھ عشرہ قبل لکھی گئی کتاب CLASH OF CIVILISATIONS کا مصنف لکھتا ہے کہ مغرب نے جیسے تیسے بالا دستی حاصل کرلی ہے اب اسے دوام کے لئے ان اقوام کا خاتمہ ضروری ہے جو مغرب سے متصادم نظریات رکھتی ہیں اور بنیادی طور پر یہ اسلام اور مسلمان ریاستیں ہی ہیں اور اس کا خیال مستقبل میں صلیبی جنگیں شروع کرکے مسلمانوں کا خاتمہ تھا جس پر آج مغرب عمل درآمد کررہا ہے۔ اسی کتاب میں مصنف لکھتا ہے کہ مغرب کا حالیہ غلبہ سولہویں سترہویں صدی میں شروع ہوکر اُٹھارویں صدی میں مستحکم ہوا۔ یہ غلبہ کسی فلاحی سوچ اور انسان دوست یا اخلاق دوست نظریات کے مطابق نہیں تھا بلکہ سراسر ظالمانہ تھا

> ''............1500ء سے 1750ء کے درمیانی عرصے میں پہلی عالمی سلطنت کو قائم کرنے میں مغرب والوں کی کامیابی کا دارومدار ان کی جنگی استعداد میں اضافہ تھا، جس کو فوجی انقلاب کا نام دیا گیا ہے۔ مغرب نے دنیا کو اپنے نظریات یا اقتدار یا مذہب کی وجہ سے فتح نہیں کیا تھا بلکہ اس وجہ سے فتح کیا کہ منظّم تشدد کرنے میں اس کو برتری حاصل تھی۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو مغرب کے لوگ تو بھول جاتے ہیں لیکن غیر مغربی لوگ فراموش نہیں کرسکتے............''

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مغربی تہذیب کے اعلیٰ دماغوں کی ذہنیت اور اُٹھان کیا ہے اور ان کے مقاصد کیا ہیں۔

## 2. حضرت مسیح d کا لڑکپن اور جوانی

تاریخ حضرت عیسیٰ d کی تعلیم وتربیت اور جوانی کے ایّام کے بارے میں مجرمانہ طور پر خاموش ہے۔ آپ عہد جدید کے ایک اہم پیغمبر ہیں اور آج کے اُن کے ماننے والے 225 کروڑ ہیں مگر اُن کے پیغمبر کے حالاتِ زندگی ــــــ پردۂ راز میں ہیں۔ ایک عجیب حیران کُن بات ہے؟

وجہ ایک لحاظ سے ظاہر ہے کہ جو آج بنی اسرائیل کے نام سے پہچانے جاتے ہیں وہ

حضرت عیسیٰ d کے 'قاتل' اور تختہ دار تک پہنچانے والے ہیں وہ آپ d کی حیاتِ طیبہ کا نقشہ اور تفاصیل لوگوں تک کیسے آشکارا ہونے دیں گے۔

اس واقعہ کی ایک معقول وجہ جو اُوپر درج حالات و واقعات سے سمجھ میں آتی ہے وہ درج ذیل ہے:

☆ حضرت عیسیٰ d کی پیدائش ہوئی تو اس وقت مخلص بنی اسرائیلی کم اور شریر زیادہ تھے۔اس وجہ سے تو قوم رومیوں کی غلامی میں آ چکی تھی۔

☆ بنی اسرائیل قتل انبیاء کرام علیہم السلام کے جرم کے عادی ہو چکے تھے اور یہ شریر گروہ سینکڑوں پیغمبروں کو قتل کر چکے تھے اور یہ کام اُن کی انتہائی درجے کی بد باطنی اور سنگ دلی کی بنا پر کوئی برا کام نہیں تھا۔

☆ حضرت عیسیٰ d نے اپنی پیدائش پر ہی معجزانہ طور پر بولنا شروع کر دیا اور دلائل دینے شروع کر دیے اور پنگھوڑے میں بولتے رہے۔قرآن مجید میں اُن باتوں کا تذکرہ سورۃ مریم میں آیا ہے اور وہ تفصیل کچھ یوں ہے:

> قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا
>
> ''(حضرت عیسیٰ d نے پنگھوڑے میں) کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور میں جہاں ہوں (اور جس حال میں ہوں) مجھے صاحب برکت کیا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد فرمایا ہے، اور (مجھے) اپنی ماں (g) کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بنایا ہے) اور سرکش و بد بخت نہیں بنایا، اور جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام (و رحمت) ہے''

حضرت عیسیٰ d کا نبی ہونا سامنے آ گیا۔صاحب کتاب ہونا بھی سامنے آ گیا۔لہٰذا شریر

بنی اسرائیلیوں کے جمگھٹے میں اس بچے کی جان کو خطرہ لاحق ہونا ایک فطری بات تھی اور اسی خطرے کے باعث بنی اسرائیل کے مخلص حضرات نے اس گود کے بچے حضرت عیسیٰ d کو کسی دور دراز علاقے میں لے جا کر چھپا کر ـــــ وہاں اُن کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا ہی مصلحت سمجھا ہے۔

بنی اسرائیل کی قتل انبیاء کی عادت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ d کا بچپن لڑکپن اور جوانی کا دور ـــــ پردۂ اخفاء میں چلا گیا ـــــ ورنہ شریر گروہ ان کے علی الاعلان دعوں سے پہلے ان کو ختم کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔

یہ مخلص بنی اسرائیل کہاں کہاں تھے۔ کیا سدّ ذوالقرنین کے اس پاس آباد تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ کشمیر آئے تھے اور یہیں اُوپر کے شمالی علاقوں میں اُنہوں نے گمنامی میں وقت گزارا ہے۔ (حصہ اوّل 'مقابیس الحکمت' میں ایک مضمون شامل ہے جس کے مطابق خراسان میں مخلص بنی اسرائیل آباد تھے) ........... تا آنکہ جبکہ آپ کی نبوت و رسالت کے آثار واضح ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی بھیجی تو یکا یک یروشلم میں نمودار ہوگئے۔ یہ بات شریر بنی اسرائیل کے لئے ایک دھچکے سے کم نہیں تھی۔ اس وقت آپ d کی عمر 30 سال تھی۔ اس کے بعد آپ d کا دورِ نبوت و رسالت صرف تین سال بیان کیا جاتا ہے کہ حالات دگرگوں ہوگئے مقدّمات قائم کر کے فیصلے بھی ہوگئے اور اُن پر عمل درآمد بھی۔ بادی النظر میں محسوس ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے شریر گروہ نے اُن کی تعلیمات اور بیانات کا انتظار کیے بغیر اُن کے خلاف کارروائی شروع کردی اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے راستے سے ہٹانے کا پورا اہتمام کر دیا۔ ہوا وہ ـــــ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ قرآن پاک کا بیان ہے:

وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (04-157)

''اور انہوں نے حضرت عیسیٰ ( d ) کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔ اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنے ظن کی پیروی کے سوا ان کو

اس کا مطلق علم نہیں۔ اور انہوں نے عیسیٰ ( d ) کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (04-159)

''اور کوئی (مخلص) اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔''

حضرت عیسیٰ d کو رفع آسمانی کے ذریعے بچالیا گیا اور وہ قربِ قیامت میں دوبارہ آئیں گے اور مخلص اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔ واللہ اعلم

## 3. 'یاجوج ماجوج' سے متعلق مختلف علاقوں میں مستعمل متعدد الفاظ اور اصطلاحات

☆ قرآن مجید کی اصطلاح يَأْجُوج و مَأْجُوج ہے۔

☆ بائبل کی اصطلاح گاگ میگاگ یا MAGOG, GOG ہے۔ یہ الفاظ قرآن پاک کی اصطلاح کے قریب ہیں۔

☆ ہمارے متقدمین نے ـــــ یاجوج و ماجوج کے ماخذ اور حروف اصلیہ پر بحث کی ہے ہماری نزدیک یہ بحث ضمنی ہے بائبل کی اصطلاح کا معرّب یاجوج ماجوج کے الفاظ ہیں یا زیادہ سے زیادہ اصل عبرانی زبان میں گاگ میگاگ کا تلفظ قرآن مجید کے الفاظ کے زیادہ قریب ہوگا۔ جیسے قرآن مجید کے الفاظ میں کئی عبرانی ناموں کا تلفظ اس سے قدرے مختلف ہے جو بائبل میں یا انگریزی میں مستعمل ہیں۔ مثلاً بائبل میں JACOB ہے جب کہ قرآن پاک میں یعقوب کا لفظ ہے اسی طرح JOSEPH اور یوسف، DAVID اور داؤد، LOT اور لوط، JOHN اور یحییٰ اسی طرح JESUS کے لئے قرآن مجید کا لفظ عیسیٰ ہے۔

☆ ہندوں کے قدیم مذہبی لٹریچر میں یاجوج ماجوج کے کردار کی ایک وسط ایشیا کی قوم کے بارے میں KOKA اور VKOKA یا کوکا اور وکوکا کے الفاظ آئے ہیں۔

☆ اسی 'کوکا' کو انگریزی میں CAUCA بھی لکھتے ہیں اور اسی سے CAU-CASIA

کاکیشیا کا علاقہ جہاں حضرت ذوالقرنین نے دیوار تعمیر کی تھی اور جسے اُردو زبان میں کوہ قاف (CAUCASUS) کہتے ہیں۔ کوہ قاف کے اُوپر کے علاقے میں 'ایشیا' یا 'آسیا' کا لفظ کسی قوم کے نام کے ساتھ مل کر اس علاقے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ROTHS سے RUS اور RUSSIA یا رشیا کا لفظ اسی طرح ایرانی اقوام میں کیکاؤس CAUCA-US کا لفظ۔

☆ ہندی لٹریچر کا لفظ کوک یا کوکا ـــــــ اسی کوہ قاف (کاکیشیا) کے لفظ سے مستعار لگتا ہے۔ انگریزی میں CAUCASUS لکھتے ہیں۔ اسلام سے پہلے کے دنیا کے نقشے میں آپ دیکھیں (یہ نقشہ مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب اصحاب کہف اور یاجوج ماجوج سے یہاں دے رہے ہیں)

اسی طرح بنگلہ دیش کے کاکس بازار کا نام CAUCASUS سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ ایران کے PERSIA پرشیا، آج کے بلوچستان اس کے مغربی علاقے کے لئے گدروشیا (اسی لفظ سے غالباً گوادر اور گڈانی ماخوذ ہیں)

☆ اسی کوہ قاف کے علاقے میں ایک قوم آباد تھی جسے خضار کہتے تھے جس کی مناسبت (یا اُلٹی مناسبت) سے بحیرۂ کیسپین کا پرانا نام بحیرۂ خزر ہے جو دراصل 'بحیرۂ خضر' ہی ہے۔ اسی بحر خضر کے بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت خضر d جن سے حضرت موسیٰ d نے کچھ علم سیکھا تھا وہ اسی سمندر میں ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

اسی قوم 'خضار' سے علاقے کا نام خضاریہ (KHAZARIA) اور خضاریہ سے انگریزی میں قوم کے لئے خضارین (KHAZARIAN) مستعمل ہوا ہے دیگر الفاظ کی طرح

مرورِ زمانہ سے اور علاقہ بدلنے سے یہی لفظ ' آریہ' مشہور ہوا ہے جو لوگ تقریباً 1700 ق م میں ہندوستان آئے ہیں وہ لوگ ' آریہ' کہلائے وہ اسی قوم سے تھے۔

1700 ق م کا زمانہ وہی زمانہ ہے جب شمالی علاقوں سے اس طرح کی ایک قوم اُردن کے پاس آباد تھی اور بعدازاں قومِ لوط بن گئی اس کی اخلاقی حالت ــــــــ ماضی میں خضارین قوم کے اعتقادات اور عملی زندگی کے معیار کا پتہ دیتی ہے۔ جو لوگ ' آریہ' بن کر ہندوستان آئے ان کی کئی شاخیں ہوئیں ان میں سے ہی ایک ' جین مت' کہلائے۔ اسی قوم نے بعد میں اپنے دورِ اقتدار میں (جبکہ ان علاقوں میں بھی طویل عرصے سے ابراہیم d کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا) 200 ق م سے لے کر 800 عیسوی تک بالخصوص وسطی ہند میں بہت سارے چھوٹے بڑے مندر تعمیر کیے جو بظاہر ' عبادت گاہ' ہیں اور مذہب کی علامت ہیں مگر صرف دراصل ننگے بتوں سے بہت آگے بے حیائی کے مجسّم مناظر ہیں اور ایک دو نہیں ہر چہار طرف اور دس بارہ منزلوں میں ہر پتھر پر یہی سنگ تراشی ہے۔ یہ سنگ تراش، یہ ماہرین تعمیرات، یہ مذہبی رہنما، یہ بادشاہ اور حکمران یہ قوم جن کا یہ طرزِ تعمیر تھا اور وہ بھی مذہبی عمارتوں میں، ان کے جلوت وخلوت کے نظریات کیا ہوں گے؟۔ الامان ــــ الحفیظ

یہ بدنام زمانہ مندر کھجوراہو (KHAJURAHO) مندر کہلاتے ہیں۔ خضاریہ ہندوستان میں آ کر کھجاریہ بن گیا اس لئے کہ ہندو 'ز' کو 'ج' بولتا ہے اور اسی قوم کے یہ مندر ہیں۔

☆ شمالی علاقوں سے سائبیریا اور منگولیا سے نکل کر متمدن دنیا میں داخل ہونے والے لوگ اپنی اصل کے اعتبار سے کسی اخلاق اور کردار کے کم سے کم درجے میں بھی قائل نہیں تھے۔ جب یہ وحشی لوگ نکل کر یک لخت کسی مہذب علاقے میں جا کر قابض ہوئے تو وہ اپنی اقدار کو خالص حالت میں وہاں لے گئے جیسے قومِ لوط وغیرہ .................. اور جو قبائل اور گروہ خانہ بدوشی اور بدوی انداز میں آہستہ آہستہ حضارت میں آئے اور آہستہ آہستہ متمدّن دنیا میں آئے ان کے عادات واطوار میں کسی درجے تحمّل، بردباری، اخلاقِ انسانی ہمدردی کا عنصر بھی شامل ہوتا چلا گیا۔

## 4. سائبیریا سے نکلنے والے وحشی قبائل

ساری دنیا جانتی ہے کہ تاریخ میں ہمیشہ شمال سے ہی وحشی اور غیر متمدّن لوگوں نے

حملہ کر کے مہذب لوگوں کو برباد کیا ہے۔ کچھ صرف لوٹنے کے انداز میں آئے اور کبھی کسی متمدن قوم کے اخلاق و کردار کی گراوٹ، انسان دشمنی، مذہب دشمنی کے جرم کی سزا کے طور پر آئے ـــــــ یہ شمالی اقوام آئی ہیں اور بطور سزا ـــــــ خالق کائنات کی طرف سے اُن اقوام پر عذاب کا کوڑا بن کر برسی ہیں اور ان قوموں کو سخت سزا دی ہے اور تاخت و تاراج کیا ہے۔

یہاں یہ مختصر وضاحت قارئین کرام کے لئے حد درجہ مفید رہے گی کہ یہ وحشی اقوام کہاں سے اُٹھتی تھیں ان کا مولد اور وطن کونسا ہے اور کہاں کہاں سے ہو کر یہ متمدن دنیا پر حملہ آور ہوتی رہی ہیں۔

دنیا میں عظیم ترین فاتحین کے بارے میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ ایسے تمام فاتحین براعظم ایشیا کے انتہائی شمالی علاقہ 'سائبیریا' سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ علاقہ 2000ء کی مردم شماری میں بھی بہت کم آبادی کا ملک ہے جبکہ چار پانچ ہزار قبل اس علاقے کے بارے میں انسان خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس علاقے کی تمدنی اور تہذیبی صورتِ حال کیا ہو گی؟۔

آج کا روس (جس کا قدیم نام سائبیریا ہے) 170 ملین آبادی کا ملک ہے اور تقریباً 17 ملین مربع کلومیٹر کا علاقہ اس کے پاس ہے، گنجان آباد شہری اور صنعتی علاقوں کو نکال دیں تو آج بھی سائبیریا کے اصل علاقوں کی آبادی ایک یا دو آدمی فی مربع کلومیٹر سے زیادہ نہیں ہے۔ آج

سے صرف 150 سال پہلے دنیا کی آبادی آج کی آبادی کا دسواں حصہ تھی یعنی دو صدی قبل سائبیریا کا علاقہ ایک یا دو آدمی فی دس مربع کلومیٹر کی آبادی کا حامل علاقہ تھا اور دو ہزار سال یا چار ہزار سال قبل کے حالات کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔

سائبیریا کا زیادہ علاقہ دنیا کا سرد ترین علاقہ ہے اور زندگی آج کے صنعتی دور میں بھی بہت مشکل ہے۔ دو ہزار سال قبل ان علاقوں کی زندگی ناقابل تصوّر ہے۔ برفانی علاقوں کی زندگی کا تصوّر ہمارے ہاں کے مری یا سوات کے علاقے کے لوگ ہی کسی درجے کر سکتے ہیں، اس کیفیت کو میدانی علاقوں کے لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔

یہ سائبیریا کا علاقہ دنیا کے مشہور فاتحین کا گہوارا کہلاتا ہے ہلاکو خان، چنگیز خان، تیمور، یونانی فاتح اسکندر بازنطینی اور رومی فاتحین سب اصلاً اسی علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی لئے انگریزی ایک ضخیم کتاب "SIBIERIA---THE CRADLE OF CONQUERORS" اس موضوع پر ملتی ہے۔

☆ سائبیریا سے نکل کر کچھ لوگ قریبی علاقے منگولیا میں آتے رہے اور وہاں جمع ہو کر اجتماعیت کی شکل میں متمدن علاقوں پر یلغار کرتے رہے۔

☆ سائبیریا سے نکلنے والے بعض گروہ روس کے علاقے یا خضاریہ میں جمع ہوتے رہے وہ علاقہ قدرے کم برفانی ہے اور وہاں سے آہستہ آہستہ بدویت سے حضارت کی طرف بڑھتے رہے۔

☆ روس کے علاقے سے ہی بعض گروہ مغرب جا کر یورپ میں داخل ہو کر وہاں آباد ہوتے رہے اور یونان سے لے کر سپین تک اور شمالی علاقوں برطانیہ، ڈنمارک، سویڈن میں حضارت اختیار کر لی۔

☆ یورپ میں یونان کے راستے میں سلطنت روما تھی لہٰذا بعض قبائل پہلے کا کیشیا اور بعد ازاں یونان کے ذریعے مشرق وسطیٰ آتے رہے اور میدانی علاقوں میں آ کر حکومتیں قائم کرتے رہے۔

## 5. آج کا اعلیٰ کلچر ـــــ سائبیرین کلچر

آج کی دنیا میں ہر انسان کو بہت سی سہولتیں حاصل ہیں اور جدید مشینی آلات کے ذریعے انسان کی زندگی بہت آسان ہو گئی ہے۔ موجودہ تہذیب میں عوام کے لئے بہت ساری

سہولتیں ہیں تو خواص کے لئے کیا کچھ ہے؟ عام آدمی شاید اُن سہولتوں اور جدید آسائشوں (MODREN COMFORTS) کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا۔

آج کے خواص کے لیے اعلیٰ پرسہولت وسیع ترین گھر ہیں ایک ہی چھت کے نیچے تمام ممکنہ سہولتیں ہیں۔ پھر یہ گھر ایئر کنڈیشنڈ ہیں اور گرم علاقوں میں بھی خوب ٹھنڈے ہیں۔ امارات میں ریگستانوں میں بنائے ہوئے گھر بھی یخ بستہ ماحول کے ہوتے ہیں۔ کچن، ملاقاتیں، کھیل کے کمرے حتیٰ کہ تفریح کی جگہیں بھی میسر ہیں۔ جدید فائیوسٹار ہوٹلوں میں تمام سہولتیں بھی اسی طرح ائیر کنڈیشنڈ ماحول میں دستیاب ہیں۔ کوئی آدمی جو آسودہ حال ہے وہ کسی وجہ سے کئی دن بلکہ کئی ہفتے گھر یا ہوٹل سے باہر نہ نکلنا چاہے تو اُسے کوئی بھی شدید ضرورت مجبور نہیں کرسکتی کہ وہ باہر نکلے اس لئے کہ تمام ممکنہ سہولتیں اسے ایسے ہوٹل میں اور ایسے گھر میں میسر ہیں۔

ائیر کنڈیشنڈ ماحول میں بند کمرے، علیحدہ رہائش، اٹیچڈ باتھ سب کچھ ایک خاص قسم کی تہذیب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ شمالی علاقوں کی تہذیب جہاں یا تو رات اور دن چھ چھ ماہ یا اس کے قریب ہوتے ہیں یا وہ علاقے جہاں دن رات تو قدرے نارمل ہیں مگر برفباری اور موسمی شدّت کے باعث لوگ اپنے گھروں میں مقید رہتے ہیں اور ہفتوں باہر ہی نہیں نکل سکتے انہیں مجبوراً اپنی تمام سہولتیں سادگی اور کفایت شعاری سے اپنے گھر کے اندر ہی فراہم کرتا ہوتی تھیں حتیٰ کہ بچوں کی پیدائش اور پرورش کی بے شمار ضروریات بھی انہیں اسی ماحول میں فراہم کرنا ہوتی تھیں۔ برفباری کے علاقوں کے لوگ اس صورت حال کو خوب سمجھ سکتے ہیں۔

آج سے چند صدیاں قبل تک تو یہ ان علاقوں کی مجبوری تھی اور وہاں کے لوگ حالات کے جبر کے تحت ایسا کرنے پر مجبور تھے۔ مگر آج ذرا سوچیں! دورِ حاضر میں مغربی تہذیب کے دورِ عروج میں اعلیٰ آسودہ حال طبقات کا طرزِ بود و باش کیا ہے؟ کیا یہ اُن کی کوئی مجبوری ہے یا نہیں؟ پھر یہ ایسا کلچر کیوں عام کردیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت دنیا میں جو طبقہ غالب ہے وہ گاگ میگاگ کا حصہ ہے اور اس کا آبائی اور خوابوں کی سرزمین اور مادر وطن کا کلچر یہی تھا۔ اُس نے اپنے دورِ عروج میں اپنے لئے تو سابقہ روایتی کلاسک کلچر ممکن بنا ہی لیا ہے۔ یہ ان کا کمال اور دانشمندی ہے کہ دنیا کے تمام آسودہ حال طبقات کو اسی کلچر کا عادی بنا دیا ہے بلکہ یہ کلچر اب درجہ بدرجہ

نچلے متوسط طبقات میں بھی سرایت کر رہا ہے اور پھیلتا جا رہا ہے اس کلچر کے ساتھ سائبریا (اور دیگر اس طرح کے علاقے) کے لوگوں میں بے شمار اخلاقی، سماجی، معاشرتی خرابیاں تھیں ـــــ جو ایک جدید کلچر کے نام پر آج کی تہذیب میں بھی ایک فن اور فیشن کے طور پر واپس آ گئی ہیں۔

آج کا غالب کلچر یہ ظاہر کرتا ہے کہ بالآخر عالمی حکمران طبقات کس مزاج اور کس تہذیب کے نمائندے ہیں۔ یہ بات اب کوئی راز نہیں ہے بلکہ دن بدن آشکار ہوتی جا رہی ہے کہ وہ سائبیریا سے نکلنے ہوئے لوگ ہی ہیں۔

## 6. نئی تہذیب کی اخلاقیات اور سماجی رویے

نئی تہذیب یعنی موجودہ عالمی مغربی تہذیب بجا طور پر عالمگیر تہذیب ہے اور اس نے پورے کرۂ ارضی کو اپنے مخصوص 'اخلاق' میں لپیٹ رکھا ہے۔ اگر چہ کہنے کہ حد تک اس تہذیب کی مذہب سے کوئی دشمنی نہیں ہے بلکہ دنیا کے ہر مذہب کے لئے اس میں جگہ موجود ہے۔ مگر حقیقت ایسے تمام دعووں کے برعکس ہے۔ یہ تہذیب تمام مذاہب کو اپنے قریب لا کر اُن کو ختم کرنے کا پورا اہتمام کرتی ہے اور اپنا ایک مخصوص نقطہ نظر ہی ہے جس کا ہر حال میں غلبہ چاہتی ہے۔

ہر حکومت، ہر تہذیب اور ہر کلچر اپنے اندر مخصوص عوامل کی وجہ سے عالمی حکومت، عالمی تہذیب اور عالمی کلچر بننے کے ہی خواب دیکھتی ہے اور اس میں حیرانی یا پریشانی کی بات بھی نہیں ہے۔ حیرانی اور پریشانی تو اس صورتِ حال کی وجہ سے سامنے آتی ہے کہ دعوے ایک طرف اور عمل دوسری طرف۔ دعوے، عمل کے متضاد ہوں تو بحث کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔ آج کی مغربی تہذیب اسی لحاظ سے فاسد، غیر حقیقی اور انسان دشمن قرار پا رہی ہے کہ اس کے دعوے اس کے عمل (PRACTICE) کے صد فی صد مخالف ہیں۔

موجودہ تہذہب اپنے مخصوص انداز میں اجتماعی کھیل کود کے طریقوں (SPORTS) فارغ اوقات کے مشغلوں (ENTERTAINMENT) اور CREATIUE ARTS اور PERFORMING ARTS کے ذریعے جو کچھ پبلک میں لا رہی ہے اور اپنی اور اپنے ہم خیال لوگوں کی اگلی نسلوں کے لئے جو کچھ نمونہ اور IDEAL کے طور پر پیش کر رہی ہے ـــــ وہ کسی زاویے اور کسی نقطہ نظر سے بھی مثالی (IDEAL) قابل فخر، انسان دوست، علم دوست،

مذہب دوست اوراخلاق دوست کہلانے کے اہل نہیں ہے۔

موجودہ مغربی تہذیب کے نمونے دیکھنے ہوں تو مغربی ثقافت کے ہیڈکوارٹر (HEAD QUARTERS) ہالی وڈ سے بننے والی فلموں کے ذریعے پھیلنے والے کلچر کے نمونوں کو دیکھا جاسکتا ہے گزشتہ کئی عشروں کے عملی تسلسل نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ اس مغربی تہذیب کی گراوٹ کا گراف اب کدھر جارہا ہے۔

یہ نمونے اخلاق اور سماجی رویوں دونوں اعتبار سے موجودہ تہذیب کے 'مثالی' اور حقیقی نمونے ہیں جن کے نمائندہ (SAMPLE) ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

آج کا مغرب اپنے ان تہذیبی مراکز (جو فلمی دنیا کے عالمی مراکز ہیں اورامریکہ کی ریاست کیلیفورنیا میں ہالی وڈ ان سب مراکز کی ماں ہے) سے جو کچھ پھیلایا جارہا ہے اس سے کوئی نتیجہ اخذ کریں تو ایک خاص قسم کا اخلاق سامنے آتا ہے، ایک مخصوص قسم کی انسانی عادات واطوار والا انسان سامنے آتا ہے جسے شرم وحیا سے دور کا واسطہ نہیں۔ لباس، ستر، پردہ تو دُور کی بات ہے۔ بے حیائی اور بدکاری کا فروغ جس کا مطمع نظر ہے اور حیرت کی بات ہے کہ یہ مراکز اپنی تہذیب کے ایک مثالی (IDEAL) انسان کو بے حیائی بے شرمی کا مجسمہ اور کھانے پینے، رہنے سہنے، اُٹھنے بیٹھنے اور دیگر سماجی رویوں میں ہر اصول اور ضابطے سے عاری بلکہ اس کا دشمن بنا کر پیش کررہے ہیں ــــــ کہ اب معاشرے میں مغربی تہذیب کے نمائندہ ہر انسان پر BEAST یعنی حیوانِ مطلق یا درندہ کا اطلاق زیادہ صحیح نظر آتا ہے۔ آج کا ٹی وی، کیبل پروگرام اور انٹرنیٹ پر ہر راستہ بے حیائی، بے اخلاقی، سماجی رویوں کی دشمنی اور مذہب دشمنی کی طرف جاتا ہے۔ یہی ایک BEAST یعنی درندہ انسان کا تصور ہے جو بائبل میں کئی جگہ موجود ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو سورۃ انفال میں 'شَرَّ الدَّوَابِ' کہا گیا ہے۔ اور آج کے مغربی معاشرے میں جاری ظالمانہ سودی اقتصادی نظام (جس کے زیراثر دنیا کا ہر ملک بھی آتا ہے) کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا ؎ آدمی درندہ بے دندان وچنگ ۔

مغرب اس بے حیائی اور حد درجہ حیوانیت کو ایک فن اور ENTERTAINMENT کے طور پر پیش کرتا ہے اور ممکن ہے کہ آج کے مغرب میں بھی کوئی دو چار افراد فیصد اس کام کو برائی

اور بداخلاقی بھی سمجھتے ہوں۔ مگرافسوس کہ ہندو آج کے مغرب سے صدیوں پہلے اس میدان میں مغربی اعلیٰ دماغوں (MASTER MINDS) کو بہت پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ یہی بے حیائی اور عریانیت جوان کے مندروں کے فن تعمیر میں سب سے نمایاں ہے وہ وہاں کے مذہب کا حصہ ہے۔ ڈرامہ ہندو مذہب کے فروغ نیز نوجوان نسل کے ذہن میں بعض مذہبی تصوّرات راسخ کرنے کا ذریعہ ہے۔ خدا معلوم ــــــ بھارت کا کوئی باضمیر شخص اپنی ماں، بہن، بہو اور بیٹی کے ساتھ ان مندروں کی یاترا ایک مذہبی تقدس کے ساتھ کیسے کرتا ہوگا؟۔ یہاں یہ سب کچھ مذہب کا حصہ، عین ثواب بلکہ اعلیٰ انسان ہونے کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ کہاں مغرب کی بے حیائی بدکاری اور عریانیت اور گناہ کا احساس (GUILTY CONSCIEN COUS) اور کہاں بھارت میں اسی طرح کی ہر چیز کو مذہب کا حصہ بنا دیا جائے اور 'نیکی' کے طور پر کیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ آج بھارتی تہذیب کا جدید گڑھ 'بالی وڈ' اپنی فلمی کارستانیوں میں مغرب کو کہیں پیچھے چھوڑ آیا ہے اور مغرب کے فلمی بے حیائی کے استاد اور گرو یا MASTERMINDS ــــــ بھارتی بے حیا، بے شرم، بے غیرت، اخلاق دشمن اور مذہب بیزار فلمی اعلیٰ دماغوں کے سامنے ہیچ ہیں بلکہ طفل مکتب ہیں یا شاید شاگردی کے لئے سجدہ ریز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کی تہذیب ہر لحاظ سے بھارت کے سامنے بچھی جا رہی ہے اور نچھاور ہو رہی ہے اور 'وارے' جا رہی ہے معروف معنی میں کہا جاتا ہے کہ مغرب بھارت کی 'جمہوریت' اور 'جمہوری روایات' پر فدا ہے مگر درحقیقت وہ تہذیبی بدتہذیبی، بداخلاقی، فحاشی، عریانیت میں بھارت کو اپنا 'گرو' مانتا ہے اسی لئے مغرب کے 'سیاح' اور ٹورسٹ بھارت اور نیپال کا رُخ 'واشنگٹن' کے دورے سے زیادہ شوق اور ولولے سے کرتے ہیں۔ نیپال کے مندر ہوں یا وسطی ایشیا کے کھجوراہو مندر یہ سب اس سائبیرین کلچر کا حصہ، اس کا مذہب اس کا اخلاق اور اس کا MOTTO ہے۔

اس سے قارئین کرام آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مغربی تہذیب کی اخلاقیات کس معیار کی ہے کہ شاید صدیوں پہلے ZERO سے نیچے گر کر اب پاتال کا چھو رہی ہے اور اس کلچر کے سماجی رویے کس درجہ حیوانیت زدہ بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں کہ الامان الحفیظ ــــ اللہ کی پناہ یہ سب اسی 'یاجوج ماجوج' گروہ کے تہذیبی شاخسانے ہیں جو مغرب میں چھ صدیوں

سے راج کر رہا ہے اور اب اپنے اصلی رنگ یں دنیا کے سامنے آ چکا ہے۔

قارئین کرام! یہ کہنا زیادہ غلط نہیں ہوگا کہ آج کی مغربی تہذیب بلاشبہ ابلیسی اور شیطانی تہذیب ہے اور مغربی میڈیا اور سکرین کے سارے کردار چاہے وہ PERFORM کرتے ہوں یا پس پردہ اس کے انتظامی معاملات چلاتے ہوں سب کے سب ابلیس کے نمائندہ اور اس کے ورکرز ہیں اور اس کے ایجنٹ ہیں جو دن رات اس ابلیسی ایجنڈا کو آگے بڑھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ روئے ارضی کے تمام انسانوں کو جلد از جلد شیطان صفت درندہ بنا دیا جائے تا کہ ثابت ہو جائے کہ ابن آدم واقعی اشرف الخلوقات نہیں ہے اور وہ مسجودِ ملائک بننے کا اہل نہیں تھا۔ یقیناً آج کے مغرب سے متاثر اور مغربی میڈیا کے عاشقوں کے لئے ابن آدم، اشرف الخلوقات، مسجود ملائک وغیرہ کے الفاظ GREECE سے بھی زیادہ ناقابل فہم ہوں۔ اس لئے کہ وہ حیوانیت سے بدتر درجہ تک گر چکے ہیں۔ مگر اہل مشرق میں شاید ابھی دس پندرہ فی صد لوگ ہوں جو ان الفاظ کے معنی سمجھتے ہوں اور ان حقائق کو ایک 'مثبت قدر' اور "POSITIVE HUMAN VALUE" کے طور پر لیتے ہوں۔ یہ ساری داستان ایسے ہی ہم جلیسوں اور 'رازدانوں' کے لئے پیش کی جا رہی ہے۔

گویا ـــــ یہ بات اب یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی حضرات کے علمی لیول سے اُتر کر عام آدمی کو سمجھ آ رہی ہے کہ مغربی تہذیب ایک 'دجالی' تہذیب ہے 'دھوکا' ہے اور ابلیسی ایجنڈے کو پورا کر رہی ہے اور انسانوں کو شرف انسانیت سے محروم کر کے ـــــ حیوانیت یا بہیمیت یا BEASTALITY کے قعر مذلت میں گرانے کے درپے ہے۔ جو ہمت ور اس حقیقت کو سمجھ جائے اسے خود بھی چوکنا ہو جانا چاہیے اور اپنے گرد و پیش دوسرے انسانوں کو بھی اس سے باخبر کرنا چاہیے۔ یہ ایک جہاد ہے اور اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس جہاد کی توفیق بخشے۔ آمین

## 7. امریکہ میں آزادی کا مجسمہ (STATUE OF LIBERTY) ایک دھوکا

☆ امریکہ (USA) کا دارالحکومت واشنگٹن ڈی سی ہے اس کے پاس ہی نیویارک ہے جو نہ صرف امریکہ کا بڑا شہر ہے بلکہ دنیا کا سب سے بڑا، مصروف اور اقتصادی سرگرمیوں والا شہر ہے۔ یہ شہر امریکہ کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ ساحل سمندر پر بحری بندرگاہ بھی ہے اسی کے قریب ذرا

فاصلے پرامریکہ کی پہچان آزادی کا مجسمہ ایک چھوٹے سے جزیرے پر ایستادہ ہے۔

☆ امریکہ کی دریافت کے بعد دنیا بھر کے اشتہاری، بھگوڑے اور مفرور لوگوں نے اس ملک کی راہ لی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ ملک آباد ہو گیا۔ تین صدیوں پہلے تک یہ ملک برطانیہ کے ماتحت تھا۔ یہ حسنِ اتفاق ہے کہ تاریخی اعتبار سے کئی یورپی ملکوں سے بنی اسرائیلی لوگوں کو جلاوطن کیا گیا تو وہ بھی اسی 'خوابوں کی سرزمین' میں آ کر آباد ہو گئے۔ پہلے ان آبادگاروں نے برطانیہ سے آزادی حاصل کی جس کے لیے باقاعدہ جنگ آزادی لڑی گئی۔ 1776ء میں اس ملک کا آئین بنا اور آزاد ملک کی حیثیت سے جمہوری سفر شروع ہوا ــــــ جو دراصل بنی اسرائیل کی غیر مرئی (UNSEEN) غلامی کا دور تھا۔ بنی اسرائیل اس نئے ملک میں کس حد تک مؤثر تھے اور آج بھی ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ذہن کی پیداوار عالمی حکومت کا قیام 1776ء سے جاری ہونے والے ایک ڈالر کے نوٹ پر کندہ ہوتا ہے۔ اس نوٹ پر ایک طرف رومن ہندسوں میں 1776ء کا سن ہے اور دوسری طرف عبارت ORDO NAVO SECLORUM جس کا آسان ترجمہ نیو سیکولر (ورلڈ) آرڈر۔ اس کے بعد مقامی آبادی کو ختم کیا گیا اور خاص اپنے مقاصد کے مفید اور کارآمد لوگ سیکولرازم کے نظریہ کے تحت آباد کیے گئے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں وضاحت ہو چکی ہے۔

آسمانی ہدایت سے محروم ایسا معاشرہ جس میں کوئی اخلاقی قدریں نہ ہوں، کوئی سماجی اُصول نہ ہوں، لوگ بے لگام ہوں اور اپنی جبلی خواہشات کے تحت کام کریں اور خالص حیوانیت کے درجے تک انسان کو پہنچا دیا جائے۔ اس کام کے لئے لباس مانع ہوتا ہے۔ لہٰذا ساحل سمندر کی سیر اور اعلیٰ ہوٹلوں میں سوئمنگ پول کلچر اُبھارا گیا نہانے کے لئے بہرحال انسان کو لباس مختصر کرنا پڑتا ہے بس اس سے فائدہ حاصل کر کے اس کو ایک کلچر بنا دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو بے لباس کر دیا گیا۔ اب عورت یا مرد کا تیراکی کا لباس نہ ہونے کے برابر ہے۔

پھر بے حیائی، بدکاری، عیاشی، شراب، ٹورازم دنیا بھر میں آوارگی کے نام سے بے حیائی کا فروغ امریکی تہذیب اور سیکولر نظام کا اصل مقصد ہے۔ اس کو آج کا مغرب آزادی کا نام دیتا ہے ہم مشرق کے لوگ آزادی سے مراد سیاسی آزادی لیتے ہیں جہاں لوگ اپنے مذہبی

نظریات کے مطابق رہ کر زندگی گزار سکیں جبکہ سیکولرازم ،آج کا میڈیا اور مغربی مفکرین کے نزدیک ہر عورت اور مرد کو مذہب، سماج، اخلاق اور رواج کے ہر بندھن کو توڑ کر اس سے آزادی حاصل کرنا چاہیے اور من مانی کرنی چاہیے جو جی میں آئے کرو۔ یہ ترقی یافتہ دنیا کا آزادی کا تصور ہے۔ کردار پختہ نہ ہوتو یہ آزادی انسان کو بے حیائی، بدکاری، شراب نوشی اور عیاشی کی طرف ہی لے جائے گی۔ بقول علامہ اقبالؒ

ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

آج کی بہت ساری موبائل کمپنیاں 14راگست کے یومِ آزادی کے موقع پر'جو دل میں ہے کہہ دو' کے سلوگن کو عام کرتی ہیں یہی دراصل مغربی تہذیب کا اصل مکروہ چہرہ ہے جو آزادی کے نام اور کھیل کود کے پردہ میں سادہ عوام کو دھوکا دے رہا ہے۔

امریکہ میں نصب یہ آزادی کا مجسمہ بھی آزادی کے لفظ سے دھوکا دینے کا عالمی نشان ہے۔ یہ مجسمہ 1866ء کے بعد دو عشروں میں تکمیل پذیر ہوا اور فرانس کے بنی اسرائیل نے امریکہ کو جنگ آزادی کی کامیابی پر تحفہ دیا تھا اور پھر اس کو نصب کیا گیا۔ اس کی تکمیل 28راکتوبر 1886ء کو ہوئی۔ ہمارا تعلق اس مجسمہ سے صرف اس نفرت کا اظہار ہے کہ بنی اسرائیل کے دل میں عزائم وہ تھے جو 1776ء سے جاری تھے اور آج سیکولرازم کے نام سے سب پر عیاں ہے۔

سیکولرازم سے مراد بے حیائی، عریانیت اور حیوانیت ہے۔ مگر افسوس کہ دنیا بھر کے با اُصول اور آسمانی وحی کے ماننے والوں کو یہ دھوکا دیا گیا کہ آزادی کے اس مجسمہ کو'بالباس' مجسمہ بنا دیا گیا۔ اگر سیکولرازم مقصود تھا تو اپنے نظریات کا اظہار کر کے اس مجسمہ کو بے لباس بنانا چاہیے تھا۔ ہندو کلچر اس بنی اسرائیلی ذہنیت سے کہیں اچھا ہے کہ وہ جو صحیح سمجھتے تھے وہ مندروں میں بے حیائی کے مجسّمے لگا کر دکھا دیے۔ کم از کم خلق خدا کو دھوکہ نہیں دیا۔ مگر بنی اسرائیل کا یہ گروہ اور اس کے حواری یاجوج وماجوج گزشتہ 13 دہائیوں سے آزادی کے لفظ اور نام سے لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ کاش ابھی بھی دنیا بھر کے عوام ہوش میں آجائیں تو اس ابلیسی گروہ سے مزید دھوکا نہ کھائیں اور آسمانی ہدایت کے دامن رحمت میں پناہ لے لیں اسی میں عافیت ہے۔

بنی اسرائیل کے گروہ کا یہ طرزِ عمل اُن کی ہزاروں سال پرانی سرشت کے عین مطابق

ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانیت کو اس گروہ کی سازشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

## 8. حق کے لبادے میں باطل کا فروغ

آسمانی ہدایت اور فطرتِ انسانی کے محکمات ایک حقیقت ہیں اور آپس میں ہم آہنگ ہیں اور انسانیت کی فلاح کے ضامن ہیں۔ اس دنیا میں تہذیبی اعتبار سے بھی اور آخرت میں بھی ان محکمات کو ماننا حق ہے جبکہ اس کے خلاف نظریات بنانا، رکھنا اور فروغ دینا باطل اور بے بنیاد شئے ہے۔ حق ہمیشہ اپنی اصل اور جڑ پر قائم ہوتا ہے جبکہ باطل بے بنیاد اور بے اصل (بے جڑ، جس کی کوئی بنیاد فطرتِ انسانی میں نہ ہو جیسے بے حیائی، عریانیت، بدکاری، جھوٹ فراڈ، دھوکا، بددیانتی لوٹ کھسوٹ وغیرہ وغیرہ) ہوتا ہے وہ پروان چڑھنے اور پھلنے پھولنے کے لئے حق کا سہارا چاہتا ہے۔

عملی دنیا میں اس کی سب سے بڑی مثال 'آکاس بیل' ہے۔ یہ ایک زرد رنگ کی بیل ہے جس کی کوئی جڑ نہیں ہوتی یہ ہرے بھرے درختوں پر ہی پرورش پاتی ہے اور جس درخت پر آجاتی ہے بڑھتے بڑھتے اس کی ساری توانائیاں چوس کو اس درخت کو خشک کر دیتی ہے خود بڑھتی رہتی ہے۔ دیہاتی اور زرعی ماحول میں یہ بیل عام مشاہدے میں آتی ہے۔ باطل نظریات باطل خیالات کا حال ہو بہو یہی ہے۔

عریانیت اور بے حیائی فطرتِ انسانی کے خلاف ہے اس کی کوئی جڑ اور اصل انسانی فطرت میں نہیں ہے (یاد رہے کہ اصل انسان وہ ہے جس کے اندر ضمیر اور روح موجود ہوتے ہیں) ان لغویات کے فروغ کے لئے ہمیشہ مہذب معاشروں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ کوئی شہر ہے آبادی ہے لوگ شرافت سے زندگی گزار رہے ہیں کوئی نائٹ کلب چپکے سے کھل جائے گا چوری چھپے ذاتی رابطوں سے لوگوں کو اس بے حیائی کے اڈے کی طرف مائل کر کے آہستہ آہستہ اس کو فروغ دینے کی کوشش ہوگی۔ پھر بھی اس فکر کے حامل لوگ دس فیصد یا پندرہ فیصد ہوں گے مگر اس کو پیش اس طرح کیا جائے گا کہ سارا معاشرہ اور آبادی ہی اسی سوچ کی حامل ہے۔ یہ باطل نظریات اچھے معاشروں میں تہذیبی نقب لگا کر چور کی طرح راتوں کی تاریکی میں شیطانی کھیل کھیلتے ہیں اور اس کو فروغ دیتے ہیں۔ سارے ابلیسی اور شیطانی کھیل چونکہ باطل ہیں لہٰذا اسی طرح حق کے سائے میں اور موجودگی میں چھپ کر کھیلے جاتے ہیں۔

ہمارا مدّعا صرف یہ ہے کہ سیکولرازم کے پرستار اگر سمجھتے کہ اس کے ترقی یافتہ ممالک

سب کے سب اس سیکولرازم کی زد میں آ چکے ہیں اور وہ اس کو ہی صحیح سمجھتے ہیں ـــــــ ٹھیک آپ کی بات تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں ـــــــ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ آپ کے سارے سروے، تجزیے، نفسیاتی رپوٹیں جو کچھ ظاہر کررہی ہیں، جو اندر خانے شراب کی فروخت اور دیگر عیاشی کے سامان کی کھپت ہورہی ہے وہ حقیقت ـــــــ تو جرأت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بڑے یا چھوٹے ملک کو یا ایسے تمام ممالک جو عریانیت، بےلباسی اور بے حیائی کو ایک انسانی قدر سمجھتے ہیں اوراس کے فروغ کو خلوص دل سے صحیح سمجھتے ہیں تو ـــــــ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ پہلے کسی امریکی ریاست یا فرانس ملک کو سیکولر قرار دے کر اس کا قومی لباس عریانیت یعنی بےلباس ہونا قرار دیا جائے دفاتر، مارکیٹیں، تعلیمی ادارے، گھر، ہوائی اڈوں تفریح گاہوں کہیں بھی لباس پہنا جرم ہو۔ کوئی دوسرے ملک سے آئے تو ائیرپورٹ سے باہر آتے ہی بےلباس ہوکر ملک میں داخل ہوگا۔ حتیٰ کہ یہ ملک اپنے ساری سفارتی، اقتصادی، تجارتی تعلقات اس بنیاد پر استوار کرے کہ ہمارے نمائندے جہاں بھی جائیں گے 'عریاں' جائیں وہ یواین او کا اجلاس ہو، کوئی عالمی اقتصادی فورم ہو یا کسی ملک میں سفارتی عملہ سب اسی اُصول کا پابند ہوں ـــــــ جو ملک اس اُصول کو اختیار کرے (اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ امریکہ جلد ہی اس اُصول کو اپنا لے) تو یہ ملک سیکولرازم کے دعوے میں مخلص سمجھا جانا چاہیے پھر نظریات کے ساتھ عملی گواہی کی بھی طاقت ہوگی اور ان باطل نظریات میں اگر جان ہے تو زیادہ تیزی سے فروغ پائیں گے۔

مگر سیکولرازم کے پرستاروں کو یہ خام خیالی ہے اس طرح دو چار ممالک کے عریانیت کو سرکاری مذہب قرار دینے سے ان کے نظریہ کی حقانیت ثابت ہوجائے گی اور دنیا ان کے نظریہ کو قبول کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے گی۔ شاید ان نظریات کے حامل دانشور کے بیوی بچے (اگر ہیں یا جو بھی شادی کے فرسودہ بندھن میں بندے ہوئے ہیں تو) وہ بھی ان کا ساتھ نہ دیں۔

قارئین کرام! یہ مثال اس بات کی ہے کہ باطل کبھی اپنی جڑ بنیاد پر کھڑا نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہی فروغ پاسکتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے باطل نظریات کے لئے حق کی موجودگی کا محتاج ہے ابلیسی اور شیطانی منصوبے سارے اسی طرح کے ہیں۔ ہزاروں سال پہلے بھی یہی انسانی فطرت تھی اور آج بھی یہی فطرت انسانی ہے کہ لباس انسانیت کا حصہ ہے اور یہ فطری جذبہ آئندہ بھی رہے گا۔ آزمائش شرط ہے۔

یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ دنیا کو کوئی قابل ذکر ترقی یافتہ (NATO ممالک میں سے کوئی ایک یا دو یا سب ) ملک اس نظریہ کو سرکاری طور پر سیکولر ہونے کے دعوے کے باوجود اعلانیہ عریانیت کو اختیار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس طرزِ عمل سے یہی بات ثابت ہوگی کہ صہیونیت، بنی اسرائیلی گروہ اور یاجوج و ماجوج کی سوچ آکاس بیل کی طرح بے اصل ہے اور یہ تمام باطل نظریات ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے اور ان شاء اللہ رہتی دنیا تک ان باطل اور خلافِ فطرت نظریات میں کبھی اتنی جان نہیں ہوگی کہ وہ حق کا مقابلہ کرسکیں۔ حق جب تک خاموش رہتا ہے یا بے تعلق اس وقت باطل نظریات پھیلتے رہتے ہیں۔ حق اور اہل حق جاگ جائیں تو جیسے حضرت محمد ﷺ کے آمد کے بعد چھ صدیاں کوئی 'یاجوج و ماجوج' یا اُن کے سرپرست جرأت نہیں کرسکے کوئی ارسطو یا مانی دنیا بھر میں پیدا نہیں ہوسکا۔ وجہ یہی ہے کہ آسمانی ہدایت عام ہو اور اس کے ماننے والے جاگ رہے ہوں تو باطل اور اس کے پرستار کونے کھدروں میں بلکہ سائبیریا میں جا چھپتے ہیں۔ انگریزی محاورہ اگرچہ سوفی صد تو راست نہیں آتا ہے مگر جزوی طور پر سہی ـــــ اس پر راست آتا ہے

WHEN THE CAT IS AWAY THE MICE PLAY

جب تریاق نہ ہو تو بیماری پھیلتی رہتی ہیں اور عام ہوجاتی ہیں۔ تریاق سامنے آئے تو ساری بیماریاں اور باطل نظریات رفو چکر ہوجاتے ہیں۔

---

# حاصل کلام

قارئین کرام ــــــ یہ بات بڑی واضح ہے کہ یاجوج وماجوج ــــــ ایک ایسا گروہ ہے جو تاریخ انسانی کے ابتدائی ایام سے ہی آسمانی ہدایت سے محروم متمدن دنیا سے علیحدہ اور تہذیب واخلاق کی الف با سے ہی سرے سے ناواقف لوگ تھے جو غیر متمدن علاقوں سے اٹھ کر ــــــ بدویت سے حضارت کی طرف سفر کرتے رہے۔ متمدن دنیا کے لوگ ذرا تساہل پسند، اصول پسند اور اخلاق پسند ہونے کے ساتھ ساتھ احترامِ آدمیت، احترامِ جان ومال کے جذبات کے حامل لوگ ہوتے تھے جبکہ یہ 'یاجوج وماجوج' بے اصولی، بددیانتی، ظلم، بے انصافی، استحصال، قتل وغارت اور لوٹ مار کرنے کے باوجود اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے تھے اور دوسروں کو اپنے راستے کا پتھر، جس کو کسی وقت بھی ہٹا دیا جانا چاہیے۔ تاریخ میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ یاجوج وماجوج نے جمع ہو کر متمدن دنیا میں یلغار کی اور ظلم اور جبر کی بنا پر مقامی لوگوں پر غالب آ گئے (جیسے امریکہ کی دریافت کے بعد باہر سے آنے والوں نے مقامی باشندوں کا حشر کیا ہے بالخصوص اس علاقوں میں جو آج USA کہلاتا ہے)۔

ہمارے نزدیک 4000 سال قبل سے یعنی بنی اسرائیل کے عالمی تجارت میں قدم رکھنے کے بعد سے دنیا کا بہاؤ ایک دوسرے رخ پر بہنے لگا ہے۔ پہلے امن وامان، ضروریاتِ زندگی کی فراہمی اور بعض دیگر عوامل کی وجہ سے شمالی علاقہ سائبیریا سے طاقت کا سرچشمہ پھوٹتا تھا اور متمدن علاقوں کو روند کر خود اس علاقہ پر قابض ہو جاتا تھا۔

تاہم بنی اسرائیل کے عالمی تجارت میں آنے سے ان کے انبیا کرام f کی اولاد

ہونے کی وجہ سے انہیں جونسلی برتری کا احساس تھا اس کی بناپر اور ان کے پاس آسمانی وحی یعنی علمی برتری بھی تھی لہٰذا جلد ہی بنی اسرائیل اپنے مخصوص ذہن کے ساتھ عالمی روابط کے باعث عالمی نفسیات، عالمی حالات اور دنیا کے مختلف علاقوں میں طاقت کے سرچشموں کا اتار چڑھاؤ سے خوب واقف ہو گئے تھے لہٰذا انہوں نے شمالی طاقتوں کو بطور ہتھیار بھی استعمال کیا ہے اور بوقت ضرورت یا ذاتی فیصلہ کر کے اس قوت کا استعمال کر کے ہنستے بستے علاقوں کو اجاڑا اور تہذیبوں کا ستیاناس کیا ہے۔ ہمارے نزدیک بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج کا آپس میں بڑا ہی گہرا تاریخی تعلق ہے۔

بنی اسرائیل پر حضرت یوسف d کا دور سنہری دور ہے اور اس کے بعد حضرت موسیٰ d کے دور مبارک میں فرعون کی بیوی ایمان لے آئی اور 'رجل مؤمن من آل فرعون' کے ایمان لانے پر بہت سے غیر اسرائیلی بھی مسلمان ہو گئے پھر حضرت سلیمان d کے دور میں ملکہ سبا کا اپنی وسیع حکومت اور ساری رعایا سمیت یمن کے علاقے میں ایمان لے آنا بنی اسرائیل میں غیر بنی اسرائیل افراد کے داخلے اور پھر اہمیت اختیار کر جانے کے اہم نشان (LAND MARKS) ہیں۔ ہمارے نزدیک حضرت سلیمان d کے دور تک جو اقوام ایمان لا کر بنی اسرائیل میں شامل ہوئیں اگرچہ اصطلاحاً بنی اسرائیل ان کو GENTILES اور GOYEMS ہی کہتے ہیں اور قرآن مجید ان کے ان فاسد خیالات کا تذکرہ بھی کرتا ہے۔ جیسا کہ سورہ آل عمران میں تذکرہ ہے کہ

> وَ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مَنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡهُ بِقِنۡطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيۡكَ ۚ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡهُ بِدِيۡنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيۡكَ اِلَّا مَا دُمۡتَ عَلَيۡهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَيۡسَ عَلَيۡنَا فِى الۡاُمِّيّٖنَ سَبِيۡلٌ (03-75)
>
> ''اور اہل کتاب میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس (روپوں کا) ڈھیر امانت رکھ دو تو وہ تم کو (فوراً) واپس دیدے اور کوئی اس طرح کا ہے کہ اگر اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو جب تک اس کے سر پر ہر وقت کھڑے نہ رہو تمہیں دے ہی نہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ اُمیوں (بنی اسرائیل کے علاوہ) کے بارے میں ہم سے مواخذہ نہیں ہوگا......''

گویا بنی اسرائیل کے نزدیک غیر یہودی اقوام انسان ہی نہیں ہیں، وہ انسان نما حیوان ہیں یا بغیر روح کے انسانی شکل کے حیوان۔ اوران اقوام کے بنی اسرائیل کے نزدیک عقلاً ونقلاً انسانی حقوق نہیں ہیں؛ لہٰذا ان اقوام کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا، ان کو قربانی کا بکرا بنا دینا، ان کا استحصال کرنا، ان پر ظلم کرنا اوران سے استفادہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے حیوانوں سے کام لیا جاتا ہے۔ اللہ اللہ___ خیر صلاّ

تاریخ میں بنی اسرائیل کے انبیاء پر ایمان لانے والے اوران میں شامل ہونے والے کچھ اور بھی قبائل ہیں۔ یہ سدّ ذوالقرنین سے پہلے بھی ہیں اور اسلام کے بعد بھی۔ چونکہ یہ باتیں خود بنی اسرائیل کی ہیں اور وہ ان باتوں کو عام نہیں کرنا چاہتے؛ لہٰذا وہ ان حقائق کو بالارادہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں ان کا انداز تحریر اور یاجوج وماجوج یا اس کے متعلقہ باتوں کا تذکرہ پڑھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی بات کو روک روک کر بیان کر رہے ہیں (TO CHEW) اور صاف ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔

سدّ ذوالقرنین کے بعد مشہور لوگ خضار یعنی KHAZAR ہیں جن سے بعد میں روسی حکمران 'زار' بنے ہیں اسی سے مشتق الفاظ خضاریہ (KHAZARIA)، خضارین (KHAZARIAN) اسی کی بگڑی ہوئی شکل آریہ ہے جو بھارت میں داخل ہوئے۔ اسی قوم سے بعض ایرانی بادشاہ گزرے ہیں جن کا ایک نمائندہ پچھلی صدی میں انقلاب ایران تک وہاں کا بادشاہ رضا شاہ پہلوی تھا جو آریہ مہر کہلاتا تھا۔ اسی قوم کی نسبت سے بحر کیسپین سے بحر خزر کہلاتا تھا جو دراصل 'خزر' کی جگہ 'خضر' ہے اور انگریزی ہجے دونوں کے ایک ہیں یعنی KHAZAR۔ انھیں خضار میں سے دور بنواُمیہ میں ہی ایک قبیلہ یہودی ہوگیا (640ء یا زیادہ سے زیادہ 740ء) ان لوگوں کی یہودی ہونے کے بعد بنواُمیہ اور بنوعباس سے باقاعدہ جنگیں ہوئی ہیں جس کے بعد یہ ریاستیں مفتوح ہوئی ہیں۔

یہ بات زیادہ حقیقت کے قریب ہے کہ اس علاقے میں سائبیریا سے آکر بسنے والی اقوام وقفے وقفے سے آتی رہیں اور کوہ قاف کا درّہ عبور کر کے متمدن علاقہ میں آتی رہیں اور تاریخ کے اوراق میں اپنا نام لکھا کر غائب ہوتی رہیں اور ہر قوم 'خضار' ہی کہلائی تا آنکہ ایک خاص

موقع پر اسلام کے غلبے کے دوران طویل عرصہ کے وقفے کی وجہ سے اس علاقے کا نام بھی بدل گیا اور بحرِ خضر کے بجائے 'بحرِ کیسپین' ہو گیا۔

ہمارے نزدیک بنی اسرائیل کے ہاں 'یاجوج ماجوج' کی اصطلاح پرانی ہے اور انہیں کے ہاں سے دنیا میں رواج پا کر عام ہوئی ہے۔ بنی اسرائیل کے نزدیک حضرت سلیمان d کے دورِ عروج تک جو اقوام ایمان لا کر بنی اسرائیل کا حصہ بنیں ـــــــ انہیں بنی اسرائیل نے دل میں تو کبھی بنی اسرائیلی قبول نہیں کیا اور ان کو GOYEMS یا GENTILES ہی سمجھتے رہے مگر ان الفاظ کو زیادہ قابل قبول بنانے اور عام فہم بنانے کے لئے GOYEMS سے GO اور GENTILES سے G لے کر GOG کا لفظ عام کر دیا گیا اور اس کے بعد ایمان لا کر بنی اسرائیل میں شامل ہونے والوں کو ماجوج یا MAGOG کا نام دیا گیا۔ عبرانی میں یاجوج اور ماجوج میں 'یا' اور 'ما' کے لاحقے زیادہ سے زیادہ بنی اسرائیل کے نزدیک اِس اور اُس یا حضرت سلیمان d سے پہلے والے انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لا کر شامل ہونے والے اور قتل انبیاء کرام کے جرم کی وسعت کے بعد نظریاتی طور پر بنی اسرائیل کا دین قبول کرنے والے لوگ ہیں۔ پہلے والے لوگ GOG یا 'یاجوج' کہلاتے ہیں اور بعد والے MAGOG یا 'ماجوج' کہلاتے ہیں۔ واللہ اعلم

GOYEMS اور GENTILES بنیادی طور پر عبرانی زبان سے آئے ہیں اور ان کے مخفف بھی عبرانی زبان میں ہی بنا کر غالباً عام کیے گئے ہیں تاکہ غیر اسرائیلی لوگوں پر ان الفاظ کی حقیقت جلد واضح نہ ہو سکے۔

---

# عالمی نظام خلافت کا قیام یاجوج ماجوج کا عروج

# اور ہماری ذمہ داریاں

اس کتاب میں یاجوج ماجوج پر ایک خاص انداز سے گفتگو کی گئی ہے عالمی جمہوری فلاحی ریاست کا قیام دنیا کے ہر پستے ہوئے انسان کے دل کی خواہش ہے چاہے وہ اسے اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے مدلل لہجے میں بیان نہ کر سکے مگر آئے روز کے مظالم، ڈاکے، بے روزگاری، مہنگائی کے ہاتھوں پریشان ایسے ہر انسان پر جب بھی کوئی ایسی افتاد پڑتی ہے جس سے اس کی ہمت جواب دینے لگتی ہے تو انسان چاہے مشرق کا ہو' چاہے مغرب کا' چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم' کالا ہو یا گورا' پڑھا لکھا ہو یا اُمی ــــــ اس کے دل سے بے زبانی کی زبان میں ایک فریاد نکلتی ہے کہ کاش اس روئے ارضی پر کوئی دور ایسا آئے جب ظلم ختم ہو جائے، امن ہو، انصاف ہو، بھائی چارہ ہو' باہمی احترام ہو' احترامِ جان اور احترامِ مال ہو، کسی کی آبرو نہ لٹے، کسی پر تہمت نہ لگے؟ سوال یہ ہے کہ اس آہ و پکار کا ہدف کون ہے؟ بظاہر کوئی نہیں۔ ایک بے دین معاشرے میں یا ترقی یافتہ ملک میں جہاں سود، رشوت، لوٹ کھسوٹ، مہنگائی، شراب، کلب، بے حیائی کی تو فراوانی ہے مگر انسان کے لئے ناگزیر بنیادی ضروریات بھی میسر نہیں۔ جہاں حکمران طبقہ اور آسودہ حال طبقہ ہی خود اپنے ہی عوام اور END-CUSTOMER کو لوٹ رہا ہے، اس کا استحصال کر رہا ہے۔ یہ دُعا تو ایسے ہی ہو گی جیسے علامہ اقبال نے فرمایا: ع آہ وہ تیرِ نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف

قارئین کرام ــــــ آپ اپنے آپ سے سوال کریں؟ آپ کے سامنے ایک ایسا آدمی آ جائے تو آپ ایسے آدمی کو دل کی آہ و فغاں کو زبان پر لانے کے بعد ــــــ عملی طور پر کیا مشورہ دیں گے۔ ممکن ہے آپ یا میں بھی اس مظلوم طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں تو ــــــ سوال یہ

ہے کہ دنیا اس وقت نارِ نمرود کی طرح ہے جس میں ہر وہ شخص جو لوٹ کھسوٹ کے جاری عالمی نظام میں فٹ ہو کر اپنی تجوری نہیں بھر رہا ـــــ وہ جل رہا ہے اور آہ و بکا کر رہا ہے ـــــ یا اس کو اس آگ میں ڈالے جانے کے لئے لایا جارہا ہے۔ آج نہیں تو کل ـــــ اگر یہی رفتارِ زمانہ رہی اور ملک کج رفتار کا یہی چلن رہا ـــــ تو آپ کی باری بھی آسکتی ہے اور میری بھی۔ روزانہ اخبار دیکھیں قتل، ڈاکے راہزنی کی وارداتیں، خودکشی کے واقعات، بچوں (اولاد) کا قتل، بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کا، بچوں کے نان نفقہ نہ ہونے کی وجہ سے اقداماتِ خودکشی ـــــ یہی اخبار کا خلاصہ ہے۔ عادلانہ اجتماعی نظام کی موجودہ SCENARIO میں دور دور تک کوئی امکان نظر نہیں آرہا ہے؟

قارئین کرام! آج سے کوئی سات سال پہلے کے ایک اقتصادی سروے کے مطابق پوری دنیا میں ایک تقسیم ترقی یافتہ ممالک اور ترقی پذیر ممالک کی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں G-15 (15 اقوام اور ممالک آتے ہیں) ان کی آبادی دنیا کی کل آبادی 7000 ملین کا صرف 20% ہے یعنی 1400 ملین جبکہ یہ ممالک دنیا کے کل عالمی وسائل کے 76% پر قابض ہیں۔ باقی 80% عوام 5600 ملین جو ترقی پذیر ممالک کے باسی ہیں ان کے پاس صرف دنیا بھر کے وسائل کا صرف 24% حصہ ہے۔

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اوسطاً یہاں کا ہر آدمی بھی اسی زمرے میں آتا ہے ـــــ مگر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس کے باوجود یہاں کا اشرافیہ (حکمران، سیاستدان، پیر علماء، تاجر، کاروباری، زمیندار اور فوج کے سینئر لوگ) ان 24% وسائل کا بیشتر حصہ اپنے گھر لے جاتا ہے اور بے چارے عوام کے پاس تو اس 24% حصے کا بھی بمشکل 15% حصہ آتا ہے۔

اسی اقتصادی ناہمواری اور معاشی استحصال کا نتیجہ یہ ہے کہ حکمرانی اب تجارت ہے پیسہ لگائیں ـــــ عوام کو بے وقوف بنائیں ایم این اے یا ایم پی اے یا ضلعی ناظم بنیں اور ملکی وسائل کو جائز و ناجائز طریقوں پر چپکے سے اپنی جیبوں میں ڈالتے جائیں۔ آپ کے دائیں بائیں جو کوئی اور بھی اسی گروہ کا فرد لوٹ رہا ہو، اس کو ٹوکیں نہیں بلکہ اس سے دوستی کریں، ڈاکوؤں کی انجمن بنائیں، جتھا بنائیں، اپنے حقوق کی جنگ لڑیں اور عوام سے رہی سہی وسائل کی مقدار بھی لوٹ کر اپنے بچوں کے لئے محفوظ بنانے کی کوشش کرتے جائیں۔

یہ سلسلہ ـــــ ایک تسلسل کے ساتھ کئی صدیوں سے جاری ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان میں سرکاری سطح پر مزدور کی تنخواہ اور مل منیجر کی تنخواہ میں، عام فوجی اور جنرل کی تنخواہ میں، ہوٹل کے مزدور اور مالک کی آمدنی میں، بنک کے کیشئر اور بنک کے ایم ڈی کی تنخواہ میں کہیں 1:2000 یا 1:1000 تک کا فرق ہے۔ مزدور کی تنخواہ آج بھی سرکاری سطح پر 9000 روپے ہے اور کسی بڑی مل کے جی ایم کی تنخواہ 90 لاکھ روپے ماہانہ سے بھی زیادہ ہے حبیب بینک، یونائیٹڈ بینک، نیشنل بینک، موبی لنک اور دیگر تجارتی اداروں کے سربراہوں کی تنخواہ 150 لاکھ اور 200 لاکھ سے کم نہیں ہیں۔

قارئین کرام ـــــ آپ اور میں مسلمان ہیں آج سے 1400 سال پہلے ہمارے آقا حضرت محمدﷺ نے اس استحصالی نظام کو (جو آج کے استحصالی نظام سے زیادہ خوفناک نہیں تو اُتنا ضرور تھا) بدل کر رکھ دیا تھا اور آپ ﷺ نے خود کو مسکین اور محنت کش ہونے پر فخر محسوس فرمایا۔ سادہ زندگی گزاری اور کل 23 سالوں میں اس نظام کو بدل کر رکھ دیا، ایک حزب اللہ تیار کی اور اس کی قیادت کرتے ہوئے کیا عرب کی اشرافیہ اور کیا ایران کی شہنشاہت اور کیا مصر وعراق اور ہند کے حکمران ـــــ سارے اس حزب اللہ کی قدموں کی چاپ کے سامنے ڈھیر ہوگئے۔ دنیا نے دیکھا کہ وہ نظام جو آپ ﷺ لائے تھے وہ کامیاب انقلاب تھا اور وہ ـــــ نظام آسمانی ہدایت، خدا خوفی، ایمان بالآخرۃ کے علاوہ جان و مال کے احترام پر مبنی تھا اور مسلمانوں کے دورِ حکومت میں کیا مسلم کیا غیر مسلم سب اس عادلانہ نظام جس کو نظامِ خلافت کہا گیا ہے ـــــ اس کی برکات سے مستفید ہوتے رہے اور کہیں کہیں کسی نہ کسی شعبہ حیات میں آج بھی ہو رہے ہیں۔

حیرانی کی بات ہے کہ 1400 سال پہلے جو انقلاب آیا اس وقت بھی استحصالی قوتیں ـــــ مشرک، نصاریٰ، یہودی اور یاجوج ماجوج تھے اور آج بھی یہی لوگ استحصالی نظام کے خاتمے کے مخالف ہیں ـــــ اور مسلمان جن کے پاس یہ عادلانہ اجتماعی نظام ـــــ نظامِ خلافت ہے اُن کو سنبھلنے سے پہلے ختم کر دینے کے در پے ہیں۔

ہمارے نزدیک ـــــ قرآن مجید کی بنیاد پر حضرت محمدﷺ کی تعلیمات کے مطابق آج بھی یہ انقلاب ممکن ہے اور آپ ﷺ نے یہ نوید جانفزا دی ہے اور یہ دنیا ـــــ یہ انسانیت ختم

نہیں ہو سکتی جب تک آپ ﷺ کا لایا ہوا نظام ایک دفعہ عالمی سطح پر اپنی جلوہ گری دکھا نہ دے۔

جب 1400 سال پہلے اس نظام کے لئے جدوجہد جاری تھی آسمانی ہدایت کے مطابق____خالق کائنات نے یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے لشکروں کے خلاف حزب اللہ کی بھرپور مدد فرمائی اور اس کو مسکن دیا۔ یاجوج ماجوج کے داخلے اور مداخلت کو اسلام کے نظامِ خلافت کے لئے نیز آپ ﷺ کی آمد کے انتظامات کے ساتھ ہی آپ سے 1100 سال یا 1200 سال پہلے ہی سدّ ذوالقرنین سے روک دیا تھا۔ تاکہ یہ انقلاب وقوع پذیر ہو سکے۔ اور____آج بھی یہ عالمی نظامِ خلافت آئے گا اس کی خبر آسمانی ہدایت کا بنیاد کا پتھر یا اہم پتھر (CORNER STONE) ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا پہلے کی طرح انتظام کر دیا ہے اس کی خبر دی اور اس کے لئے حالات سازگار ہو رہے ہیں کہ جب تک مسلمان بے عملی سے نکل کر سنبھلیں گے اس وقت تک درج ذیل انتظامات سے حالات سازگار ہو چکے ہوں گے۔

1. خطہ خراسان____افغانستان کا بالائی حصہ، ایران کا مشرقی حصہ، پاکستان کا بیشتر شمالی حصہ اور کچھ کشمیر کا علاقہ اس کی ابتدائی تیاری کے لئے منتخب ہوا ہے اور یہاں مسلم اُمت میں اصلاح واحوال کے لئے آزمائشیں آ رہی ہیں یہاں تک کہ مسلمان متحد ہو کر____دشمن کے سامنے ڈٹ جائیں۔

2. حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لانے والے ہیں جو یقیناً بنی اسرائیل کو____جو اسرائیل میں جمع ہیں یا جمع کر دیے جائیں گے____ایک ایک کر کے ختم کر دیں گے۔ بیج مارنے والا عذاب آئے گا اور____اس دوران مختلف جنگوں، خانہ جنگوں اور آسمانی حوادث کے نتیجے میں یاجوج ماجوج کا بھی بالکلیہ صفایا کر دیا جائے گا____تاکہ مسلمانوں کے ہاتھوں انقلابِ محمدیؐ کا بین الاقوامی فیز (عالمی نظامِ خلافت کا قیام) پورا ہو سکے۔

1400 سال پہلے حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے اور حزب اللہ مضبوط تھی اس لئے یاجوج ماجوج کو صرف روکا تھا اب معاملہ پورے گلوب کا ہے۔ حضرت محمد ﷺ بھی ہمارے درمیان دورِ صحابہ کی طرح موجود نہیں ہیں پھر مسلمان بکھرے پڑے ہیں لہٰذا____اس دفعہ____بنی اسرائیل، نصاریٰ، یاجوج ماجوج کا بالکلیہ خاتمہ بہت قریب ہے جس سے

سرخرو ہو کر مسلمانانِ پاکستان + افغانستان + کشمیر وغیرہ اہل عرب کے کچھ مختلف گروہوں کے ساتھ مل کر ــــــ عالمی خلافت کی داغ بیل ڈالیں گے جو ــــــ دنیا کو جو اب ظلم سے بھر گئی ہے ــــــ پھر ــــــ عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔

ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ موجودہ حالات کو سمجھنے کی کوشش کریں مسلمان ــــــ ہونا ایک سعادت ہے مگر صرف کلمہ پڑھ کر آخرت میں بخشش کی اُمید والے مسلمان نہ بنیں بلکہ آگے بڑھ کر صحابہ کی طرح ــــــ اسلام کے حرکی تصور (DYNAMIC CONCEPT OF ISLAM) کو سینے سے لگا کر دوسروں کو جگاتے ہوئے آگے بڑھیں ــــــ مستقبل آپ کا ہے، آپ کے آقا حضرت محمد ﷺ کا ہے، عدل وانصاف کا ہے جس کی برکات اور رحمتہ اللعالمینی سے ہر مسلم غیر مسلم کو، عوام وخواص سب برابر مستفید ہوں گے۔ علامہ اقبال کے چند اشعار آپ پر اس بات کو مزید واضح کریں گے۔

ے مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیش نظر لا یخلف المعیاد دار

ے قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کر دے

ے عقل ہے تری سپر عشق ہے شمشیر تری
میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری

اور اس کام کے لئے ہمت کر کے آگے بڑھیں دیکھیں یہ یاجوج ماجوج ہمارے یا ہماری اولادوں کے ہاتھوں ہی واصل بجہنم ہونے والے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ــــــ یہ سعادت کوئی اور لے جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں اور آخرت میں شفاعت محمدی ﷺ بھی ہمارے حصے میں نہ آسکے۔ اللہ کے دین کی پیروی اور حضرت محمد ﷺ سے وفاداری اس راستے کی شرائط ہیں۔

ے کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

قارئین کرام ــــــ ہمارے نزدیک یاجوج ماجوج کا موجودہ 600 سالہ عروج اپنے

انجام کو پہنچ رہا ہے اور یہ ہماری سعادت ہوگی کہ ـــــ اس وقت مستقبل کو اپنے حق میں لانے اور منشائے الٰہی کو بروئے کار لانے کے لئے کسی آسمانی مداخلت کا انتظار کئے بغیر ـــــ خود آگے بڑھیں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی کیسے جوش مارے گی اور مسلمانوں کی کمزور جماعت کو یاجوج ماجوج کی مضبوط کیل کانٹے سے لیس جماعت پر غلبہ دے دے گی اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کچھ ناممکن نہیں ہے۔

دیر ہماری طرف سے ہے آگے بڑھ کر ہر شخص اس قافلۂ قیام نظامِ خلافت کے لئے اپنی ڈیوٹی سنبھال لے اللہ تعالیٰ نے ـــــ صدیوں کی ستاروں اور فلک کی گردش کے بعد یہ موقع دیا ـــــ کہیں اس موقع کو ہم ضائع نہ کر بیٹھیں۔

یاجوج ماجوج کا خاتمہ ہوگا ـــــ بنی اسرائیل بھی کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ دنیا میں عادلانہ نظام بھی آئے گا اور دنیا کے ہر کونے میں بسنے والا مسلم یا غیر مسلم اس کی برکات سے فائدہ اُٹھائے گا ـــــ افسوس اس بات پر ہوگا اگر ہم اس قیامِ نظامِ خلافت کی جدوجہد میں یاجوج ماجوج کے خلاف جدوجہد میں اپنا حصہ نہ ڈال سکے اور اپنی آخرت کی کامیابی کو یقینی نہ بنا سکے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین

---

# استدراك

01۔ اس کتاب میں یاجوج ماجوج سے متعلق تمام گفتگو انسانی سطح پر کی گئی ہے اس لئے کہ ہم انسان ہیں اور انسانی معاملات سے متعلق معلومات حاصل کرنا اور ان سے اپنے لئے نفع ونقصان کا اندازہ لگانا یا دینی اعتبار سے اس کے کھرے کھوٹے ہونے کا فیصلہ کرنا ہم سب کی ضرورت ہے۔
تاہم ـــــــ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کرّہ ارض پر تین اہم اور چوٹی کی مخلوقات موجود ہیں: ایک حضرت انسان، دوسرے جنّ جو تخلیق انسانی سے پہلے آگ سے پیدا کیے گئے اور زمین پر آباد ہیں وہ انسان کی نگاہ سے مخفی کر دیے گئے ہیں اور تیسرے فرشتے (ملائکہ)۔ ملائکہ کو بھی انسانی نگاہ اور حواس سے مخفی کر دیا گیا ہے اور عام انسان کا (تقریباً 90% انسانوں کا) زندگی بھر نہ کبھی جنّ سے واسطہ پڑتا ہے نہ فرشتے سے، جو کہ محسوس ہو۔ ہم اعتقاد کے طور پر مانتے ہیں کہ فرشتے بہت کچھ کر سکتے ہیں اور کراماً کاتبین بھی ہیں وغیرہ وغیرہ ـــــــ مگر ان سے براہ راست ٹکرایا ملاقات یا مقابلہ کبھی نہیں ہوتا۔ حضرات پیغمبر f ایک مخصوص گروہ انسانی تھا جن پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے پیغام الٰہی لے کر اترتے رہے ہیں ہم ان تمام پیغمبروں f کو بھی برحق مانتے ہیں اور فرشتوں کے وجود پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ تاہم نبوّت کا دروازہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ پر بند ہو چکا ہے۔ لہٰذا وحی کا یہ دروازہ اس وقت سے بند ہے۔
فرشتے جب اصلی شکل میں آتے تھے یا وحی لاتے تھے تو صرف پیغمبروں f کو ہی نظر آتے تھے غیر نبی حضرات ان کو دیکھ نہیں سکتے تھے کبھی کبھی فرشتے انسانی شکل میں آتے تھے اس صورت میں عام آدمی نہیں پہچان سکتا تھا کہ وہ فرشتے ہیں بلکہ کئی موقع پر قرآن مجید کے مطابق

پیغمبر f بھی ان کو فوراً نہیں پہچان سکے۔ بہر حال فرشتے با اختیار مخلوق نہیں ہیں لہٰذا ان کے لئے جنت دوزخ یا حساب کتاب نہیں ہے بلکہ جن با اختیار مخلوق ہیں نیکی بدی کر سکتے ہیں اس لئے جنوں کیلئے بھی انسانوں کی طرح جنت بھی ہے اور دوزخ بھی۔ قرآن مجید میں سورۃ الرحمٰن میں یہ آیت بار بار آتی ہے (فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ) یہاں تُکَذِّبٰنِ تثنیہ کا صیغہ ہے اور اس سے مراد انسان اور جن ہیں۔ اور اس سورۃ میں جنّوں کے لیے بھی انسانوں کی طرح جنتوں کا بیان ہے۔

02۔ انسان کی طرح جنوں میں بھی شریر طبقہ موجود ہے اور شریر انسانوں کے روابط بذریعہ ابلیس جنوں سے قائم ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ

وَ اِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓـِٕہِمۡ لِیُجَادِلُوۡکُمۡ وَ اِنۡ اَطَعۡتُمُوۡہُمۡ اِنَّکُمۡ لَمُشۡرِکُوۡنَ (06-121)

''اور شیطان لوگ اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ ان کے کہے پر چلے تو بے شک تم بھی مشرک ہوئے۔''

قرآن مجید کی آخری سورت میں ہے کہ یہ شریر جن اور انسان اپنے لوگوں کو 'وسوسہ اندازی' کے ذریعے برائی کی طرف راغب کرتے ہیں اور وسوسہ ڈال کر پیچھے چھپ جاتے ہیں صاف سامنے نہیں آتے۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾ (سورۃ الناس 114)

''کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں (یعنی) لوگوں کے حقیقی بادشاہ کی، لوگوں کے معبود برحق کی، وسوسہ انداز کی برائی سے جو (اللہ کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے (خواہ وہ) جنات سے ہو یا انسانوں میں سے۔''

03۔ جن انسان کے مقابلے میں مجموعی طور پر کم صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ اسی لئے انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے صلاحیتوں کا یہ فرق کہاں کہاں اثر انداز ہوتا ہے اس کا تخمینہ اور صحیح

حساب انسان کے لئے مشکل ہے اور کم از کم میرے لئے تو ناممکن ہے کہ وہ مخلوق ہی الگ ہے۔ جنوں اور انسانوں میں صلاحیتوں کے فرق کا ایک نمایاں نتیجہ یہ ہے انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول مبعوث فرمائے اور انسانی راہنمائی کا راستہ آسان کر دیا۔ اور یہ بات شرف انسانی کا اعلیٰ ترین اعزاز ہیں کہ تمام انبیاء کرام f بھی اور حضرت محمد ﷺ بھی انسان تھے اور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جنوں میں نبوت و رسالت کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے جاری نہیں فرمایا۔۔۔۔ بلکہ جو انبیاء f انسانوں کی طرف تشریف لائے وہی۔۔۔۔ بالقوہ اس وقت روئے ارضی کے جنوں کے لئے بھی نبی رسول تھے اس معاملے کی تفصیلات میں جانا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ قرآن پاک میں اسی بات کا تذکرہ ہے کہ جنوں نے حضرت موسیٰ d کی زبانی ان سے تورات سنی تھی اور اب صدیوں بعد قرآن مجید آیا ہے اور حضرت محمد ﷺ کی زبانی جنوں نے سنا۔۔۔۔ بس ایک ہی دفعہ سنا اور ایمان لے آئے۔ اور حیرانگی کے عالم میں اپنی قوم کی طرف لوٹے کہ ہماری خوش نصیبی کہ تورات کے بعد اب ہم نے حضرت محمد ﷺ کی زبانی قرآن سنا ہے اور اس پر ایمان لے آئے ہیں، ہم میں اچھے (جن) بھی ہیں اور اچھوں کے علاوہ (جن) بھی ہیں۔ یقیناً جو اچھے ہیں وہ اپنا اچھا بدلہ پائیں گے اور جو بے انصاف اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی ذریعے بتائی ہوئی باتوں پر عمل نہیں کرتے وہ اپنے برے اعمال کی سزا پائیں گے۔ اور یہ قرآن مجید بڑے سخت پہرے میں آسمان سے اتارا گیا ہے کافی عرصے سے ہم آسمان پر سخت پہرے اور سیکورٹی HI-ALERT دیکھ رہے تھے اور حیران تھے کہ کیا ہونے والا ہے اب سمجھ میں آیا کہ یہ سب قرآن مجید کے محفوظ اتارنے کے لئے انتظامات ہو رہے ہیں۔

04۔ انسانوں اور جنوں کی صلاحیتوں میں فرق تو ہے ہی ایک طرح سے دونوں دو انتہاؤں پر ہیں۔ سارے پیغمبر f انسانوں میں سے تشریف لائے جو انسانیت کے لئے ایک اعزاز ہے تو دوسری انتہا یہ ہے کہ ابلیس لعین جنوں میں سے تھا۔ صلاحیتوں کا یہ فرق و تفاوت حیرانی کی بات ہے۔

05۔ بنی اسرائیل شریر لوگوں کا گروہ ہے اور اس گروہ کی کارستانیاں شریر جنوں کی طرح ہی کی ہیں۔ اور دونوں گروہوں کے آپس میں رابطے ہیں۔ حضرت سلیمان d کے دور مبارک میں جن حضرت سلیمان d کے تابع تھے اور بنی اسرائیل انہیں دیکھتے تھے بلکہ ان (بعض شیاطین)

جنوں سے ایسا کلمات سیکھتے تھے جو انہیں نقصان دیں اور فائدہ نہ دیں۔ بنی اسرائیل نے فرعون بادشاہوں کی غلامی کے ادوار میں بھی جادو وغیرہ سے شغف پیدا کرلیا تھا اور شیاطین جنوں سے راہ ورسم بڑھا لیں تھیں۔ ان شیاطین جنوں میں اوپر کے درجوں کے نہایت ہی شریر اور بدمعاش اور پرلے درجے کے بدمعاش جن بھی ہیں جو انسانوں کے بدترین گمراہ لوگوں سے جو اخلاق دشمنی، وحی دشمنی اور خدا بیزار ہیں، سے رابطے میں ہیں اور یہ دونوں گروہ مل کر انسانی شرف و بزرگی کے خلاف سرگرم رہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِىْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ (06-112)

''اور اسی طرح کر دیا ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن شریر آدمیوں کو اور جنوں کو جو کہ سکھلاتے ہیں ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی باتیں فریب دینے کے لیے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے۔ سو تو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ۔''

06۔ حضرت موسیٰ d کے دور کے بعد اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں f کے زمانے میں حق و باطل کا ٹکراؤ ہوتا تھا اور میدان جنگ میں اہل حق اور اہل باطل آمنے سامنے آجاتے تھے تو ایسے موقعوں پر حضرات انبیاء f اور بالخصوص حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ میں بدر و اُحد اور احزاب کے معرکوں میں اہل باطل کی طرف سے شریر جنوں کے لشکر اور اہل حق کی حمایت میں اہل ایمان جنوں کی شرکت کوئی بعید از قیاس چیز نہیں ہے۔ پھر جنگ بدر اور جنگ اُحد کے موقع پر فرشتوں کی آمد کے لئے باقاعدہ وضاحت کے ساتھ اور تعداد کے تعین کے ساتھ ذکر آیا ہے جبکہ جنگ احزاب میں اسلوب کا فرق اور انداز تخاطب کا فرق بتا رہا ہے کہ "جُنُوْدًا لَمْ تَرَوْهَا" فرشتوں کی بجائے حق پرست جنوں کے لشکر ہیں اسی طرح رِيْحًا ـــــ بھی غیر روایتی لشکر کے طور پر آیا ہے لہٰذا یہ بات قرین قیاس ہوسکتی ہے۔

07۔ یہاں صرف قارئین کے سامنے یہ بات لانا مقصود ہے کہ انسانوں کی دنیا میں حق باطل کے معرکوں کی طرح جنوں کی دنیا میں بھی انبیاء کرام f کے ماننے والوں اور شریروں اور شیطان

کے پجاریوں کے درمیان بھی معرکے جاری رہتے ہیں۔ اسی طرح قرب قیامت میں فتنۂ دجال کے دور میں جو عظیم معرکہ حق و باطل برپا ہونے والا ہے، جسے بائیل یعنی بنی اسرائیل بھی ہرمجدون (ARMAGADON) کہہ رہے ہیں اور اس کے بارے میں ڈکشنری کہتی ہے کہ 'تاریخ انسانی کی سب سے بڑی جنگ جو حق و باطل کے درمیان لڑی جائے گی۔ اس جنگ میں اہل حق کے مقابلے میں جہاں ابلیسی لشکروں میں سے 'انسانی لشکر' ہوں گے وہاں 'شیاطین جنوں' کے لشکر بھی شامل ہوں گے۔

8۔ اس کتاب میں دی گئی تفصیلات کے مطابق ہرمجدون میں (جسے قرآن پاک سورۃ الکھف میں 'بَـأْسًـا شَدِيْدًا' کے ہولناک الفاظ سے موسوم فرما رہا ہے ابلیس کے لشکر بنی اسرائیل (صیہونیت) اور 'یاجوج ماجوج' پر مشتمل ہوں گے اور ایک دجال بھی اس دور میں ظاہر ہو گا اس ابلیسی لشکر میں انسانوں کے ساتھ یقیناً اسی طرح بدترین نالائق قسم کے جن بھی شامل ہوں گے جنوں کے ان لشکروں کے بارے میں فنی اور نوعی قسم کی کوئی گفتگو راقم کے بس میں نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہمارا براہ راست موضوع ہے اگرچہ اپنی جگہ بعض اہل علم کی نگاہ میں نہایت اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے بلکہ اہم ترین موضوع بھی ہو سکتا ہے

9۔ تاہم 'یاجوج ماجوج' کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اس بات کی قدرے تفصیل بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ یاجوج ماجوج یعنی انسان نما حیوان یا GOYEMS AND GENTILES اعلیٰ انسانی اقدار سے تہی دامنی اور آسمانی ہدایت سے محرومی کے نتیجے میں اپنے رویوں اور عادات و اطوار میں کس حد تک جا سکتے ہیں تاریخ اور ماضی کے رویے ان کے بارے میں کیا بتاتے ہیں۔ یاجوج ماجوج کے وہ گروپس جو آج متمدن دنیا میں رہتے ہیں بلکہ متمدن دنیا کے 'امام' کہلاتے ہیں اور اپنی تہذیب کے بارے میں ماضی کی ہر تہذیب کی طرح یہی خیال ہے کہ ہم جیسا نہ کوئی ماضی میں گذرا اور نہ آئندہ ہو گا۔ امریکہ میں 15 سال قبل لکھی گئی کتاب END OF MANKIND AND HISTORY سے یہی ٹپک رہا ہے۔ موجودہ مغربی تہذیب جو یاجوج ماجوج کے لشکروں کا ہی دوسرا نام ہے اور جن کا 'دولہا' اسرائیل ہے اور جن کا سب سے بڑا حمایتی مشرک ملک بھارت ہے جو اہل حق کے مقابل ہوں گے ان ممالک کی اپنی

اخلاقی حالت اور انسانی اقدار کیا ہیں؟ آیئے ذرا جھانک کر دیکھتے ہیں کہ ترقی کی چکا چوند میں ان کی 'انسانی' حالت کیسی ہے۔ اقبال نے ایک صدی قبل کہا تھا۔

ے نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

اس تہذیب کے اجزاء غیری فطری اور غیر انسانی تو ہیں ہی انسانیت کی تذلیل کا نشان بھی ہیں۔ ذیل میں اس کی کچھ تفصیلات ہیں

## پہلے مشرق اور مشرق بعید

☆ بھارت ایک بڑا ملک ہے 30 سال قبل وہاں کے وزیر اعظم جناب مرار جی ڈیسائی تھے وہ برملا کہتے تھے کہ میں اپنا پیشاب جمع کرتا رہتا ہوں اور چوبیس 24 گھنٹے بعد دوبارہ پی جاتا ہوں۔

☆ جو انسانی گروہ اپنا پیشاب پیتا ہے اور اس کی عادت ہے اس کے لئے دنیا کے کسی اخلاقی اور عقلی ضابطے میں رکاوٹ نہیں ہے کہ وہ اپنی گندگی (SHIT) کیوں نہیں کھا سکتا۔ آپ حیران نہ ہوں اور ان کی طرف دلائل لانے کی کوشش نہ لائیں۔ یاجوج ماجوج اور ان کے زیر اثر آسمانی ہدایت سے محروم لوگ یقیناً ماضی میں بھی ایسا کرتے تھے اور آج بھی برملا ایسا کرتے ہیں۔

☆ اسی ملک بھارت میں گائے کا پیشاب دنیا کی سب سے پاک چیز سمجھا جاتا ہے اور پیک بازاروں میں فروخت ہوتا ہے۔ عام گھروں میں بالخصوص مسلمانوں میں گھر، کچن، ڈائننگ روم اور ڈائننگ ٹیبل صاف کر کے اس پر گلاب کا عطر یا کوئی خوشبودار چیز کا سپرے (SPRAY) کرتے ہیں۔ 'ہندو' کے ہاں ایسے موقعوں پر گائے کا پیشاب چھڑکا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ یہ 'پوتر' ہے اور باقی چیزیں بھی پاک ہوگئی ہیں۔

☆ پاکستان بننے سے پہلے برطانوی ہند میں ریلوے اسٹیشنوں پر پینے کے پانی کا اہتمام کا ہوتا تھا۔ ہندو کے لئے پانی ایک کونے پر ہوتا تھا تو مسلمانوں کے لئے دوسرے کونے (END) پر اس لئے کہ ہندوؤں کے نزدیک مسلمانوں کا گیلا ہاتھ ہندو کو لگ جائے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے (یہی چیزیں بنیاد بنی تھیں دو قومی نظریہ کی کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ قومیں ہیں اور برطانوی ھند میں پاکستان وجود میں آیا تھا)

☆ غالباً 2004ء میں معروف قومی اخبار 'نوائے وقت' میں یہ خبر چھپی تھی کہ کوریا کے ایک جنگل کے قریب شیر پالے گئے ہیں اور شیر کا شکار سختی سے منع ہے بلکہ بڑا سا بورڈ لگایا گیا ہے تاکہ شکاری حضرات متنبہ رہیں۔ اس جنگل کے قریب ایک ہوٹل تھا جس پر لکھا تھا کہ 'یہاں شیر کا گوشت ملتا ہے'۔ اس ہوٹل پر چھاپہ پڑا تو مالک گرفتار ہوگیا۔ ہوٹل کے مالک نے یہ بیان دیا کہ میں شیر کا گوشت ہرگز نہیں بیچتا بلکہ میں تو گدھے کا گوشت بیچتا ہوں ہاں گوشت پکا کر اس پر 'شیر کا پیشاب' کا سپرے کرتا ہوں جس سے گوشت کا ذائقہ شیر کے گوشت جیسا ہو جاتا ہے۔ کئی ممالک میں ایسے ہی کئی جانوروں کا پیشاب پیک ملتا ہے تاکہ آپ گھر پر بھی اپنے گوشت والی ڈش یا دال یا سبزی پر وہ سپرے کر لیں تو اس جانور کے گوشت کا ذائقہ آجائے گا ہمارے ہاں بھی بعض ایسی چیزیں ملتی ہیں۔ یا حسرةً علی العباد۔

☆ بعض جانور بھی اپنی گندگی فوراً کھا جاتے ہیں جیسے 'سور' یا 'خنزیر' اور اس کا گوشت آج کی دنیا میں بڑی مرغوب غذا ہے۔

## اب آیئے جدید ترقی یافتہ ممالک کی طرف

جدید ترقی یافتہ (آسمانی ہدایت سے محروم) ممالک میں لوگوں کے لئے پیشاب یا گندگی کوئی 'ممنوعات' یعنی 'PROHIBITED یا POISON' اور زہر نہیں ہے بلکہ فوری اور NEARBY AVAILABLE مشروب اور اضافی انرجی کا سامان ہے۔ آج کا مغربی الیکٹرانک میڈیا اس بات کی طرف لوگوں کو توجہ دلا رہا ہے۔

انسان کے اپنے پیشاب اور گندگی کے استعمال کھانے پینے کے معاملے میں فیصلہ کرنا کہ بھارت آگے یا جدید ترقی یافتہ ممالک بہت مشکل ہے۔

☆ اسی طرح آج کے دور میں انسانوں کے درمیان رحمی رشتوں کی تمیز بھی ختم ہو چکی ہے اور شرم و حیا جیسی اخلاقی قدریں قصہ ماضی بن چکی ہیں۔ خود امریکہ اور برطانیہ میں 1960ء کی دہائی سے بالارادہ ایسا نظام تعلیم لایا گیا ہے جو بچوں کے ذہنوں کو VALUELESS اور MORAL LESS بننے کی تعلیم دے رہا ہے گویا انسانوں کو 'حیوان' بنایا جا رہا ہے اور اس نظام سے اب تیسری نسل بھی تیار ہو کر عملی زندگی میں آچکی ہے لہٰذا آج کے مغرب سے کسی انسانی اخلاقی

اعلیٰ قدر کی توقع بے حد فضول بات ہے۔

☆ بے لباسی یا عریانیّت آج کے ترقی ممالک کی پہچان ہے اور یہ بھی دراصل 'کل شیء یرجع الی اصله' یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے کے مصداق مغربی انسان کا حیوانیت محض کا روپ دھارنے کا آخری درجہ ہے کہ انسان لباس سے عاری ہو جائے۔ مغربی لوگ گو ہمارے ہاں آ کر کچھ لباس وغیرہ کا کچھ خیال رکھتے ہیں ورنہ ان کے اپنے کلچر میں عریانیت کے فروغ کی وجہ لباس کی اہمیت سرے سے ختم یہ ہوگئی ہے جبکہ آسمانی ہدایت میں لباس شرف انسانی کا آئینہ دار ہے اور اس کے شرف کی حفاظت کرنے والا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے

يٰبَنِيْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (26:07)

''اے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت دے اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے یہ اللہ کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں۔

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (27:07)

اے بنی آدم (دیکھنا کہیں) شیطان تمھیں بہکا نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) جنت سے نکلوا دیا اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دیے تاکہ ان کے ستر ان کو کھول کر دکھا دے وہ اور اس کے بھائی تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطانوں کو انھیں لوگوں کا رفیق بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے ہیں''

☆ فارسی کا ایک مصرع ہے ''قیاس کن ز بہار من خزان مرا'' جس کا مفہوم ہے کہ کسی باغ کا جوبن اس کے لئے بہار کا موسم ہوتا ہے کوئی باغ اگر موسم بہار میں بھی بے رونق اور خودرو بوٹیوں سے بھرا ہوا ہو تو اس باغ کے موسم خزاں کو قیاس کر کے اس کی زبوں حالی اور بدصورتی

کا اندازہ کیا جا سکتا ہے یہی مثال ہے آج کے غالب اور مقتدر طبقہ کی جو کئی صدیوں سے حکمران ہے۔ بے مثال صنعتی ترقی، عسکری برتری، جدید سہولتیں، کھانے پینے، رہنے اور سفر کی سہولتیں اس طبقہ کو میسر ہیں تہذیبی برتری حاصل ہے مگر اعلیٰ اقدار اور ذوقِ لطیف کا فقدان کسی بڑے بگاڑ کا پتہ دیتا ہے۔ بقول اقبال

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف!
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک، خیالِ بلند و ذوقِ لطیف!

☆ اگر کئی صدیوں سے متمدن دنیا میں رہنے کے باوجود اور آسمانی ہدایت کے ماننے والوں سے تبادلہ خیالات اور رابطوں INTERACTION کے باوجود کسی گروہ انسانی کا یہ حال ہے ___ تو اس گروہ کے دیگر ہم جنس، ہم خیال، ہم ذوق، ہم مذہب، ہم مسلک، ہم مشرب اور ہم وطن گروہوں کا حال بہار سے خزاں کی طرح قیاس کیا جا سکتا ہے۔ جس صورت حال کا خیال بھی ایک ہمہ جہت غیر فطری، غیر انسانی، غیر اخلاقی اور ناقابل یقین حد تک گرے ہوئے طرز عمل کا نقشہ سامنے لے آتا ہے کہ جنگلی وحشی درندے بھی جس پر تھوتھو کریں۔ العیاذ باللہ من ذالك الخرافات

☆ قارئین کرام! یہی انسانی اخلاقی گراوٹ کا آخری درجہ ہے جس سے انسانی طرز عمل سے بدروح جادو شیاطین جن سے دوستی وغیرہ کے لئے راستے کھل جاتے ہیں سائبیریا جو عالمی وحشی بے رحم فاتحین کا گہوارہ کہلاتا ہے ان کے کلچر کا ایک دوسرا روپ وہ ہے جو جادو اور شیاطین جنوں سے رابطہ کا پہلو ہے۔ اسی لئے تاریخ انسانی میں سائبیریا کے علاقے کے لوگ نیپال کے پاس سے بنگال آئے ہیں تو وہ علاقہ بھی جادو کے لئے زمانہ قدیم سے مشہور و معروف ہے اور جنوبی افریقہ کے صحراؤں سے وحشی قبائل متمدن دنیا پر حملہ آور ہوئے ہیں تو فراعنہ مصر کے زمانے میں جادو عروج پر پہنچ گیا اور یہی علاقے ہیں جو جغرافیائی کے اعتبار سے متمن دنیا کے مخالف کونوں پر بیٹھے ہیں۔ واللہ اعلم

☆ اس بحث میں ان تفصیلات سے آگے ذرا سا بھی بڑھنے کی کوشش اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنے والی بات ہے اور مولانا روم رحمہ اللہ کے اس شعر کے مصداق کہ جو انہوں نے حضرت جبرائیل d سے کہلوایا ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ فداہ آباؤنا وامہاتنا شب معراج ایک خاص مقام رفیع سے آگے اکیلے گئے ہیں، کہنے پر کہ جبرائیل d ساتھ چلیں ـــــــ یہ کہا: یہاں سے آگے میرا مقام نہیں ہے یہ میرے مقام کی حد ہے آگے آپ خود تشریف لے جائیں ـــــــ خود خالق کائنات آپ کا استقبال کرے گا۔

ے اگر یک سر موئے برتر برم
ز سوزِ تجلی بسوزد پرم

☆ اس عنوان کے تحت آگے کی دنیا میں کہ شیاطین جن کس طرح مؤثر ہیں اور انسانوں سے رابطے میں ہیں اور آنے والے دنوں میں یہ معرکے کیا رنگ لائیں گے۔ احادیث مبارکہ کے ذخیرہ میں چند احادیث میں ایسے ہی چند کرداروں کا ذکر آیا ہے۔ قرآن پاک میں بھی 'سامری' کا تذکرہ ہے عفریت کا تذکرہ ہے یہ الگ دنیا ہے جو راقم کے لئے اجنبی ہے اور اس سے اپنے آپ کو ذرا فاصلے پر ہی رکھنے میں ایمان کی سلامتی ہے۔ حدیث پاک میں 'جسّاسہ' کا تذکرہ ہے۔ یہ عنوانات اس کتاب کے موضوع بحث کا حصّہ نہیں ہیں اگرچہ یہ شعبہ (FIELD) اپنی جگہ بہت اہم اور ضروری ہے۔

---

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے

## فرمودۂ اقبال

محنت و سرمایہ دنیا میں صف آرا ہوگئے
دیکھئے ہوتا ہے کس کس کی تمناؤں کا خون
حکمت و تدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز
ٹل نہیں سکتا "وَقَدْ کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْن"
"کھل گئے" یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ یَنْسِلُوْن

## لسانِ رسالت مآب ﷺ سے

## یاجوج وماجوج کے خاتمے اور عالمی نظامِ خلافت کے قیام کے بعد کے حالات کا منظر

طُوبٰی لِعَیُشٍ بَعُدَ الُمَسِیُحِ یُؤُذَنُ لِلسَّمَاءِ فِی الُقَطرِ وَ یُؤُذَنُ لِلُاَرُضِ فِی النَّبَاتِ حَتّٰی لَوُ بَذَرُتَ حَبَّكَ عَلَی الصَّفَا لَنَبَتَ وَ حَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ عَلٰی اَسَدٍ فَلَایَضُرُّهٗ وَ یَطَأُ عَلَی الُحَیَّةِ فَلَاتَضُرُّهٗ وَ لَاتَشَاحَّ وَ لَاتَحَاسُدَ وَ لَاتَبَاغُضَ (مسند احمد، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

’’کیا ہی خوشگوار زندگی ہوگی حضرت عیسیٰ d کے بعد۔ آسمان کو برسنے کا حکم ہوگا (تو کھل کے برسے گا) اور زمین کو اُگانے کا حکم ہوگا (تو خوب اُگائے گی) حتیٰ کہ (اے مخاطب) اگر تو صاف پتھر پر بیج بوئے گا تو وہ بھی اُگ جائے گا۔ اور یہاں تک (امن ہوگا) کہ آدمی شیر (درندے جانور) کے پاس سے گزرے گا تو وہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا اور سانپ کو پاؤں سے روندے گا تو وہ کوئی نقصان نہیں دے گا۔ کوئی کسی سے جھگڑا نہیں کرے گا اور نہ کوئی کسی پر حسد کرے گا اور نہ کوئی کسی سے بغض رکھے گا۔‘‘

(الجامع الصغیر، بحوالہ فوائد العراقیین، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

**کے قیام کا مقصد**

**منبع ایمان......اور......سرچشمہ یقین**

## قرآنِ حکیم کے علم وحکمت کی

**وسیع پیمانے پر......اور......اعلیٰ علمی سطح پر**

**تشہیر واشاعت ہے**

**تا کہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں**

**تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے**

**اور شاید اس طرح رسالت محمدی ﷺ کی منطقی انتہاء یعنی**

**اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دین حق کے دورِ ثانی**

**کی راہ ہموار ہو سکے**

و ما النصر الا من عند الله